باب ۲۶
مرکزی بنک کاری کے نظام

مالی پہلوؤں کی جانب زیادہ تر توجہ کی گئی ہے۔ کچھ تو اس کے اثر سے اور کچھ اس سے قومی تراثر یعنی قوم کے رسم و رواج سے مختلف ممالک میں بنک کاری کے بہت ہی مختلف نظام رونما ہوگئے ہیں۔ ان نظاموں کا تفصیلی بیان موجودہ کتاب کی حد نظر سے بہت باہر ہے؛ تاہم بڑی اور سر برآوردہ قوموں کے قوانین کی اور بنک کاری کے عادات کی تھوڑی بہت تشریح، عام صورت حالات کی تفہیم کی خاطر ضروری ہے؛ اور خاص کر مظاہر زر اور قیمتوں کے عام تغیرات کا بنک کاری سے جو تعلق ہے اس کا بیان کر دینا بہت ضروری ہے۔

اجرائے زر کاغذی کو منظم کرنے کی ضرورت تقریباً اسی زمانے میں محسوس ہوئی تھی جبکہ بنکوں کی جانب سے نوٹوں کے اجرا کا آغاز ہوا تھا۔ ابتداہی میں یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہوگئی کہ نوٹ بہت آسانی کے ساتھ گردش میں آسکتے تھے؛ یہ بھی معلوم ہوا کہ فلز کی صورت میں ان نوٹوں کا مبادلہ کرنے کی جو ذمہ داری بنک پر تھی وہ نوٹوں کے عام طور پر مسلسل گردش میں رہنے کی وجہ سے ملتوی ہوگئی تھی؛ نیز یہ کہ کوئی خانگی بنک اس ذمہ داری کو ایسی صورت میں بھی جبکہ نوٹ ادائی کے لیے پیش ہوں اپنے سر سے ہٹا سکتا تھا؛ اور اس کا بھی علم ہوا کہ غیر منظم اجرا سے، اکثر صورتوں میں بطور نتیجہ غیر محتاط عمل کا اختیار کیا جانا اور بنک کا تباہ ہو جانا یقینی تھا۔ انگریزی بولنے والے ملکوں مثلاً خاص کر انگلستان، اسکاٹ لینڈ اور ریاستہائے متحدہ امریکا میں متعدد بڑے بڑے بنک دیوالیہ ہوگئے۔ اس کے نتیجے کے طور پر ایسے اشخاص کو جنھوں نے معمولی لین دین کے دوران میں نوٹ وصول کئے تھے مالی نقصانات سے دوچار ہونا پڑا؛ بلکہ بعض صورتوں میں وہ تباہ ہوگئے۔ انیسویں صدی کے نصف اول میں اس قسم کے تباہ کن حادثات مذکورہ بالا تینوں ملکوں میں عام طور سے وقوع پذیر ہو رہے تھے۔ براعظم یورپ میں شروع ہی سے بنک کی جانب سے نوٹ جاری کیا جانا سرکار کا ایک فریضہ خیال کیا جاتا تھا؛ چنانچہ اجرائے زر کاغذی کی اجازت صرف ایسے اداروں کو دی جاتی تھی جو حکومت سے قریبی تعلق رکھتے تھے اور جن پر حکومت کی نگرانی ہوتی تھی۔ انیسویں صدی کے دوران میں تنظیم کے دو طریقے جو اساسی طور سے ایک دوسرے سے مختلف تھے رونما ہوئے

355

باب ۲۶ مرکزی بنک کاری کے نظام۔

اور ان پر عمل کیا گیا: ایک طریقہ تو یہ تھا کہ ایک بڑا مرکزی بنک قائم کیا جائے اور اس کو اجرائے نوٹ کا اجارہ دیا جائے اور اس بنک کی حیثیت بڑی حد تک سرکاری ادارے کی سی ہو؛ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ منتشر اور جداگانہ بنکوں کی باقاعدہ نگرانی کی جائے۔ مرکزیت اور سرکاری یا غیر سرکاری ذریعے سے نوٹ جاری کرنے کا طریقہ بحیثیت مجموعی زیادہ کامیابی حاصل کر رہا ہے، براعظم کے اکثر ملکوں نے، جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا، اس اصول پر شروع ہی سے عمل کیا۔ انگلستان بھی ۱۸۴۴ء کا مشہور قانون بنک منظور کر کے اس پر کاربند ہوا۔ سوئٹزرلینڈ نے ۱۹۰۵ء میں منتشر بنکوں کے نظام میں مرکزیت قائم کی؛ چنانچہ ایک سرکاری بنک قائم کیا گیا، جس کو تنہا نوٹ جاری کرنے کا حق حاصل تھا۔ ریاستہائے متحدہ میں جہاں، ایک مدت دراز سے بنکوں کے نظام کی مرکزیت کا فقدان تھا، ۱۹۱۳ء میں ایک ایسی عام اصلاح عمل میں آئی کہ اس کی بنا پر مرکزیت قائم ہو گئی اور اسی سال "نظام وفاقی سرمایۂ محفوظ" (فڈرل رزرو سسٹم) کا قیام عمل میں آگیا۔

۲۔ مرکزی بنکوں کی حد تک تین اہم مثالیں بنک آف فرانس، بنک آف انگلینڈ اور امپیریل بنک آف جرمنی کی ملتی ہیں۔ جنگ عظیم سے پیشتر ان کی جو حالت تھی وہ آیندہ صفحات میں بیان کی گئی ہے۔ جنگ کی وجہ سے خواہ کچھ ہی تغیرات واقع ہوئے ہوں یا آیندہ واقع ہونے کا امکان ہو، ان بنکوں کا کاروبار، جیسا کہ امن و امان کے معمولی حالات کے تحت انجام دیا جاتا ہے، مرکزی بنک کاری کے نظام کے اصول اور طریقوں کی مثال پیش کرتا ہے۔ بنک آف فرانس سب بڑے بنکوں میں سادہ ترین بنک ہے؛ بلکہ سب سادہ ترین بنکوں میں سے، خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے، ایک بنک ہے۔ اس کو اجرائے زر کاغذی کا اجارہ حاصل ہے؛ فرانس میں کوئی دوسرا بنک نوٹ جاری نہیں کر سکتا، اور یہ تقریباً حکومت ہی کی نگرانی و انتظام میں کام انجام دیتا ہے۔ لیکن بنک کے کاروبار کی حد تک، جو اعمال ہیں ان کے متعلق کوئی خاص قواعد و ضوابط نہیں ہیں؛ اس کے جاری کردہ نوٹوں کی حفاظت کی غرض سے کوئی علیحدہ انتظام نہیں کیا گیا

ہے ؛ اور اجرائے زر کاغذی کی مقدار کے بارے میں بھی کوئی قانونی بندش عائد نہیں کی گئی ہے۔

بنک آف فرانس ، انجمن سرمایہ مشترک کی نوعیت رکھتا ہے جس میں خانگی ادارے کی طرح حصے دار ، تمسک دار ، ڈائرکٹر وغیرہ جملہ لوازم موجود ہیں۔ وہ اپنے حصہ داروں کو مقسوم ادا کرتا ہے۔ لیکن مہتمم بنک کا تقرر حکومت کرتی ہے ؛ اور گو مشاورتی کمیٹیاں موجود ہیں جن کے ذریعے سے حصے دار اپنے اختیارات کو کام میں لاتے ہیں ، لیکن اس کا سب انتظام و اہتمام تقریباً حکومت کے ہاتھ میں ہے۔ بنک حکومت کا ساہوکار یا مالی معاملات انجام دینے والا ایک گماشتہ ہے ؛ اور سب سرکاری رقوم اسی کی تحویل و نگرانی میں رہتی ہیں۔ فرانس کے سرکاری قرضہ جات کا حساب و کتاب اور انتظام یہی کرتا ہے۔ اگرچہ حساب و کتاب ایک سادہ اور سہل کام ہے ، لیکن قرضہ جات کی رقم کثیر ہونے کی وجہ سے یہ کام بہت وسیع ہو گیا ہے۔ بنک کا اس سے زیادہ اہم تعلق حکومت سے بطور قرضخواہ کے ہے۔ فرانس کے سرکاری خزانے کو جب کبھی رقم کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ قرضہ حاصل کرنے کے لیے بنک آف فرانس کے آگے دست طلب دراز کرتا ہے۔ بنک نے ۱۸۷۰ء تا ۱۸۷۱ء کی جنگ کے زمانے میں اور اس کے بعد ملک کی گرانقدر خدمات انجام دیں ؛ حکومت نے اس سے کثیر مقدار میں قرضہ حاصل کیا۔ چنانچہ بنک نے نئے نوٹ جاری کر کے اس ضرورت کو پورا کیا۔ یہ نوٹ غیر بدل پذیر بنا دئے گئے اور بنک کو محض اس کی اجازت ہی نہیں دی گئی کہ وہ فلزی ادائی سے انکار کر دے بلکہ اس کو ادائی کرنے سے روکا گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ بنک غیر بدل پذیر زر کاغذ جاری کرنے کے لیے حکومت کا گماشتہ بن گیا ، لیکن جتنے نوٹ جاری کئے گئے تھے وہ سب کے سب حکومت کو بطور قرض دئے گئے تھے اور بنک کو ان نوٹوں پر سود وصول ہوتا تھا ؛ یہ قرار دیا گیا تھا کہ بالآخران نوٹوں کا فلزی زر سے مبادلہ کیا جائے گا۔ چنانچہ ۱۸۷۸ء میں بنک نے نوٹوں کے مبادلے میں فلزی زر دیا۔ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ ان چند مثالوں میں سے ایک مثال ہے جن میں غیر بدل پذیر کاغذ جاری کیا گیا اور پھر بھی اس زر کی قدر میں

باب ۲۶ مرکزی بنک کاری کے نظام

کمی واقع نہ ہوئی۔ اور یہی وہ واحد مثال ہے جس میں کہ ایسے نوٹ کثیر مقدار میں جاری کئے گئے۔ یہ واقعہ کہ فرانس کی حکومت اور قوم کو اتنی بڑی مالی امداد دیکھی اور اس سے ویسے پست کن نتائج رونما ہوئے جیسے کہ عام طور سے زر کاغذی کے اجرا سے رونما ہوتے ہیں، اس کی توجیہ بڑی حد تک اس واقعے سے کیجا سکتی ہے کہ حکومت نے براہ راست نوٹ جاری نہیں کئے، بلکہ بنک کے توسط سے جاری کروائے؛ جو مالی حیثیت سے حکومت سے الگ ہے، اور جس کو بغیر کسی کشمکش یا بحث مباحثے کے کسی مناسب وقت پر بھی بصورت فلز ادائی کرنے کے لیے کہا جا سکتا تھا۔

بنک آف فرانس کو اجرائے زر کاغذی کا اجارہ حاصل ہے؛ وہ اپنے نقد بدست کے بارے میں نوٹوں اور دیگر مطالبات کی ادائی کی حد تک جس طرح جی چاہے عمل کر سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ ایک مدت دراز سے فلز کے ایک معتد بہ ذخیرے کو، جو محض نوٹوں کی حفاظت اور ان کی بنیاد کے استحکام کے لیے ضرورت سے زیادہ کثیر مقدار میں تھا، اپنے قبضے میں رکھتا آرہا ہے۔ اس ذخیرے میں سونا اور چاندی دونوں شامل ہیں۔ نقرئی جزو زیادہ تر بیش قدر پنج فرانکی سکوں پر مشتمل ہے؛ یہ سکے اگرچہ زر قانونی ہیں اور اپنے ذمے کے مطالبات کو ادا کرنے کے لیے بنک ان سے پوری طرح کام لے سکتا ہے، لیکن پھر بھی ان سکوں کی مروجہ قیمت طلائی سکوں پر منحصر ہوتی ہے جو ان کے ساتھ ساتھ رائج ہیں[1]۔ لیکن طلائی سکوں کا ذخیرہ (یعنی نہ صرف وہ ذخیرہ جو بنک میں موجود ہے بلکہ وہ بھی جو عام گردش میں ہے) اتنی کثیر مقدار میں ہے کہ وہ چاندی کی قیمت کو گھٹنے سے روکتا ہے۔ گزشتہ چند سالوں تک بنک آف فرانس میں فلزی زر یعنی سونے اور چاندی دونوں کی جتنی مقدار رکھی جاتی تھی وہ جاری کردہ نوٹوں کے ہمقدر ہوتی تھی۔ تقریباً ۱۸۹۰ء تک یہ فلزی ذخیرہ نصف چاندی اور نصف سونے پر مشتمل ہوا کرتا تھا؛ لیکن

357

[1] دیکھو باب ۱۲ فصل (۲)۔

باب ۲۶ مرکزی بنک کاری کے نظام

اس تاریخ کے بعد سے سونے کی مقدار بڑھا کر چاندی کے مقابلے میں دوگونہ اور سہ گونہ کر دی گئی۔ اور اس طرح استحکام اعتبار کی خاطر جتنی مقدار رکھنی چاہیے سونے کی مقدار اس سے بہت زیادہ ہوگئی۔

بنک آف فرانس کے سر پر رقوم امانت کی حد تک بہت کم ذمہ داریاں ہیں۔ فرانس میں امانت کے طریق پر بنک کا کاروبار کرنے اور چیکوں کے ذریعے سے ادائی کرنے کے عادات کی جڑیں دور تک نہیں پھیلی ہیں۔ فرانس میں اس قسم کا کاروبار صرف پیرس میں اور چند دوسرے بڑے بڑے مرکزوں میں ہوتا ہے؛ اور وہ بھی بڑے بڑے تھوک فروش تاجروں اور خانگی ساہوکاروں کے محدود دائرے میں۔ اکثر کاروبار، خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے، فلزی زر کے حوالے سے یا بنک آف فرانس کے نوٹوں کے حوالے سے طے پاتے ہیں۔ چنانچہ بنک کے ذمے کی واجب الادا رقوم زیادہ تر نوٹوں کی شکل میں طلب کی جاتی ہیں، اور امانتیں اس قدر واجبی مقدار میں ہوتی ہیں کہ انھیں نوٹوں سے ملا دینے کے بعد بھی فلزی ذخیرہ بہت کثیر رہتا ہے۔

یہ فلزی ذخیرہ بلاشبہ ارادۃً بہت زیادہ رکھا جاتا ہے۔ چونکہ بنک تقریباً ایک سرکاری ادارہ ہے، اس کے معاملات کا انتظام، اگرچہ حصہ داروں کے نفع کے خیال کے بغیر نہیں کیا جاتا، لیکن بہت زیادہ قوم کی حقیقی یا مفروضہ ضرورتوں کے خیال سے کیا جاتا ہے۔ اس کے فلز کا عظیم ذخیرہ جو زر کمانے والے ساہوکار کے نقطۂ نظر سے غیر ضروری طور سے بیکار زر خیال کیا جائے گا، ایک حد تک معاشی اسباب کی بنا پر رکھا گیا ہے اور ایک حد تک سیاسی اسباب کی بنا پر۔ معاشی اسباب کی بنا پر فلز کی کثیر مقدار رکھنا اور مرکزی بنک کی مالی حیثیت قوی رکھنا محفوظ خیال کیا جاتا ہے۔ سیاسی اسباب کی بنا پر سکے اور خاص کر سونے کی کثیر مقدار کا رکھنا مناسب خیال کیا جاتا ہے تاکہ ضرورت کے وقت حکومت اس سے کام لے سکے۔ بنک آف فرانس نے دانستہ اور ارادۃً سونے کا اندوختہ فراہم کرنے کی کوشش نہیں کی؛ بلکہ ملک کی روز افزوں خوش حالی کی بدولت سونے کی مقدار میں جو اضافہ ہوا اس کو اس نے

358

اپنی تجوری میں خوشی سے جگہ دے دی، اور یہ سونا اس کی تجوری میں اس وجہ سے آکر جمع ہوتا گیا کہ بڑے کاروبار میں سکوں کے مقابلے میں نوٹوں کے استعمال کرنے میں زیادہ سہولت تھی۔

بنک آف فرانس کے نوٹ صرف ۵۰ فرانک یا اس سے زائد رقوم کے لیے جاری کیئے جا سکتے ہیں؛ ۱۰۰ فرانک سے کم کے نوٹ عملاً کم جاری کئے جاتے ہیں۔ اس بندش سے اس امر کی ضمانت ہوتی ہے کہ روزمرہ کے استعمال میں سونا کثیر مقدار میں رہے گا؛ اور اس کی خاصی مقدار بطور آلۂ مبادلہ گردش میں رہے گی۔ کاغذی زر کے استعمال پر یہ اہم بندش، امانتوں اور چیکوں کا قلیل استعمال اور عوام میں احتیاط اور غور و خوض کی عادتیں جن کی وجہ سے گردش کی رفتار ہر قسم کے ذریعۂ مبادلہ کے لیے سست ہو جاتی ہے؛ ان سب چیزوں نے مل ملا کر آبادی کے لحاظ سے زر کی مقدار کو بحساب فی کس بہت بڑھا دیا ہے۔ فرانس نہ صرف مالدار ہے اور گنجان آباد ملک ہے؛ بلکہ اس ملک میں زر کی جتنی مقدار موجود ہے وہ اس کے تمول اور آبادی کے لحاظ سے نسبتہً بہت زیادہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کے نتیجے کے طور پر مالی نظام بہت مستحکم اور محفوظ ہے؛ لیکن یہ خود صنعتی قوت اور دلیرانہ کاروبار کی کمزوری کی علامت ہے۔

بنک کے زر کے استعمال میں لچک اور تغیر پذیری کی مکمل مثال بنک آف فرانس سے ملتی ہے۔ وہ اس کی کامل آزادی رکھتا ہے کہ خواہ نوٹوں کے ذریعے سے ہو یا امانتوں کے ذریعے سے، اپنے کاروبار کو جس حد تک یا جس تیزی کے ساتھ مناسب سمجھے پھیلائے اور بڑھائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے نوٹوں کے اجرا میں بہت سرعت کے ساتھ تغیرات ہوتے ہیں؛ عوام کی طلب کے مطابق ہر ہفتے نوٹوں کی مقدار کم و بیش ہوتی رہتی ہے۔ پھر بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بنک عوام کے لیے اور اپنے گاہکوں کے لیے وہ سب چیزیں انجام دیتا ہے جو ایک معیاری اور اعلیٰ درجے کے بنک کے کاروباری نظام سے توقع کی جا سکتی ہے۔ اجرائے زر کاغذی کا اجارہ اور

سرکاری عہدے داروں کے ہاتھ میں انتظام کا ہونا اس کو مقابلے اور منافعہ کی قوت محرکہ کے محسوس کرنے سے باز رکھتا ہے اور اس طرح اس کو ایسے کاروبار پھیلانے سے بھی روکتا ہے جس سے دلیرانہ کاروبار کو انتہائی فروغ ہو۔ وہ زیادہ تر ساہوکاروں یا بنکوں کا بنک ہے۔ وہ بنکوں کو قرضہ دیتا ہے، جو اپنے طور پر تجارتی طبقے کو قرضہ دیتے ہیں؛ یا یہ کہ وہ اس کاغذ پر دوبارہ بٹہ کاٹتا ہے جس پر خانگی ساہوکارے اور بنک ایک دفعہ بٹہ کاٹ چکے ہوں۔ یہ دوسرے بنک خود اپنے نوٹ جاری کر کے استعمال نہیں کر سکتے، اس لیے کہ قانوناً ان کو اجرا کی ممانعت ہے؛ اور وہ بجز پیرس اور بڑے بڑے شہروں کے جہاں وہ محدود مقدار میں استعمال کر سکتے ہیں کسی دوسرے مقام پر "امانتیں" استعمال نہیں کر سکتے۔ اسی وجہ سے فرانس کے بنک کاری کے نظام میں سخت نقائص موجود ہیں۔ فرانس کے بنکوں پر بندشیں قائم ہیں؛ اور انھیں لازمی طور سے ایک حد تک محتاط رہنا پڑتا ہے۔ خالص تجارتی بنکوں کے کاروبار میں نفع حاصل کرنے کا بہت کم موقع ہوتا ہے؛ اور نفع کی خاطر خطرات برداشت کرنے کی بہت کم ترغیب ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے پرخطر کاروبار میں بے باکانہ حصہ لینے کے لیے نئے اشخاص کی اور نئی صنعتوں کی عاجلانہ سرپرستی نہیں کی جاتی؛ اور باہمت اور عالی حوصلہ لوگوں کے لیے کوئی قوی محرک نہیں ہے۔

۳۔ بنک آف انگلینڈ اس سے بہت مختلف مثال پیش کرتا ہے۔ اس بنک کا انتظام، جو عصر حاضر کے قومی بنکوں میں سب سے قدیم اور مشہور بنک ہے، سنہ ۱۸۴۴ء کے قانون بنک کی رو سے عمل میں آیا۔ لیکن تقریباً سب برطانوی اداروں کی طرح بنک آف انگلینڈ کی تنظیم کی بنیاد صرف قوانین موضوعہ ہی پر قائم نہیں ہے بلکہ روایات اور رسم و رواج پر بھی قائم ہے جن کی پابندی قوانین موضوعہ سے کچھ کم سختی کے ساتھ نہیں کی جاتی، اور جو اس صورت میں معاشی حیثیت سے بہت نتیجہ خیز ہیں۔

بنک کے انتظام کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ زر کاغذ کے اجرا اور امانتوں کو ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ صیغہ اجرا

359

زر کاغذی جاری کرتا ہے، اور اس کا کام محض یہی ہے کہ زر کاغذ جاری کرے۔ امانتوں کا انتظام اور حقیقی کاروبار یا اس کے بیشتر حصے کا انصرام صیغہ بنک کاری کرتا ہے۔ اس طرح ہر لحاظ سے یہ دونوں شعبے یا صیغے ایک دوسرے سے بالکل الگ ادارے ہیں۔

صیغہ اجرا کے کاروبار پر بہت سخت بندشیں قائم ہیں۔ وہ صرف ایک مقررہ مقدار کی حد تک نوٹ جاری کر سکتا ہے، اور ان کی ضمانت کی بنیاد کے طور پر اپنے پاس سرکاری تمسکات رکھتا ہے، نہ کہ سکہ۔ اس مقدار سے اوپر جو نوٹ جاری کئے جاتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کے مقابلے میں مساوی القدر رقم بصورت نقد سونے میں رکھنی پڑتی ہے؛ مثلاً ایک پونڈ کا نوٹ جاری کیا جائے تو ایک پونڈ نقد رکھنا ضروری ہے۔ ایسے نوٹوں کی مقدار جو بغیر فلزی بنیاد کے جاری کئے جائیں ۱۸۴۴ء میں ۱۴۰۰۰۰۰۰ پونڈ مقرر کی گئی۔ یہ قرار دیا گیا کہ اس وقت اجرائے زر کاغذی کا حق رکھنے والے بنک جیسے جیسے اس کاروبار کو ترک کرتے جائیں یا کسی وجہ سے نوٹ جاری کرنا موقوف کریں ویسے ویسے بنک آف انگلینڈ بغیر فلزی بنیاد کے نوٹوں میں ان نوٹوں کی مجموعی مقدار کے دو ثلث کے مساوی اضافہ کر سکتا ہے جن کے جاری کرنے کے متعلق دیہاتی بنکوں کو پہلے اجازت دی گئی تھی۔ توقع یہ تھی کہ دوسرے بنک نوٹ جاری کرنا بتدریج موقوف کر دیں گے، اور یہ کہ بنک آف انگلینڈ نوٹوں کا کامل اجارہ حاصل کر لے گا۔ اس انتظام کے تحت "بے فلزی" نوٹوں کی مقدار میں بتدریج اضافہ ہو گیا ہے، حتیٰ کہ ۱۹۱۷ء میں ان کی مقدار بڑھ کر ۱۸۴۵۰۰۰۰ پونڈ ہو گئی۔ دوسرے بنکوں کے جاری کردہ نوٹوں کو زائل کرنے کا عمل بھی آہستہ آہستہ اور استقلال کے ساتھ جاری رہا ہے؛ چنانچہ ان کی مقدار آج کل بالکل معمولی اور ناقابل لحاظ ہو گئی ہے۔

صیغۂ اجرا کے اس انتظام کی بنیاد میں جو اصول مضمر تھا وہ یہ تھا کہ نوٹوں کی ایک مقررہ مقدار بہت جلد گردش اور استعمال میں آجائے گی؛

اور مفرط اجرا کا خطرہ یا فلز کو کلیتہً رواج سے ہٹا دینے کا خطرہ پیدا کئے بغیر ان کو جاری کیا جا سکے گا۔ اس مقدار کی نمایندگی نوٹوں کی اس معین رقمی تعداد سے ہوتی تھی جو بغیر فلزی بنیاد کے جاری کئے جاتے تھے۔ اس حد سے تجاوز کر کے نوٹ جاری کرنے کی صورت میں نوٹوں کی حقیقی حیثیت و نوعیت صداقت نامہ ہائے امانت کی سی قرار دی گئی۔ اس حد تک قانون بنک (بنک ایکٹ) کا نظریہ صحیح تھا، اور یہ ثابت ہو گیا ہے کہ اس کا اطلاق حدّ اعتدال کے اندر رہتا۔ ۱۸۴۴ء میں بے فلزی بنیاد کے نوٹوں کے اجرا کے لیے جو حد قائم کی گئی تھی، وہ ایسی تھی کہ نوٹوں کو زر کے نظام کے ثبات و استقلال کے لیے خطرے کا سبب بننے سے روکتی تھی۔ اس تاریخ کے بعد سے ملک کی آبادی اور دولت میں جو اضافہ ہوا اس کی بنا پر یہ حد بہت زیادہ بلکہ بدرجہ اتم محفوظ ہو گئی ہے۔

نوٹوں کی مجموعی مقدار جو گردش میں ہے وہ اس حد سے بہت آگے بڑھی ہوئی ہے؛ لیکن یہ زائد مقدار ان نوٹوں کی نمایندگی کرتی ہے جن کی نوعیت صداقت نامہ ہائے امانت کی ہے؛ اور وہ محض اس وجہ سے استعمال کئے جاتے ہیں کہ ان کے استعمال کرنے میں سکے کے مقابلے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے۔ جنگ عظیم سے قبل بنک آف انگلینڈ پانچ پونڈ سے کم کا کوئی نوٹ جاری نہیں کر سکتا تھا؛ مگر اس بندش کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ کاروبار کے بیشتر حصے کے طے کرنے کے لیے طلائی سکوں کی ضرورت پڑتی تھی اور فلزی بنیاد کے ساتھ جو نوٹ جاری کئے جاتے تھے ان کی توسیع پر بڑی حد تک بندش عائد ہو گئی تھی۔ اس وقت صیغہ اجرا کا کام زیادہ تر یہ تھا کہ حامل زر کی سہولت و ضرورت کے مطابق نوٹوں کا سکوں سے اور سکوں کا نوٹوں سے مبادلہ کرتا رہے۔

صیغہ بنک کاری کی حیثیت اس سے بالکل مختلف ہے۔ یہ خالص امانتی بنک ہے؛ اور دنیا میں اہم ترین امانتی بنک ہے۔ قانونی تنظیم سے وہ قطعاً ناآشنا ہے؛ پھر بھی رسم و رواج کی رو سے وہ اس قدر منظم ہے کہ

باب ۲۶
مرکزی بنک کاری کا نظام

361

صیغۂ اجرا سے کسی درجے کم محفوظ نہیں ہے۔

صیغہ بنک کاری، امانتی بنک کاری کے ایک بڑے وسیع نظام کا مرکز ہے۔ امانتی بنک کاری جدید مفہوم کے لحاظ سے اٹھارویں صدی میں انگلستان میں بہت بڑے پیمانے پر انجام دی جاتی تھی؛ (چنانچہ لندن کے حساب گھر کی بنا ۱۷۷۵ء میں قائم ہوئی)؛ اور اس کے بعد سے اس کاروبار کو مسلسل ترقی ہوتی رہی۔ انگلستان اور اسکاٹ لینڈ، بلکہ بڑی حد تک آئرلینڈ میں بھی ایسے امانتی بنک بہت کثرت سے موجود ہیں جن میں کثیر المقدار امانتیں ہیں، جو امانتوں کی شکل میں وسیع پیمانے پر اعتبار کا لین دین کرتے ہیں، اور چکوں اور حساب گھروں کے نظام سے پوری طرح استفادہ کرتے ہیں۔ ان کی تعداد جو سابق میں بہت کثیر تھی، اتحاد و انضمام کے مسلسل عملوں کی وجہ سے بہت گھٹ گئی ہے؛ بڑے پیمانے پر بنک کا کاروبار کرنے والی جماعتیں قائم کرنے کا میلان، جو دوسرے ملکوں میں بھی پایا جاتا ہے، ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم کے زمانے میں انگلستان میں بہت قوی ہوگیا۔ سب بنک، کثیر التعداد یا قلیل التعداد بڑے یا چھوٹے اپنے نقد ذخائر کی مقدار کے لحاظ سے محفوظ حد تک اپنا کاروبار پھیلاتے ہیں۔ وہ اپنے پاس اسی قدر نقد زر رکھتے ہیں جس قدر کہ روزمرہ کے مطالبات کی ادائی کے لیے ضروری ہو۔ لیکن زائد ذخیرہ کی شکل میں بہت کم نقد رکھتے ہیں۔ ان کے ذرائع کا ایک جزو جو بالعموم ایک بیش قرار رقم ہوتا ہے کن سل کے خریدنے میں مصروف کیا جاتا ہے جو بہت جلد قابل فروخت ہوتے ہیں؛ ان کے اطلاع قریب کے زر (یعنی عندالطلب قرضے) کی بھی خاصی مقدار ہوتی ہے۔ لیکن حقیقی نقد بدست بالعموم بہت قلیل مقدار میں ہوتا ہے اور یہ صرف اسی قدر ہوتا ہے جتنا کہ روزمرہ کے مطالبات کو ادا کرنے کے لیے ضروری ہو؛ چنانچہ اس کی مقدار بالعموم امانتوں کے پانچ فی صد سے بھی کم ہوتی ہے۔[1] لیکن یہ بنک اس نقد بدست کے علاوہ

---

[1] انگریزی بنک (بجز بنک آف انگلینڈ اور سرمایۂ مشترک کے ایک بڑے بنک کے) اپنے نقد کو الگ الگ درج نہیں کرتے؛ بلکہ سب کو ایک ساتھ رکھتے ہیں کہ فوراً نقد ہونے والے ذرائع کی مجموعی مقدار کتنی ہے چنانچہ

باب ۲۶ مرکزی بنک کاری کے نظام

بنک آف انگلینڈ میں بھی کچھ نقد امانتاً رکھتے ہیں، اور اس رقم کو وہ بالکل نقد بدست کے مساوی تصور کرتے ہیں۔ حساب گھر کے نظام کے بیان کے سلسلے میں یہ مذکور ہو چکا ہے کہ بنک آف انگلینڈ (جس سے مراد صرف صیغہ بنک کاری ہے) ایسے واسطے یا وسیلے کا کام بھی دیتا ہے جس کے ذریعے سے بنکوں کے باہمی واجبات کا تصفیہ بھی حساب گھر کے اصول پر نقد کے بجائے چکوں کے ذریعے سے ہوتا ہے جو بنک آف انگلینڈ کے نام جاری کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہر بڑا اور اہم بنک اس عظیم الشان مرکزی ادارے میں کچھ نہ کچھ نقد اپنے اپنے حساب میں جمع رکھتا ہے، جس کی مقدار حساب گھر کے طے کردہ لین یا دین کے مطابق وقتاً فوقتاً گھٹتی اور بڑھتی رہتی ہے؛ لیکن اس مقدار کو خاصی بڑی حد تک ہمیشہ برقرار رکھا جاتا ہے۔ ان نقد فاضلات سے حساب گھر کے قرضوں کی ادائی کا کام لیا جاتا ہے جو عام بے اطمینانی کی صورت میں یا کسی خاص بنک کے لین داروں کے غیر معمولی مطالبات کی صورت میں ایک محفوظ سرمایہ اور ذخیرے کا کام بھی دیتے ہیں۔

اس طرح بنک آف انگلینڈ کے صیغہ بنک کاری میں ایسی رقمیں معتد بہ مقدار میں بطور امانت رہتی ہیں جو اس کے ذمے دوسرے بنکوں اور اداروں کو واجب الادا ہوتی ہیں؛ ایسی رقمیں بھی اس کے پاس بطور "امانت" رہتی ہیں جو تجارت کرنے والے گاہکوں یعنی بالعموم بڑے پیمانے پر کاروبار کرنے والی انجمنوں، کوٹھی کا کاروبار کرنے والوں، شغل اصل کرنے والے دلالوں اور درمیانی آدمیوں کو واجب الادا ہوتی ہیں۔ ان عظیم المقدار واجب الادا رقوم کے مقابلے میں بنک پر کوئی قانونی ذمہ داری اس بارے میں عائد نہیں ہے کہ وہ نقد کی کسی مقررہ مقدار کا ذخیرہ رکھے۔ پھر بھی روایات اور رسم و رواج کے لحاظ سے وہ اس بات کا پابند ہے کہ "سرمایہ محفوظ" یا نقد کا ذخیرہ اپنے پاس رکھے، اور یہی وہ نقد ذخیرہ ہے جس کو تجارتی طبقہ بنک کاری کے کل نظام کی اساس یا پشت و پناہ تصور کرتا ہے۔

362

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ان کا نقد، اطلاع قریب کا زر، دوسرے بنکوں میں ان کی امانتیں اور بالعموم کن سل بھی اسی ایک مجموعے میں شامل کئے جاتے ہیں۔ ان کے نقد ذخیرے کے متعلق محض تخمینی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۲۶ مرکزی بنک کاری کے نظام

یہ توقع کی جاتی ہے کہ یہ نقد ذخیرہ واجب الادا رقوم کے ۴۰ یا ۵۰ فی صد کے مابین ہوگا؛ گویا یہ تناسب اس سے بہت زیادہ ہے جتنا روزمرہ کے مطالبات کو ادا کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اس حد تک بنک کا انتظام محض نفع حاصل کرنے یا اساسی طور سے نفع حاصل کرنے کی غرض سے نہیں کیا جاتا؛ بلکہ رفاہ عام کے ادارے کی حیثیت سے اس کا انتظام کیا جاتا ہے۔ بنک آف انگلینڈ اپنے صیغہ اجرا کی طرح جس کا انتظام از روئے قانون عمل میں آتا ہے، اپنے صیغہ بنک کاری کے ذریعے سے جو بروئے رسم و رواج منظّم ہے، انگلستان کے زر کے نظام کی مضبوطی اور استواری کا ضامن و محافظ ہے۔

بنک کا کثیر نقد ذخیرہ اور اس کے نتیجے کے طور پر اس کی آزادی اور طاقت اس کو دو طریقوں سے امداد و معاونت کرنے کے قابل بناتی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ بنک ہر جمع کنندے کو جو نقد حاصل کرنا چاہے نقد ادا کر سکتا ہے؛ اور کسی ضرورتمند شخص کو جو اس سے قرضہ طلب کرے رقم بطور قرض دے سکتا ہے۔ قرضہ دینے کے معنی "امانتیں تخلیق کرنا" ہیں؛ اور امانتیں تخلیق کرنیکے معنی یہ ہیں کہ قرض گیرندہ کی ایک محفوظ حیثیت قائم کی جاتی ہے؛ یعنی اگر اس کو نقد رقم کی ضرورت ہو تو وہ لے سکتا ہے، اور اگر اس کے دوسرے لین دار اس پر اچانک طور سے یا کثیر رقم کا تقاضا کر بیٹھیں تو اس کو اپنے ذمے کی رقوم ادا کر سکنے کا یقین دلایا جاتا ہے۔ بنک اس قسم کی امداد دوسرے بنکوں کو بھی ان کے آڑے وقت میں بشرطیکہ وہ دیوالیے نہ ہوئے ہوں دے سکتا ہے۔ وہ عام تجارتی طبقے کو بھی مدد دے سکتا ہے؛ اگرچہ عوام کی براہ راست مالی اعانت کرنا ممکن نہیں ہے؛ لیکن وہ دوسرے بنکوں کی مالی اعانت کر کے بالواسطہ ان کے ذریعے سے عوام کی بھی ان کے مصیبت کے وقت میں مدد کرتا ہے؛ اس لیے کہ وہ بنکوں کو مدد کرنے کے قابل بنا دیتا ہے۔

بنک اپنے نقد سرمایۂ محفوظ کو قائم رکھنے کی غرض سے اپنی شرح بٹہ کا تعین کرتا ہے؛ یعنی جب سرمایہ نامناسب حد تک گھٹ جائے تو وہ شرح بٹہ کو بڑھا دیتا ہے، اور جب سرمایہ ضرورت سے زیادہ بڑھ جائے تو شرح کو گھٹا دیتا ہے۔ یوں تو ہر بنک قدرتی طور سے یہی حکمت عملی اختیار کرے گا؛ لیکن بڑے بڑے اور ملک کے

باب ۲۶ مرکزی بنک کاری کے نظام

سربرآوردہ ادارے جن کا یہ بنک خود ایک نمونہ ہے، اس حکمت عملی پر سب سے زیادہ استقلال اور شد و مد کے ساتھ عمل کرتے ہیں۔ بنک کی شرح بٹہ کے تغیرات تجارت خارجہ کے نظام سے بہت گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان کا تعلق فلزی زر کی ایک ملک سے دوسرے ملک میں نقل پذیری سے بھی قریبی ہوتا ہے۔

صنعتی بحران کے زمانے میں اس تمام نظام کا عمل نہایت عجیب و غریب ہوتا ہے؛ اور اگرچہ بحران کے تفصیلی بیان کو آئندہ صفحات کے لیے ملتوی کر دینا ضروری ہے، لیکن ایسے زمانوں میں صیغۂ بنک کاری اور صیغہ اجرا میں جو خاص تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں ان کا یہاں بیان کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔ 363 یہ عجیب و غریب تعلق حسب ذیل ہے:- جو تجویز بحران کی روک کے لیے اختیار کی گئی تھی "اسی کو ملتوی کر کے اس کے اثرات کو زائل کیا جاتا ہے۔" جب موجودہ نظام سنہ ۱۸۴۴ء میں قائم ہوا تو بحران کا سبب غیر منظم اجرا فرض کر کے یہ توقع کی گئی تھی کہ نوٹوں کے اجرا کی شدید تحدید بحران کو روکے گی لیکن تجربے سے فوراً یہ بات معلوم ہو گئی کہ یہ توقع بے بنیاد تھی۔ بحران متعدد دفعہ نمودار ہوئے اور اثرات کے لحاظ سے وہ پہلے کے مقابلے میں کم شدید نہ تھے۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ بحران کے زمانے میں جو دباؤ پڑتا تھا اس کا رخ صیغہ بنک کاری کی جانب ہو جاتا تھا۔ اور یہی بنک کا وہ شعبہ تھا جس کی جانب نقد کے لیے سب بنک جو اس میں امانت رکھتے تھے ہاتھ پھیلاتے تھے؛ اور یہی وہ مرکز تھا جس کی سمت ضرورتمند اور مصیبت زدہ بنک اور تجارتی کمپنیاں قرضہ حاصل کرنے کے لیے رجوع ہوتی تھیں۔ نتیجہ یہ کہ سنہ ۱۸۴۷ء کے بحران میں، یعنی سنہ ۱۸۴۴ء کے قانون کے منظور ہونے کے بہت تھوڑی مدت بعد، بنک کے صیغۂ بنک کاری کو دو قسم کے مطالبات کا سامنا کرنا پڑا، ایک تو نقد کا فراہم کرنا دوسرے قرضے دینا۔ اس بنا پر بنک نے سنہ ۱۸۴۴ء کے قانون کے عملدرآمد کا عارضی مدت کے لیے التوا حکومت سے منظور کروایا۔ یعنی اس نے قانون کی مقرر کردہ مقدار سے زائد نوٹوں کو فلزی بنیاد کے بغیر اپنے صیغہ اجرا سے جاری کرنے کا اختیار حاصل کیا۔

باب ۲۶ مرکزی بنک کاری کے نظام

یہ ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ معمولی حالات میں صیغۂ بنک کاری کا تعلق صیغۂ اجرا سے ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ عوام کا ہوتا ہے۔ صیغۂ بنک کاری میں جو نوٹ رہتے ہیں ان کی عند الطلب نقد ادائی کرنا صیغۂ اجرا کے لیے ضروری ہوتا ہے، اور اس کے نقد زر کا بیشتر حصہ عام طور سے نوٹوں کی شکل ہی میں ہوتا ہے۔ لیکن جب قانون کا عملدرآمد ملتوی کر دیا گیا تو صیغۂ بنک کاری صیغۂ اجرا میں تمسکات پیش کر کے سبادلتہً نوٹ حاصل کر سکتا تھا۔ اس طرح صیغۂ اجرا مبنی بر تمسکات زائد نوٹوں کو صیغۂ بنک کاری کے حوالے کر کے شعبۂ مذکور کے نقد ذخیرے میں اس مقدار کی حد تک اضافہ کرتا تھا۔ صیغۂ اجرا پر کسی نے کبھی بدگمانی کی نظر نہیں ڈالی اور نہ اس کے خلاف کوئی بے اطمینانی پیدا ہوئی۔ بنک آف انگلینڈ کے جاری کردہ نوٹوں کی نیک نامی بدستور قائم ہے؛ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس کی نیک نامی ۱۸۴۴ء کے پیشتر سے قائم چلی آرہی ہے۔ اس طرح قانون کا التوا ایک ایسے وسیلہ کا کام دیتا ہے جس سے صیغۂ بنک کاری کو شدید علی ضرورت کے زمانے میں زر نقد کی زائد مقدار بہم پہنچتی ہے۔

گویا محض زر نقد زائد مقدار میں حاصل کرنے کے اس امکان نے بے اطمینانی دور کرنے اور بحران کے اثر کو زائل کرنے کا کام انجام دیا۔ ایسے زمانے میں حقیقت میں جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ تحفظ ہے؛ یعنی یہ یقین و اطمینان کہ بوقت ضرورت مالی امداد مل جائے گی۔ مخلوق زر نقد نہیں چاہتی؛ بلکہ وہ یہ چاہتی ہے کہ عند الضرورت اسے زر نقد ملنے کا یقین حاصل ہو جائے۔ اس طرح قانون کے التوا کا اثر یہ ہوتا ہے کہ زر نقد کی زائد رسد جو امکانی لحاظ سے غیر محدود ہے صیغۂ بنک کاری کو مل جاتی ہے۔ محض اسبات کا علم کہ ایک ایسا ذریعہ بھی موجود ہے اعتماد کی بحالی کا موجب ہوتا ہے۔ درحقیقت بنک کو بے فلز کی بنیاد پر زائد نوٹ کثیر مقدار میں جاری کرنے کی ضرورت کبھی پیش نہیں آئی۔ قانون سب سے اول ۱۸۴۷ء میں ملتوی کیا گیا، اس کے بعد ۱۸۵۷ء میں اور پھر ۱۸۶۶ء میں۔ اضطراب کے آخری زمانے میں التوا کا معاملہ زیر غور رہا، لیکن فی الواقع اس نے عملی صورت اختیار نہیں کی۔ علاوہ ازیں یہ بھی کہہ دینا مناسب ہوگا کہ گزشتہ

باب ۲۶ مرکزی بنک کاری کے نظام

نصف صدی کے دوران میں بنک کو اپنی عام ذمہ داری کو جو عوام الناس کی جانب سے اس کے سر پر عائد کی گئی ہے کامل طور سے محسوس کرنے اور اچھی طرح سمجھنے کا موقع ملا اور ابتدائی اضطراب کے حالات کا موثر طریقے سے اور مستعدی کے ساتھ مقابلہ کرنے کا تجربہ بھی حاصل ہوا۔

بحالت موجودہ بنک آف انگلینڈ کی ذمہ دارانہ حیثیت اس وجہ سے بھی زیادہ دلچسپ ہے کہ وہ بنک آف فرانس کی طرح نہ صرف ایک خانگی ادارہ ہے، بلکہ اپنے اس بڑے حریف کے برعکس اس کا انتظام قطعاً سرکاری مداخلت کے بغیر انجام پاتا ہے۔ اس کا انتظام کرنے والے ساہوکار بھی نہیں ہیں۔ انتظام کی غرض سے ڈائرکٹروں کی ایک مجلس مقرر ہے، اور اس کی رکنیت کی لازمی شرط قدیم رسم کی رو سے یہ ہے کہ رکن ساہوکاروں کی جماعت سے نہ ہو[۱]؛ ارکان خود اپنی ہی جماعت میں سے دو آدمیوں کو بنک کا گورنر اور نائب گورنر منتخب کر لیتے ہیں، جن میں سے ہر ایک صرف دو سال کے لیے مقررہ خدمتوں پر مامور رہتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایک بڑے اجتماعی بنک کے نظام کا خاکہ ارادۃً مرتب کرنا چاہے تو کبھی اس قسم اور پایہ کا ادارہ قائم نہیں ہو سکتا؛ حقیقت یہ ہے کہ قیاس استخراجی کی رو سے اس کو بدترین قسم کا انتظام خیال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی اکثر انگریزی اداروں کی طرح جنھوں نے امتحانی طور سے نشو و ترقی پائی اور جو قدیم روایات کی پابندیوں میں جکڑے رہے، یہ بنک فی الحقیقت نہایت خوبی کے ساتھ عمل کرتا ہے۔

۴۔ جرمنی کا شہنشاہی بنک، امپیریل بنک آف جرمنی یا رائش بنک ایک حد تک بنک آف انگلینڈ کے نمونے پر منتظم ہے۔ لیکن اس کی تقلید کرنے میں بعض اعتبارات سے اصلاح و ترمیم کر لی گئی ہے؛ بایں ہمہ اس کا حقیقی عمل ان عظیم اختلافات سے بہت متاثر ہوا ہے جو ان دونوں ملکوں کے

---

[۱] یہ بیان شرائط کا تابع ہے۔ اس قسم کے اشخاص جنھیں انگریز "تاجروں" کا لقب دیتے ہیں، لیکن جن کا کاروبار زیادہ تر بنک کاری کی نوعیت رکھتا ہے ڈائرکٹر بن سکتے ہیں۔

کاروباری عادات و خصائل کے مابین پائے جاتے ہیں۔

شہنشاہی بنک ۱۸۷۵ء میں قائم ہوا اور انگلستان کی طرح یہاں بھی یہ توقع تھی کہ انجام کار وہی نوٹ جاری کرنے والا واحد ادارہ بن جائے گا۔ انگلستان کی طرح یہاں بھی نوٹ جاری کرنے والے بنکوں کو جو پہلے سے موجود تھے اجرائے نوٹ کی اجازت دی گئی؛ لیکن یہ اجازت بہت کچھ تحدید کے تابع تھی[۱]۔ چنانچہ جتنے نوٹوں کا اجرا ان بنکوں کی جانب سے موقوف ہوتا رہا اتنے نوٹ ریش بنک جاری کرتا تھا۔ اس طریق پر بتدریج ریش بنک کو عملاً اجرائے نوٹ کا اجارہ حاصل ہوتا گیا یہاں تک کہ دوسرے بنکوں کے جاری کردہ نوٹوں کی مجموعی تعداد اس بنک کے نوٹوں کے مقابلے میں ۱/۱۰ حصہ ہو کر رہ گئی۔ ریش بنک کے لیے (اور چھوٹے بنکوں میں سے ہر ایک کے لیے بھی) بے فلزی بنیاد کے نوٹوں کی تعداد کو محدود رکھنے کا اصول قرار دیا گیا۔ ۱۹۰۹ء تک بنک ۵۰,۰۰۰,۰۰۰ مارک کے نوٹ جاری کر سکتا تھا، جن کی بنیاد کے طور پر نقد زر رکھنا ضروری نہ تھا؛ لیکن اس مقدار سے زائد نوٹ جاری کرنے کی صورت میں ہر مارک کے نوٹ کے لیے مساوی القدر مارک نقد کی شکل میں ذخیرے میں رکھنا ضروری تھا۔

لیکن بے فلزی بنیاد کے نوٹوں کی تفصیلی تنظیم کا عمل انگریزی طریقے سے مختلف طریق پر انجام پاتا ہے۔ اولاً یہ ضروری نہیں ہے کہ فلزی بنیاد کے بغیر جاری کردہ نوٹوں کے لیے جو تمسکات رکھے جائیں وہ انگلستان کی طرح سرکاری تمسکات ہوں؛ یہ تمسکات معمولی بٹہ کٹے ہوئے کاغذ کی شکل میں بھی رکھے جا سکتے

---

[۱] جرمنی میں نوٹ جاری کرنے والے دوسرے بنک صرف یہ ہیں: ۔ اسٹیٹ بنک آف بویریا، اسٹیٹ بنک آف سیکسنی، اسٹیٹ بنک آف ورٹم برگ، اور اسٹیٹ بنک آف باڈن ۔ ان کے بے فلزی بنیاد کے جاری کردہ نوٹوں کی مجموعی مقدار ۱۹۰۹ء میں ۶۸,۸۰۰,۰۰۰ مارک تھی۔ ان بنکوں کو اہل جرمنی بالعموم "خانگی بنک" کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اور یہ محض "ریش بنک" سے ان کو ممیز کرنے کی خاطر ہے لیکن متن میں جہاں کہیں میں نے جرمنی کے "خانگی بنک" لکھا ہے وہاں میرا مطلب ان بنکوں سے نہیں ہے بلکہ ان متعدد خانگی حیثیت رکھنے والے غیر سرکاری بنکوں سے ہے جن کو نوٹ جاری کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

متعلق ہوتے ہیں۔ ان خط کشیدہ الفاظ کے متعلق قرار دیا گیا ہے کہ وہ بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کو خارج از بحث کر دیتے ہیں اور اسی لئے (Suffell) کے مقدمے کے فیصلے کو متاثر نہیں کرتے۔

کھو جانا کسی تحریری دستاویز کے کھو جانے سے فریقین کے حقوق پر صرف اسی قدر اثر پڑتا ہے کہ اس کے ثبوت میں مشکل پیدا ہو سکتی ہے[1]۔ مگر اس قاعدے کا ایک استثنا بلس آف اکسچینج اور پرامیسری نوٹوں کی صورت میں ملتا ہے[2]۔ اگر مالک[3] اسے کھو دے تو اس کے متعلق اپنے حقوق سے محروم ہو جاتا ہے بجز اس کے کہ وہ اس فریق کو جو اس کے تحت سب سے پہلے ذمہ دار گردانا جائے گا، ممکنہ مطالبات سے بری رکھنے کے لئے آمادہ ہو۔

دیوالیہ ہونا دیوالیہ ہونے سے قانوناً ان دیون اور ذمہ داریوں سے جو دیوالیہ پن کے تحت ثابت کی جا سکتی ہیں رہائی مل جاتی ہے۔ بشرطیکہ وہ عدالت سے ایک حکم براءت حاصل کرے۔ اس طریقۂ اختتام کی جانب صرف توجہ کو منعطف کرانا کافی ہے۔ دیوالیہ پن کی نوعیت و اثرات یا احکام بیانک رپٹسی ایکٹ بابت ۱۹۱۴ء پر جو اس مسئلے کے سابقہ قوانین پر حاوی ہے، بحث کی ضرورت نہیں۔
جب کوئی شخص، دیوالیہ ہو جائے تو اس کی جائداد ایک امین کی طرف منتقل ہو جاتی ہے جو اس حد تک جس حد تک حقوق معاہداتی (*Ex contractu*) کا تعلق ہے (یعنی کسی اور چیز سے بحث نہیں) حقوق دیوالیہ کا استعمال کر سکتا ہے اور وہ بعض ایسے امور بھی کر سکتا ہے، جو دیوالیہ خود نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ معاہدات کو باقی

---

[1] جب دستاویزوں کا کھو جانا ثابت کر دیا جائے تو اس قرضے کی (جو قانون میعاد سماعت کے لحاظ سے خارج ہو جاتا ہے) تحریری رسید کے مندرجات کے متعلق زبانی شہادت دی جا سکتی ہے۔(Haydow v. Williams, 7 Bing. 163) قانون فریب (اسٹاچوٹ آف فراڈس) کے تحت میمورنڈم کا معاملہ صاف نہیں ہے (Nichol v. Bestwick, 28 L. J. Ex. 4.)

[2] Hansard v. Robinson, 7 B. & C. 90.

[3] Conflans Qnarry Co. v. Parker, L. R. 3 C. P. 1.

۱۔ ۲۷
مرکزی بنک کاری کے نظام

محصول ادا کیا جائے[1]۔ اس میں شک نہیں کہ یہ انتظامی طریق جس وقت اختیار کیا گیا تھا اس وقت عدیم النظیر تھا لیکن اس کا محرک واضح طور سے انگلستان کا وہ بھدا طریق عمل تھا جو "قانون بنک" کے عارضی التوا کی شکل میں ضرورۃً اختیار کیا گیا تھا۔ اس امر کو تسلیم کرتے ہوئے کہ ایسا زمانہ بھی آئے گا جبکہ آزادی کے ساتھ نوٹ جاری کرنا بڑی حد تک پسندیدہ اور موزوں ہو سکتا ہے جرمنوں نے اس انتظام کو بحال خود قائم رکھا (اگرچہ اس میں انھیں نقصان برداشت کرنا پڑا)؛ اور اس کے قائم رکھنے کی شکل محصول کی ادائی تھی، جو اس قدر بھاری تھا کہ تاوقتیکہ حقیقت میں اجرائے نوٹ کی ضرورت داعی نہ ہو اس پر عمل پیرا ہونے میں وہ مزاحمت پیدا کرتا تھا۔ یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ یہ زائد اجرا جس پر بھاری محصول عائد کیا گیا تھا، ایک عارضی مگر شدید ضرورت کو پورا کرتا تھا۔ لیکن جرمنی جیسے ملک میں، جہاں امانتی بنک کے کاروبار نے بہت کم نشوونما ترقی پائی ہے، اس کا عمل ایسے حالات کے تحت وقوع پذیر ہوتا ہے جو انگلستان کے حالات سے بہت مختلف ہیں۔ اس میں کلام نہیں کہ زائد نوٹ جاری کرنے کے طریق کو ریشں بنک نے اکثر استعمال کیا ہے، اور وہ خاص کر ایسے زمانے میں جبکہ قوم کو بنکوں کی جانب سے قرضے کی صورت میں زر کی کثیر مقدار میں ضرورت تھی بہت کارآمد ثابت ہوا۔ لیکن اس کا استعمال انگلستان کے قانون کے التوا یا قانون کو ملتوی کرنے کی دھمکی کی طرح مالی اضطراب کا پیش خیمہ یا علاج نہ تھا۔

ملک کے عام بنک کاری کے نظام سے تعلق کی حد تک ریشں بنک، بنک آف انگلینڈ سے اس قدر مماثلت نہیں رکھتا جس قدر کہ بنک آف فرانس سے رکھتا ہے، اگرچہ اکثر اعتبارات سے وہ اپنے مخصوص طریقوں پر عمل پیرا ہے۔

---

[1] لیکن ریشں بنک کو ۱۹۰۱ء میں ایک مزید قانون کی رو سے یہ اجازت حاصل ہوئی کہ محصول ادا کئے بغیر وہ مارچ، جون، ستمبر اور دسمبر کے مہینوں کے آخر میں ۲۰۰،۰۰۰،۰۰۰ مارک کے نوٹ جاری کر سکتا ہے۔ اس زمانے کے لیے اجازت دینے کا مقصد محض یہ ہے کہ سہ ماہی ادائیوں کے سلسلے میں اس زمانے میں مانگ عام طور سے بڑھ جاتی ہے۔

باب ۳۶ مرکزی بنک کاری کے نظام

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، جرمنی میں انگلستان کی طرح امانتوں اور چکوں کا وسیع پیمانے پر استعمال نہیں ہوتا؛ اور نہ وہاں امانتوں کی شکل میں بنک کے ذمے کثیر رقوم واجب الادا ہوتی ہیں۔ اگرچہ وہاں فرانس کے مقابلے میں پھر بھی امانتوں کا استعمال زیادہ وسیع پیمانے پر ہوتا ہے؛ نہ صرف ریش بنک بلکہ بڑے بڑے خانگی بنکوں نے بھی اس قسم کے بنک کے کاروبار کو فروغ و ترقی دینے میں بہت کچھ حصہ لیا ہے، اور اس کے نتائج بھی عمدہ برآمد ہوئے ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ نتائج ایسے عظیم الشان نہیں ہیں جیسے کہ انگریزی بولنے والے ملکوں میں از خود رونما ہوئے ہیں۔ چونکہ خانگی بنک رسم و رواج کی بنا پر امانتوں کا وسیع استعمال کرنے سے معذور رہیں، اور از روئے قانون وہ نوٹ جاری نہیں کر سکتے؛ اس لیے وہ مالی امداد کے لیے ریش بنک کی جانب رجوع ہوتے ہیں اور تجارتی قرضے حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ جرمنی میں بحیثیت مجموعی جتنے تجارتی کاغذ پر بٹہ کاٹا جاتا ہے اس کا تقریباً نصف حصہ زیادہ تر دوسرے بنکوں کی جانب سے دوبارہ بٹہ کٹنے کے بعد ریش بنک کے ہاتھ میں پہنچتا ہے۔ ریش بنک نے جرمنی میں وسیع پیمانے پر متعدد شاخیں قائم کر کے ان کے ذریعے سے آزادانہ مبادلات میں بہت بڑی سہولتیں پیدا کر دی ہیں؛ اس نے صنعتوں کی بڑی حد تک خدمت کی ہے؛ اور یہ خدمت ایسی قوت و توانائی اور عزم راسخ کے ساتھ انجام دی گئی ہے جو موجودہ نسل کے جرمنوں کی خصوصیت خاصہ ہے۔ بنک آف فرانس کی طرح، اگرچہ یہ بنک ایک خانگی بنک ہے؛ لیکن اس کے انتظام کے لیے حکومت کی جانب سے اشخاص مقرر کیے جاتے ہیں، عوام کے دیگر بڑے بنکوں کی طرح اس کا انتظام انفرادی یا ذاتی منافعے کی بجائے رفاہ عام اور عام مفاد کو پیش نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔

367

۵۔ جنگ عظیم (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) کے زمانے میں ان سب بڑے اداروں کی توجہ ان کے معمولی افعال انجام دینے سے ہٹا کر جنگ کے اغراض میں کام کرنے کی جانب پھیر دی گئی تھی۔ یہ سچ ہے کہ یہ چیز ایک حد تک متوقعہ تھی، اور اس کے متعلق تدابیر بھی اختیار کیے گئے تھے۔ خاص کر برِاعظم یورپ کے

باب ۲۲ مرکزی بنک کاری کے نظام

بنکوں کو ایسی سرکاری ایجنسیاں تصور کیا گیا تھا جن کا مقصد جنگ اور امن کے زمانے میں یکساں طور سے خدمت انجام دینا تھا۔ سونے کا ایک کثیر المقدار ذخیرہ فراہم کرنے کا عمل فرانس اور جرمنی دونوں ملکوں میں ایک مدت دراز سے جاری تھا، اور اس فراہم کردہ ذخیرے کو فوجی ساز و سامان کا ایسا ذخیرہ خیال کیا جاتا تھا جو مستقبل میں کارآمد ہوگا۔ جنگی اور سیاسی اغراض کے لیے اسکے اضافے اور اثر کے متعلق بہت مبالغہ آمیز خیالات قائم کئے گئے تھے۔ سونے کے بارے میں ایک طرح کا توہم پیدا ہو گیا تھا، اور اس کو بہت اہمیت دی جاتی تھی، کہ گویا محض چند کروڑ طلائی سکوں کی تملیک جنگی تیاری کو بڑھادے گی۔ فی الحقیقت یہ سونا انجام کار اس حد تک جس حد تک کہ وہ ممالک غیر سے اشیا حاصل کرنے کے معاوضے میں باہر بھیجا گیا فوجی اغراض میں صرف ہوا؛ ورنہ جنگ کے لیے وہ کسی دوسرے طریقے سے کارآمد نہ تھا، بجز اس کے کہ ایک مدت کے لیے ایک موہوم ساجذبہ یہ پیدا کرے کہ بعض پوشیدہ اسباب کی بنا پر وہ قوت کا ایک ستون اور رکن ہے۔ بنکوں نے جو مادی خدمت انجام دی وہ دوسرے طریقوں سے انجام دی گئی۔ محاصل اور تمسکات کی آمدنی کی توقع میں وہ حکومت کے لیے قلیل المدت قرضہ جات حاصل کرنے کا وسیلہ یا ذریعہ تھے؛ اور سب سے بڑھ کر وہ غیر بدل پذیر کاغذ جاری کرنے کا وسیلہ تھے، جو عارضی طور سے ایک موثر ذریعہ ثابت ہوا اگرچہ انجام کار اس سے مضر اور تباہ کن اثرات رونما ہوئے۔

یہ بیان ہو چکا ہے کہ زر کاغذی کا استعمال کس حد تک کیا گیا۔ فلزی صورت میں ادائی کرنے کے طریق کو موقوف کرنا اور غیر بدل پذیر نوٹ جاری کرنا جنگ کے ناگزیر حادثات خیال کئے جاتے تھے؛ نہ صرف اس وجہ سے کہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں بنکوں اور خزانوں پر عام یورش ہونے کا امکان تھا اور اس طرح فلزی ذخائر کے ختم ہو جانے کا اندیشہ تھا؛ بلکہ اس وجہ سے بھی کہ بنکوں کی جانب سے حکومت کو قرضہ دیا جانا ہی ایک واحد مالی ذریعہ تھا جس سے فی الفور بڑے پیمانے پر استفادہ کیا جاسکتا تھا۔ انگلستان میں ان قرضوں کی شکل زیادہ تر امانتی اعتبار کی تھی؛ جرمنی اور فرانس میں قرضے زیادہ تر بنک کے نوٹوں کی شکل میں حاصل کئے گئے۔ اگر انتظام

368

باب ۲۶ مرکزی بنک کاری کے نظام

اچھی طرح احتیاط کے ساتھ کیا جائے تو اس قسم کے قرضے دینے سے حکومت کے خزانوں کی بہت بڑی خدمت انجام دی جا سکتی ہے، اور عوام کے حق میں بھی کوئی مضر نتائج رونما نہیں ہوتے۔ چنانچہ فرانس کے ابتدائی تجربے میں ایسا ہی ہوا تھا۔ ۱۸۷۰ء تا ۱۸۷۱ء کی جنگ کے زمانے میں بنک آف فرانس کے نوٹ اس طریق پر استعمال کیے گئے کہ ان سے مالی مشکلات کو حل کرنے میں بڑی مدد ملی، اور پھر بھی زائد اجرا کے نقائص رونما نہیں ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں جب جنگ چھڑی تو جرمنی کے ذہن میں بھی کچھ اسی طرح کا خاکہ تھا: کہ عارضی مدت کے لیے غیر بدل پذیر زر کاغذ جاری کیا جائے گا، قلیل مدت کے لیے جنگ جاری رہیگی، اس کے اختتام پر معمولی حالات کی جانب سرعت کے ساتھ عود کیا جائے گا اور از سر نو طلا کی بنیاد قائم کر دی جائے گی، مفتوحہ قوموں سے وصول کردہ تاوان جنگ سے جنگی مصارف ادا کیے جائیں گے اور اس طرح کل معاملات کا تصفیہ ہو جائے گا۔ لیکن جنگ عظیم کے طول کھینچنے کی وجہ سے اس قسم کی تمام تجاویز اور اندازے درہم و برہم ہو گئے۔ بنک آف جرمنی اور بنک آف فرانس سے کروڑوں بلکہ اربوں مارک اور فرانک بطور قرض حاصل کیے گئے؛ نتیجہ یہ ہوا کہ ان بڑے اداروں کے معاملات ان کی متعلقہ حکومتوں کی قسمتوں سے ناگزیر طریقے پر وابستہ ہو کر رہ گئے، اور ان کی سرگزشت اس پر آشوب زمانے کی عام مالی اور سیاسی تاریخ کا جزو بن گئی۔

بنک آف انگلینڈ دوسرے بڑے بنکوں کے مقابلے میں اس قسم کی الجھن اور مصیبت میں نسبتہً کم گرفتار ہوا؛ جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ برطانوی حکومت اس قدر شدید مالی مشکلات میں مبتلا نہ ہوئی تھی۔ بظاہر فلز کی صورت میں ادائی کے طریق کو بنک نے موقوف نہیں کیا، اور نہ اس نے مقررہ حدود سے تجاوز کر کے زائد مقدار میں نوٹ جاری کیے۔ گو فلزی ادائی کا طریق باقاعدہ طور سے موقوف نہیں کیا گیا، لیکن جس واحد غرض کے لیے (یعنی برآمد کے لیے) سونا طلب کیے جانے کا امکان تھا، اسے ناممکن بنا دیا گیا تھا۔ اس سے بھی زیادہ اہم یہ امر تھا کہ امانتوں کی مقدار بڑھ گئی تھی؛ اور اس شکل میں جتنی قوتِ خرید دستیاب ہو سکتی تھی وہ سب قرضوں کی صورت میں حکومت کی امداد

کے لیے پیش کر دی گئی تھی۔ اسی کے ساتھ حکومت نے خود اپنا زر کاغذی (خزانے کے نوٹ) چھوٹی چھوٹی رقموں کے لیے جاری کیا تاکہ روزمرہ کے استعمال میں جو کام پہلے ساورن سے لیا جاتا تھا وہ ان سے لیا جا سکے۔ بنک سخت شرائط کے تحت اس غیر بدل پذیر زر کاغذی کا تقسیم کنندہ اور منتظم بن گیا۔ اس طرح انگلستان میں جو تدابیر اختیار کیے گئے تھے وہ براعظم کے طریقوں سے مختلف تھے؛ یہاں نوٹوں کا اجرا اتنی کثیر مقدار میں نہیں ہوا اور ان کی قیمت بھی کم گھٹی؛ لیکن نتیجہ یکساں تھا: یہ عظیم الشان بنک اپنے مسلمہ حقوق و وقار کے باوجود مالی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے زائد اجرائے زر کا ایک وسیلہ بن گیا۔

۶۔ ان تلخ تجربات کا ایک دیرپا نتیجہ ممکن ہے کہ یہ ہو کہ چھوٹے موٹے پیمانے کے کاروبار کے لیے زر کاغذی کے استعمال میں مستقل تغیر واقع ہو جائے۔

زر رواں میں سونے کی مقدار کی اضافی کثرت کے بارے میں اہل الرائے حضرات کے خیالات کی رو عجیب و غریب رہی ہے۔ جیسا کہ کسی پچھلے باب[1] میں بیان کیا جا چکا ہے، یورپ کے ملکوں میں مدت سے یہ میلان رہا ہے کہ زر کاغذی بڑی رقوم کی حد تک جاری کیا جائے، تاکہ اس طرح روزمرہ کے لین دین کے لیے سونے کے سکے استعمال ہوتے رہیں۔ چنانچہ انگلستان میں ساورن، فرانس میں نپولین (۲۰ فرنک کے سکے) جرمنی میں ۲۰ مارک کے سکے چھوٹے موٹے کاروباروں میں کثیر مقدار میں استعمال کیے جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ اس صورت حالات کو اکثر علمائے معاشیات اور قائدان ملک مضر خیال کرنے لگے۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ زر کاغذی کیوں نہ استعمال کیا جائے؟ انگلستان میں ایک پونڈ کے نوٹ جاری کرنے کے بارے میں بہت زور دیا جا رہا تھا، جیسا کہ اسکاٹ لینڈ میں مدتوں سے عادۃً عمل ہو رہا تھا، اور نوٹوں نے وہاں پونڈوں کی جگہ لے لی تھی۔ تجویز یہ تھی کہ اس طرح جو سونا

[1] باب ۲۴۔

باب ۲۶ مرکزی بنک کاری کے نظام

گردش کرنے سے بچ رہے اس کو بنک آف انگلینڈ کے حوالے کر دیا جائے تاکہ بنک کے ذخیرۂ طلا کو اس سے تقویت پہنچے۔ فرانس اور جرمنی میں بھی اسی پالسی کی تائید کی گئی۔ اکثر لوگ خیال کرتے تھے کہ سونے کے سکوں کے بڑے بڑے مرکزی ذخیرے قائم کرنے کی بنا پر صرف زر کاغذی استعمال کرنے میں کفایت نہ ہوگی، بلکہ اس کے علاوہ دوسری سہولتیں بھی حاصل ہوں گی۔ یہ فرض کر لیا گیا تھا کہ بین الاقوامی تجارت اس وقت زیادہ سہولت کے ساتھ اپنا عمل کرنے لگے گی جبکہ سونے کا ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانا صرف ایک مرکزی بنک سے دوسرے مرکزی بنک میں منتقل ہونے کے مرادف ہوگا اور ملک کے اندر مبادلے کے انتظام میں اس سے کوئی تغیر نہ واقع ہوگا[1]، یہ بیشک بہت بڑی سہولت تھی، مگر یہ نقائص سے بھی کسی حال خالی نہ تھی۔ علیٰ ہذا یہ خیال بھی (جو پہلے بیان کیا جا چکا ہے) کچھ کم موثر نہ تھا کہ سونے کے کثیر ذخیرہ کا بآسانی دستیاب ہو سکنا فوجی اور سیاسی طاقت کا ایک سرچشمہ تھا؛ یا یوں کہو کہ زمانہ جنگ اور زمانہ امن کی شدید ناگہانی ضرورتوں کے مقابلے کے لیے ایک طرح کی تیاری تھی۔ بہرکیف مرکزی بنکوں میں یا انھی کے مماثل مخزنوں میں سونے کے ذخائر قائم کرنے کے طریق کو اکثر حلقوں میں پسند کیا گیا؛ حتیٰ کہ ۱۹۱۴ء میں جنگ چھڑنے سے بیشتر ہی اس کی طرف چھوٹی رقموں کے نوٹ زیادہ کثیر مقدار میں استعمال کرکے اقدام کیا گیا تھا۔

370

جیسے جیسے سونا جنگ کرنے والے ملکوں میں گردش سے غائب ہوتا تھا ویسے ویسے روزمرہ کے کاروبار کے لیے مناسب رقموں کے نوٹوں کو ضرورۃً جاری کرنا پڑا[2]

[1] بین الاقوامی ادائیوں کی بحث کے سلسلے میں اس موضوع کی تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے باب (۳۲)۔

[2] یہی صورت حال چاندی کے سکوں اور دیگر ذیلی سکوں کی تھی۔ جب زر کی قدر و قیمت گھٹتے گھٹتے یہاں تک نوبت پہنچی (جیسا کہ فرانس، جرمنی اور اٹلی میں ہوا) کہ چاندی کے سکوں کو پگھلانا منفعت بخش ثابت ہوا تو یہ سکے رواج سے غائب ہو گئے، باوجودیکہ سکہ پگھلانے کی سخت ممانعت تھی اور سخت سزائیں تجویز کی گئی تھیں؛ اور ریزگاری کی نامناسب قلت کو رفع کرنے کی غرض سے چھوٹی رقموں کے نوٹ جاری کرنے پڑے۔ قیمت زر کی تخفیف کی تقریباً سب صورتوں میں حکومتیں اس صورت حال کا مقابلہ کرنے میں ناکام رہیں؛ چنانچہ چھوٹی رقموں کا زر کاغذ اس طرح متعدد شہروں کی جانب سے یا مقامی جماعتوں کی جانب سے بلکہ بعض اوقات خانگی اشخاص کی جانب سے بھی جاری کیا جاتا تھا۔ اس قسم کے ناجائز یا نیم ناجائز اجرا کا تجربہ زر کے تجربات کے عجائب و غرائب میں سے ہے۔ جس وقت قدر زر کی تخفیف ایسی انتہائی صورت اختیار کر لے وہاں مناسب و معقول طریقہ یہ ہے کہ چھوٹے سکوں کے لیے چاندی سے بھی ارزاں فلز یا کھوٹ استعمال کیا جائے۔ چھوٹی رقموں کے کریہ المنظر اور چھوٹے نوٹ ناقابل برداشت مہملات ہوتے ہیں۔

باب ۲۶ مرکزی بنک کاری کے نظام

اس قسم کا زر کاغذی اگر مستقل مدت کے لیے نہیں تو ایک مدت دراز تک یقیناً رواج میں رہا۔ سنہ ۱۹۱۴ء سے پیشتر انگلستان، فرانس اور جرمنی میں جملہ شعبوں میں جتنے سونے کے سکے رائج تھے ان کی جگہ پر کرنے سے آئندہ عہد یہ ادائی فلز کی کوشش اور زیادہ دشوار ہو جاتی۔ اسی کے ساتھ یہ واقعہ بھی بڑی حد تک قابل لحاظ تھا کہ گزشتہ زمانے میں اس قسم کے زر کاغذ کے ذاتی نقائص کے بارے میں جو خیالات قائم کیے گئے تھے وہ متزلزل ہو چکے تھے؛ چنانچہ یہ امر ناگزیر ہو گیا تھا کہ سونے کے کاغذی نمائندے یورپ کے سب سے زیادہ قدامت پرست ملکوں میں بھی اسی آزادی کے ساتھ استعمال کیے جائیں جس طرح کہ ریاستہائے متحدہ میں کیے جاتے تھے جہاں ایک مدت دراز سے چھوٹی رقموں کے نوٹ استعمال کرنے کے طریق پر عمل ہو رہا تھا۔

371

باب بست و ہفتم
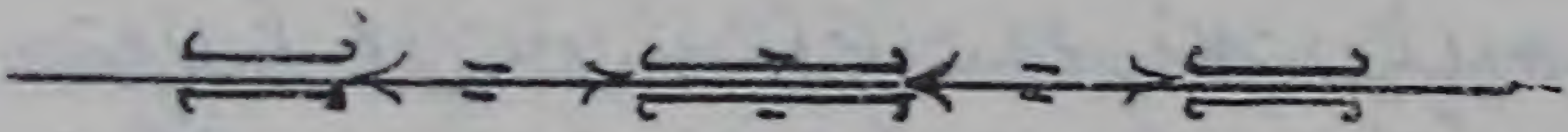
ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

(۱) قدیم قومی بنک کا طریق؛ اجرائے نوٹ کی ضمانت کے طور پر تمسکات (بونڈ)۔ (۲) امانتوں کی تنظیم؛ قدیم طریقے کے تحت سرمایۂ محفوظ کے لوازم۔ اس کے محاسن و نقائص۔ (۳) وفاقی سرمایۂ محفوظ کا نظام؛ وفاقی سرمایۂ محفوظ کی مجلس اور وفاقی سرمایۂ محفوظ (فڈرل رزرو) کے بنک۔ (۴) نوٹ جاری کرنے کا نیا طریقہ؛ فڈرل رزرو بورڈ کے وسیع اختیارات۔ (۵) سرمایۂ محفوظ کے لوازم؛ ایک مستحکم و مضبوط سرمایۂ محفوظ قائم کرنے کی کوشش۔ (۶) زمانۂ جنگ (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) میں اس نظام کا عمل؛ مقتدر و با اختیار حیثیت کا عاجلانہ حصول۔ (۷) آیا بنک کے نوٹوں کے قابضوں کو کسی خاص تحفظ کی ضرورت ہے؟

۱۔ ریاستہائے متحدہ کی تاریخ کے بیشتر حصے میں، اور اس سے بھی زیادہ خاص کر خانہ جنگی کے اختتام کے بعد سے ۱۹۱۴ء تک نصف صدی کے دوران میں، ریاستہائے امریکا بنک کاری کے نظام لامرکزیت کی سب سے اہم مثال پیش کرتی ہیں۔ لیکن قانون سرمایۂ وفاقی (فڈرل رزرو ایکٹ) نے، جو ۱۹۱۳ء میں منظور ہوا اور ۱۹۱۴ء میں نافذ کیا گیا، اس کو ایسے نظام میں مبدل کر دیا جو ایک حد تک مرکزی تھا اور ایک حد تک غیر مرتکز۔ قدیم انتظامات کی موجودگی ہی میں ان کی جگہ جدید انتظامات

باب ۲۷
ریاہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

اور لوازم عائد کردیے گئے۔ اس کے نتیجے کے طور پر جو صورت حال رونما ہوئی اس کو بیان کرنے کا بہترین طریق یہ ہو سکتا ہے کہ اولاً سابقہ قومی بنک کاری کے نظام کی تشریح کی جائے اور اس کے بعد یہ بتایا جائے کہ اس کو نئے سانچے میں کس طرح ڈھالا گیا۔

ابتداءً جو قوانین وضع ہوئے تھے ان کے تحت صرف قومی بنکوں کو کاغذی زر کے اجرا کی اجازت تھی۔ ان کے سوا دوسرے بنکوں کے جاری کردہ نوٹوں کو موقوف کرنے کی غرض سے ان پر ایک بھاری محصول عائد کیا گیا تھا جس سے ان کے اجرا میں مزاحمت پیدا کرنا مقصود تھا۔ قومی بنک سرکاری تمسکات (بونڈ) کو ریاستہائے متحدہ کے خزانۂ عامرہ میں بطور ضمانت رکھ کر نوٹ جاری کرسکتے تھے۔ یہ تمسکات ان ہی بنکوں کی فرداً فرداً امانت اور ملک سمجھے جاتے تھے اور ان پر بنکوں کو سود ملتا تھا۔ نوٹ تمسکات کی قیمت مساوات (par value) کی حد تک جاری کیے جا سکتے تھے؛ لیکن ان کی بازاری قیمت سے تجاوز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تمسکات کی تحویل اس امر کی ضمانت تھی کہ اگر بنک دیوالیہ ہو جائے یا کاروبار بند کردے تو، ان کے ذریعے سے نوٹوں کی ادائی کی جائے گی۔ ایسی صورت میں خزانہ، تمسکات کو فروخت کرتا تھا؛ اور ان کی قیمت مساوات سے اوپر جو بڑھوتری وصول ہوتی اس کو بنک کے حوالے کردیتا تھا؛ یا بنک خود (براہ راست یا دیوالیہ ہو جانے کی صورت میں اپنے مختار کی وساطت سے) اپنے ان جاری کردہ نوٹوں کی قیمت جو گردش میں ہوں، بشکل نقد خزانے کو ادا کرسکتا تھا، اور اس طرح اپنے تمسکات کو واپس حاصل کرسکتا اور ان سے حسب دلخواہ کام لے سکتا تھا۔ اس ضمانت کے سوا جو تمسکات کی شکل میں رکھوائی جاتی تھی، ہر بنک کے لیے ضروری تھا کہ وہ اپنے جاری کردہ نوٹوں کا ۵ فی صد نقد ذخیرے کی صورت میں خزانے میں رکھے، تاکہ اگر نوٹ خزانے میں پیش ہوں تو ان کی اس سے ادائی کی جا سکے۔ جہاں تک بنک کی جائداد کے ایک خاص جزو کو نوٹوں کی ضمانت کی غرض سے الگ رکھنے اور اسی غرض واحد کے لیے مخصوص کرنے کا تعلق ہے، یہ انتظام بنک آف انگلینڈ کے انتظام سے کسی حد تک

372

مماثلت رکھتا تھا۔ قومی بنکوں کی جانب سے اس طرح جو جائداد حکومت کے پاس مکفول کرائی جاتی تھی وہ تقریباً سب کی سب تمسکات پر مشتمل ہوتی تھی اور نقد کا جزو بہت تھوڑا ہوتا تھا؛ بنک آف انگلینڈ کے لیے زیادہ تر نقد رقم بطور کفالت رکھنی پڑتی ہے، اور تمسکات کا جزو بہت کم ہوتا ہے۔ نوٹوں کے اجرا کی مجموعی مقدار پر کوئی حد بندی قائم نہیں کی گئی تھی۔ لیکن ہر بنک پر انفرادی طور سے بندش قائم تھی؛ یعنی: وہ صرف اسی مقدار کی حد تک نوٹ جاری کر سکتا تھا جتنی مقدار کے تمسکات اس نے خزانے میں مکفول کرائے تھے یا زیادہ سے زیادہ اپنے مجموعی اصل کی مقدار کی حد تک جاری کر سکتا تھا۔ لیکن اس کی کوئی تحدید نہیں کی گئی تھی کہ بحیثیت مجموعی بنک کتنی مقدار میں نوٹ جاری کر سکتے ہیں۔

ان سخت انتظامات کے ذریعے سے قومی بنکوں کے نوٹوں کی حیثیت بلاشبہ بہت محفوظ ہو گئی اور ان کے زر قانونی میں بدل پذیر ہونے کی ضمانت بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کے مقابلے میں کسی طرح کم نہ تھی۔ اس لحاظ سے وہ موخر الذکر نوٹوں کی طرح آزادی کے ساتھ گردش کرتے تھے، اور بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کی طرح جاری کرنے والے بنک میں عوام کی جانب سے ان کے پیش ہونے کا بھی امکان کم تھا۔ یہ موافق صورت حالات ناگزیر طور پر اس وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ نوٹ کی بنیاد مستحکم ہو اور اس کے جاری کرنے میں حد سے زیادہ قدم آگے نہ بڑھایا جائے۔ ہر شخص اس کو بلا تامل زر کی حیثیت سے قبول کرلے گا اور اس سے دوسرے شخص کے مطالبات کی ادائی کرے گا۔ اس کے ساتھ زر کا سا سلوک صرف ہر فرد ہی نہیں کرے گا؛ بلکہ ہر بنک ہمیشہ کے لیے اس کو زر تسلیم کرلے گا؛ اور روزمرہ کے لین دین میں اسی کا استعمال کرے گا۔ یہ سچ ہے کہ بعض اوقات قومی بنکوں نے زر کی جگہ اس کو استعمال کرنے میں مختلف نوٹوں میں کسی قدر امتیاز اور فرق قائم کر رکھا تھا، یعنی فلزی سکے یا ایسے نوٹ ادا کرنے کی بجائے جو زر قانونی تھے قومی بنک، اپنے یا اپنے جیسے دوسرے قومی بنکوں کے جاری کردہ نوٹوں سے ادائی کرنے کو ترجیح دیتے تھے؛ اس لیے کہ زر قانونی خواہ نوٹ ہو یا فلزی سکہ امانتوں کے مقابلے میں محفوظ ذخیرے کی حیثیت رکھتا تھا۔ لیکن کبھی ایسا اتفاق

باب ۲۷ ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

373

نہیں ہوا کہ قومی بنکوں کے نوٹ جاری کرنے والے بنک میں بغرض مبادلہ پیش کئے گئے ہوں۔ قومی بنک کے نوٹ ایک مرتبہ جاری ہو جانے کے بعد مسلسل گردش میں رہتے تھے؛ اور اس امر کا ان کی گردش پر قطعاً کوئی اثر نہیں پڑتا تھا کہ ان کو جاری کرنے والے بنک کی ساکھ کیسی ہے؛ اور آیا بڑی حد تک ویسے ہی حالات اب بھی پائے جاتے ہیں یا نہیں جن کی بنیاد پر وہ ابتداءً جاری کئے گئے تھے۔

۲۔ قومی بنک کاری کے نظام کی ایک بالکل مختلف خصوصیت اس کی امانتوں کی تنظیم تھی۔ کوئی دوسرا ملک امانتوں کا اس طرح استعمال نہیں کرتا جس طرح کہ ریاستہائے متحدہ کرتی ہیں۔ پچھلے باب میں بنک کاری کے متعلق جو کچھ کہا گیا تھا اس کی نمایاں مثال یہاں کے نظام میں ملتی ہے جو ملک کے کل معاشی معاملات میں دور تک پھیلا ہوا ہے۔ اور یہاں قانون کے ذریعے سے اس نظام کی تنظیم عدیم المثال طریق پر کی گئی ہے؛ کسی دوسرے ملک نے امانتی بنکوں کے کاروبار کے مسئلے کو براہ راست آئین و قوانین کے ذریعے سے حل کرنے کی کوشش ہی نہیں کی ہے۔

قومی بنکوں کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ امانتوں کے مقابلے میں ایک مقررہ "سرمایۂ محفوظ" قائم کریں۔ مختلف مقامات کے بنکوں کے لیے مختلف قسم کے لوازم رکھے گئے تھے؛ اور عام اصول یہ قرار دیا گیا تھا کہ بڑے مالی مرکزوں میں ذخیرے کی مقدار زائد رکھی جائے، اور چھوٹے مرکزوں میں مقدار اس سے کم رکھی جائے۔ اس مقصد کے لیے قدیم نظام کے تحت بنک تین حصوں یا قسموں میں تقسیم کئے گئے تھے۔ نظام وفاقی سرمایۂ محفوظ[1] کے تحت بھی اس تقسیم کو برقرار رکھا گیا، بلکہ قدیم نام بھی بحالت خود قائم رکھے گئے اگرچہ ان کی سابقہ اہمیت ان سے چھن گئی۔ پہلی قسم "مرکزی محفوظ سرمایہ کے بنکوں کے تین شہروں" یعنی: نیویارک، شکاگو اور سینٹ لوئی پر مشتمل تھی؛ اور ان میں بھی نیویارک میں اس کی فوقیت اور اہمیت کے اعتبار سے سب کا مرکزی سرمایہ رکھا گیا تھا۔ دوسری قسم میں

---

[1] (Federal Reserve System)

"محفوظ سرمایہ کے بنکوں کے شہر" تھے؛ جو خاصے بڑے مرکز تھے اور ان کی تعداد ۴۰ یا ۵۰ تھی[1]۔ سب سے آخری یعنی تیسری قسم میں بقیہ بنک شامل تھے جنھیں عام طور سے "دیہاتی بنک" کہا جاتا تھا۔ عام طور سے پہلی اور دوسری قسم کے بنکوں کے لیے ان کی اپنی امانتوں کے مقابلے میں ۲۵ فی صد نقد سرمایہ محفوظ رکھنا لازمی تھا؛ اور تیسری قسم کے بنکوں کے لیے صرف ۱۵ فی صد نقد ذخیرہ رکھنا ضروری تھا۔ لیکن "دیہاتی بنکوں" کو اس بات کی اجازت تھی کہ اپنے نقد ذخیرے کے بڑے حصے کو نقد بدست کی شکل میں نہ رکھیں، بلکہ دوسرے بنکوں میں (یعنی سرمایہ کے شہروں میں یا مرکزی سرمایہ کے شہروں کے قومی بنکوں میں) بطور امانت رکھیں۔ اور اسی کے ساتھ سرمایہ کے شہروں کے متعدد بنکوں کو بھی اسی کی اجازت دی گئی تھی کہ وہ اپنے سرمایہ کے تقریباً نصف حصے کو تین مرکزی شہروں کے قومی بنکوں میں بطور امانت رکھیں۔ صرف موخر الذکر (یعنی مرکزی سرمایہ کے شہروں کے بنکوں) کے لیے یہ ضروری قرار دیا گیا تھا کہ وہ کل سرمایہ نقد کی شکل میں اپنے پاس رکھیں۔ نتیجہ یہ کہ ایک طرف کی کسر دوسری طرف پوری ہوگئی تھی۔ دیہاتی بنک ضروری سرمایہ کے جزو کو نقد کی شکل میں نہیں رکھتے تھے، بلکہ دوسری قسم کے بنکوں میں رکھتے تھے؛ اور یہ دوسری قسم کے بنک سرمایہ کا ایک جزو نقد کی شکل میں نہیں رکھتے تھے بلکہ پہلی قسم کے بنکوں میں بطور امانت رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے موخر الذکر بنکوں میں اور سب سے بڑھ کر نیویارک کے بنکوں میں نقد کا اور ذمہ داری کا سب سے زیادہ ارتکاز ہوا تھا۔

374

نیویارک کے قومی بنکوں نے اور ان میں بھی خاص کر بڑے بڑے اداروں نے جو بیرونی بنکوں کی رقم دوبارہ امانت رکھنے کا کاروبار انجام دیتے تھے، ایک ایسی حیثیت اختیار کر لی تھی جو بنک آف انگلینڈ کی حیثیت کے مماثل تھی؛ چنانچہ آزاد نقد کی جتنی مقدار حقیقت میں دستیاب ہو سکتی تھی اس کے وہ امین اور اس پورے حسی نظام کے عصبی مرکز تھے۔ بڑے شہروں میں اس قسم کا تھوڑا بہت ارتکاز

[1] سنہ ۱۹۱۲ء میں ان کی تعداد ۴۷ تھی۔

ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

ناگزیر ہے۔ تمام ملکوں میں اور خاص کر ان میں جہاں امانتی بنکوں کا کاروبار اعلیٰ درجے کا ترقی یافتہ ہے، ہر بیرونی بنک کے لیے ضروری ہے کہ مالی مرکز سے اتصال رکھے، وہاں اپنا حساب رکھے اور اسی کی وساطت سے مطالبات کی ادائی کرے۔ نقل پذیر رقمیں اس قسم کے ہر مرکز مثلاً لندن، پیرس، برلن، فرانک فرٹ اور نیویارک میں آکر جمع ہوتی ہیں۔ نیز اس قسم کے ہر مرکز میں نہ صرف خود بنکوں کے لیے بلکہ ان اشخاص کے لیے بھی جنھیں عوام کے اغراض کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے بعض مشکل مسائل بھی پیش آتے ہیں۔ ایسے بنکوں کو، جو نقل پذیر رقموں کے لیے ذمہ دار ہوتے ہیں اور جن کے نام لازمی طور سے بڑی بڑی رقموں کے ڈرافٹ دفعتہً لکھے جاسکتے ہیں، نقد ذخیرے یا اثاثے کی کثیر مقدار یا تو اپنے پاس یا اپنی رسائی سے قریب رکھنی پڑتی ہے، تاکہ ان تیار رقوم سے ہر وقت کام لیا جاسکے۔ سرمایہ کو محفوظ کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ صرافے کے تمسکات کی سادی القدر ضمانت پر قرضہ دیا جائے جو عند المطالبہ فوراً واپس مل سکے۔ اس طریقہ پر بڑے بڑے شہری بنکوں کے ذرائع کو جس حد تک نیویارک میں استعمال کیا گیا اتنا کسی دوسرے ملک میں استعمال نہیں کیا گیا، اور یہ عام رجحان، جو بہترین صورت میں بھی خطرات سے خالی نہیں ہوتا، قدیم قومی بنک کاری کے نظام کے مخصوص حالات کی وجہ سے نیویارک میں بہت بڑھ گیا تھا۔

قومی بنک کاری نظام کی بدولت سابقہ نظام میں بہت کچھ اصلاح و ترقی ہوگئی۔ خانہ جنگی سے پیشتر چونکہ متعدد ریاستوں کے قوانین مختلف تھے، اس لیے حالات بہت خطرناک اور غیر استوار تھے۔ قومی بنک ایک مرتبہ قائم ہوجانے کے بعد بالکل مکمل خیال کیے جاتے تھے۔ ریاستہائے متحدہ کے باشندوں کی رجائیت اور فطری قدامت پرستی نے ان کی اس امر کی جانب رہبری کی کہ وہ ہر اس ادارے کو جسے وہ قائم کریں خالص امریکن اور بے مثل اور عدیم النظیر تصور کریں۔ ایک مدت تک نہ صرف ملک کے اندر بلکہ ملک کے باہر قومی نظام کی جو قدر و منزلت کی جاتی تھی اس کا اظہار ان حالات سے بھی ہوتا ہے کہ اہل جاپان نے، جو نہ صرف نئی ایجادوں کو اختیار کرنے کے لیے تیار تھے بلکہ ہمارے ملک کو نمونہ بنانے کے لیے مستعدی

باب ۲۷ ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

سے تیار تھے، اپنے ہاں جدید طرز کی بنک کاری کے قیام میں اس نظام کی تقلید کی؛ بعد میں چلکر (خود ہمارے اس نظام کو ترک کرنے سے بہت پیشتر) انھوں نے ہماری تقلید سے دست بردار ہو کر ایک ایسے نظام کی تاسیس کی جانب توجہ کی جو یوروپین نمونے پر مبنی تھا۔

ایک نسل کے تجربے کے بعد ہمارے نظام کے نقائص خود ہمارے ہی ملک میں تسلیم کرلیے گئے۔ معلوم ہوا کہ اجرائے نوٹ کے شرائط نامناسب طریقے پر سخت تھے۔ نوٹوں کی مقدار کا مدار تقریباً ریاستہائے متحدہ کے تمسکات کی قیمت پر اور ان کی سودی آمدنی پر تھا۔ جیسا کہ عام طور سے بیان کیا جاتا تھا، کہ جاری کردہ نوٹ ملک کی زر کی ضرورت سے کوئی سروکار ہی نہ رکھتے تھے یہ صحیح نہ تھا۔ یہ ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ جہاں امانتیں اور چیک اسی آزادی کے ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں جس طرح کہ وہ ریاستہائے متحدہ میں استعمال کئے جاتے ہیں، وہاں بنک کے نوٹ زیادہ تر ایسے جیبی زر کا کام انجام دیتے ہیں جو معتدل اور چھوٹی رقموں پر مشتمل ہو؛ چنانچہ اس قسم کے زر کی مجموعی مقدار ایک مدت دراز تک زیادہ تر چاندی کے ڈالروں اور صداقت ناموں پر مشتمل تھی۔ یہ دو مختلف قسم کے حریف زر جو کام انجام دیتے تھے ان کا لحاظ کرنے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ قومی بنک کے نوٹ بحیثیت مجموعی ملک کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ اگر ان میں کوئی بڑے نقائص ظاہر ہوئے تو دوسری حیثیت سے۔ اضطراب و آشوب کے زمانے میں یہ نظام شکست ہو گیا۔ نقد ذخیروں کا رکھنا لازمی قرار دینے کی تجویز کا یہ مقصد تھا کہ بنکوں کی حالت استوار رہے۔ توقع یہ تھی کہ یہ تجویز انھیں اس قابل بنادے گی کہ وہ رقم جمع کرنے والوں کو ہر وقت نقد کی شکل میں ادائی کرسکیں؛ اپنے گاہکوں کو اگر ان کا دیوالہ نہ نکلا ہو اور انھیں رقم کی ضرورت ہو تو ہر وقت قرضہ دے سکیں؛ اور اس طرح ان کی حفاظت کرسکیں۔ اضطراب و بے چینی کے زمانے میں ان مقاصد کو پورا کرنے میں نظام جس حد تک ناکام رہا اس کے متعلق آئندہ تفصیلی بحث اس وقت کی جائے گی جبکہ تجارتی بحرانوں کا بیان شروع ہوگا۔ سردست

باب ۲۷
ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

یہاں اس قدر کہہ دینا کافی ہوگا کہ متعدد موقعوں پر یہ نظام علانیہ ناکام رہا، اس کی ناکامی دفعتًہ ہوئی اور اسی اہم نقص کی وجہ سے انجام کار اس کی کامل تبدیلی کی جانب قدم اٹھایا گیا۔

۳۔ وفاقی سرمایۂ محفوظ کا نظام ۱۹۱۳ء میں قائم ہوا۔ اس کے متعلق ابتدائی تجویز کا مقصد ایک مرکزی ادارہ قائم کرنا تھا جو ممالک یورپ کے مرکزی بنکوں کے مشابہ ہونے کے باوجود بھی ان سے اہم اعتبارات سے مختلف ہو۔ لیکن اس نظام نے آگے چل کر جو صورت اختیار کی اس کے لحاظ سے یہ اختلاف بہت بڑھ گیا۔ ایک بڑے بنک کے ہاتھ میں وسیع اختیارات کی موجودگی کا خطرہ اور یہ خاص رجحان جو ہمارے وفاقی سیاسی نظام سے پیدا ہوتا ہے ان دونوں نے مل ملا کر ایک عدیم النظیر انتظام کے قائم ہونے کی جانب رہبری کی: اور وہ اس طرح کہ ایک ہی مرکزی بنک قائم نہیں کیا گیا، بلکہ ایک درجن نیم مرکزی بنک قائم کئے گئے۔ یہ نئے ادارے ان شہروں کے نام سے موسوم کئے گئے جن میں یہ واقع تھے، شلاً: نیویارک کے وفاقی سرمایہ محفوظ کا بنک بوسٹن اور شکاگو کے وفاقی سرمایۂ محفوظ کا بنک وغیرہ[1]۔ ان مرکزی بنکوں کو اپنی الگ الگ شاخیں قائم کرنے کی اجازت دی گئی؛ توقع یہ تھی کہ یہ نظام ملک کے طول وعرض میں پھیل جائے گا۔ قومی بنک کاری کے قانون کے تحت کل انتظام کی جو نیم سرکاری نوعیت پہلے تھی اب بدرجہا زیادہ واضح ہوگئی۔ گو محفوظ سرمایہ کے بنک خانگی ادارے ہیں، پھر بھی ان پر سرکاری نگرانی قائم ہے؛ اور یہ نگرانی صرف اجرائے نوٹ اور امانتی ذخیرے ہی کی حد تک نہیں ہے، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ان کے حصص کی تملیک، ان کے اندرونی نظم ونسق، اور مرکزی حکومت سے ان کی دائمی متابعت کی حد تک بھی ہے۔

376

---

[1] سرمایہ محفوظ کے بارہ شہر یہ تھے:۔ بوسٹن، نیویارک، فیلاڈلفیا، رچمنڈ، اٹلانٹا، کلیولینڈ، شکاگو، سینٹ لوی، مینا پولس، کنساس سٹی، ڈلاس، سن فرانسسکو۔

باب ۲۷ ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

انتظام کا مرکز مجلس سرمایہ محفوظ وفاقی[1] ہے۔ یہ سات ارکان پر مشتمل ہے؛ جن میں سے معتمد خزانہ اور مہتمم تسکیک بہ لحاظ عہدہ اس کے مستقل رکن ہوتے ہیں، اور باقی ارکان کا تقرر طویل مدت کے لیے صدر نشین مجلس کرتا ہے۔ مجلس کو سرمایۂ محفوظ کے بنکوں پر تقریباً غیر محدود اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ وہ صرف اسی پر مقتدر نہیں ہے کہ ان کے سب معاملات اور حسابات کی جانچ کرے؛ بلکہ ان کے افسروں اور نظما کو بھی علٰحدہ کر سکتی ہے، بنکوں کے لیے یہ چیز لازمی قرار دے سکتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لیے کاغذ پر دوبارہ بٹہ کاٹیں، ذخیرے کے لوازم کی پابندی کو موقوف کر سکتی ہے، اور ہر قسم کی عام نگرانی کر سکتی ہے۔

خود بنک ہائے محفوظ سرمایۂ وفاقی، جو اس نظام کے عملی اعضا ہیں، بنکوں کے ساہوکار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ وہ زیادہ تر معمولی بنکوں سے کاروبار کرتے ہیں، اسی طرح جس طرح کہ دوسرے ممالک میں مرکزی ادارے کرتے ہیں، بلکہ ان کی ملکیت بھی انھی گاہکوں (یعنی معمولی بنکوں) کے ہاتھ میں ہے۔ محفوظ سرمایۂ وفاقی کے بنک میں افراد حصے دار یا تمسک دار نہیں بن سکتے۔ قومی بنکوں کے لیے لازم ہے کہ وہ تمسک خریدیں، یا بصورت دیگر قومی نظام سے الگ ہو جائیں؛ قدیم نظام سے متعدد دوسری صورتوں میں جس طرح کام لیا جا رہا ہے اسی طرح اس صورت میں بھی اب تک لیا جا رہا ہے۔ اس خطرہ کی وجہ سے (جو غیر حق بجانب نہیں ہے) کہ بغیر جبر اور پابندی عائد کئے ہوئے نئی تجویز پر حقیقت میں عمل نہیں کرایا جا سکتا یہ دباؤ ڈالا گیا۔ مناسب بندشوں کے تحت دوسرے بنکوں کو بھی اس امر کا اختیار دیا جاتا ہے کہ اگر وہ چاہیں تمسک دار بن جائیں؛ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ ان کی ایک کثیر تعداد نے اس طرح عمل کیا ہے۔ گو تمسک دار بنک، اس طرح محفوظ سرمایہ کے بنکوں کے مالک ہو گئے ہیں، لیکن ان کی نگرانی اور تحدید کی جاتی ہے۔ فڈرل ریزرو بورڈ (مجلس محفوظ سرمایہ وفاقی) کو نگرانی کے جو اختیارات دئے گئے ہیں وہ خاصے وسیع ہیں۔ چنانچہ ایک اہم اختیار یہ ہے کہ مجلس محفوظ سرمایۂ

377

[1] (Federal Reserve Board)

باب ۲۷
ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

وفاقی ہر محفوظ سرمایہ کے بنک کے نو نظما میں سے تین نظما کا تقرر خود کرتی ہے؛ اور ان ہی سرکاری مامورین میں سے ایک شخص بحیثیت صدر نشین کام کرتا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ وہ بنک کے عملی یا کاروباری ناظم کی حیثیت سے کام نہیں کرتا؛ اس موخر الذکر عہدے پر جو شخص مامور ہوتا ہے وہ نظما کی جانب سے مقرر کیا جاتا ہے اور اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ نظما میں سے ایک ہو۔ علاوہ ازیں شغل اصل سے ۶ فی صد سے زیادہ جو منافعہ وصول ہوتا ہے اس کو حکومت اپنے لیے محفوظ رکھتی ہے۔ با ایں ہمہ اس کا انتظام کر دیا جاتا ہے کہ بینک کے پاس کافی مقدار میں زائد منافعہ جمع رہے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، محفوظ سرمایہ کے بنک زیادہ تر اپنے مالکوں یعنی تمسک دار بنکوں سے کاروبار کرتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ کچھ کاروبار غیر ارکان سے بھی کرنے کی اجازت ہے؛ لیکن اس کی مقدار بہت محدود ہوتی ہے، اور جتنا بھی اس قسم کا کاروبار کیا جاتا ہے اس پر بہت سی بندشیں عائد ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ محفوظ سرمایہ کے بنک زیادہ تر اپنے خاص بنک کاری کے اجزائے ترکیبی کو رقم بطور قرض دیں، اور خاص کر ان ہی سے دوبارہ بٹہ کاٹ کر یا خرید کر تجارتی کاغذ حاصل کریں۔ اس طرح یہ توقع کی جاتی ہے کہ عام بنک، جو براہ راست عوام الناس سے کاروبار کرتے ہیں، اپنے اثاثے کو زیادہ سیال پائیں اور اپنے تجارتی کاغذ کو ان کی میعاد ختم ہونے سے قبل فروخت کر سکیں اور اگر مزید رقم بطور قرض دینے پر مجبور کیے جائیں تو گاہکوں کی نئی جماعت کو قرضہ دے سکیں۔ دوبارہ بٹہ کاٹنے کا عمل، جو یورپ کے ملکوں میں عام ہے اور وہاں مرکزی بنکوں کی جانب سے دئیے ہوئے قرضوں کے بڑے جزو کی بنیاد ہے، ریاستہائے متحدہ میں کبھی مستقل طور سے جاگزیں نہ ہوا تھا۔ یہ توقع اور خواہش کی جاتی تھی کہ نئے نظام کے تحت اس بارے میں ایک نمایاں تغیر واقع ہوگا، اور اس طرح اعتبار کے کل پیچیدہ نظام کے کارآمد اور منظم ہو جانے کی وجہ سے فائدہ حاصل ہوگا۔

۴۔ جہاں تک اجرائے نوٹ کا تعلق ہے ایک کامل تغیر کی تجویز زیر غور تھی؛ اور وہ یہ کہ قومی بنکوں کے ہاتھ سے نوٹوں کے اجرا کا انتظام چھین کر سکنہ ہائے

باب ۲۷
ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

محفوظ سرمایہ وفاقی کے ہاتھ میں دیدیا جائے۔ لیکن یہ عمل بتدریج ۳۰ سال کی مدت میں کیا جائے۔ چنانچہ کسی قدر پیچیدہ طریقے پر ایک انتظام کیا گیا جس کے ذریعے سے محفوظ سرمایہ کے بنک قومی بنکوں سے وہ تمسکات خریدیں جو نوٹوں کی ضمانت کے طور پر الگ رکھے جاتے تھے، اور موخرالذکر اداروں کی بجائے خود وہی نوٹ جاری کریں؛ ایک نسل تک قدیم نوٹوں کو گردش میں رہنے دیا جائے اور جیسے جیسے ان کی مقدار بتدریج گھٹتی جائے ان کی جگہ نئے نوٹ پر کرتے جائیں۔ اس طرح قدیم نوٹوں کی بجائے جو نوٹ جاری کئے گئے وہ ایک اہم اعتبار سے اپنے پیش روؤں سے مماثلت رکھتے ہیں: اور وہ یہ ہے کہ ان کی ضمانت کے لیے بھی ریاستہائے متحدہ کے خزانے میں خاص تمسکات بطور امانت رکھنے پڑتے ہیں۔ ان کا قانونی نام "محفوظ سرمایہ وفاقی بنک کے نوٹ" (Federal Reserve bank Notes) ہے[1]

"محفوظ سرمایہ وفاقی کے نوٹ" (Federal Reserve Notes) اس سے بالکل مختلف ہیں۔ ان میں سے قدیم نظام کی تقریباً ہر علامت مفقود ہوگئی۔ محفوظ سرمایہ وفاقی کے نوٹ صرف اس صورت میں جاری کیے جا سکتے ہیں جبکہ مجلس محفوظ سرمایہ وفاقی کو درخواست دی جائے اور اس کی منظوری حاصل کی جائے۔ ان کی مقدار کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک، مجلس کو پورا اختیار دیا گیا ہے؛ نہ تو مجموعی مقدار کے لیے کوئی حد مقرر کی گئی ہے، اور نہ ان شرائط پر کوئی بندشیں عائد کی گئی ہیں جن کی بنا پر ان کا اجرا جائز قرار پا سکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ خود محفوظ سرمایہ کے بنکوں کے لیے بعض لوازم کی پابندی ضروری ہے۔ انھیں مجلس کے گماشتوں کے پاس تجارتی کاغذ کی شکل میں نوٹوں کی ضمانت کے لیے کوئی چیز رکھنا ضروری ہے؛ اور عملی نتیجے کے اعتبار سے جو چیز اس سے بھی زیادہ اہم ہے وہ یہ ہے کہ وہ

---

[1] یہ اغلب ہے کہ ۱۹۳۱ء کے قانون کا آخری عمل اختتام کو پہنچنے سے پیشتر اس معاملے میں مزید قوانین وضع و نافذ کئے جائیں۔ یہ کل انتظام واضح طور سے زیر تغیر ہے اور ممکن ہے کہ تغیر کے عمل میں ترمیم ہو جائے۔

نوٹوں کے مقابلے میں ۴۰ فی صد نقد طلا کا ذخیرہ لازماً رکھیں۔ تجارتی کاغذ کو ایک علٰحدہ ضمانت کی حیثیت سے بطور امانت رکھنا قدیم نظام سے مشابہت رکھتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا مقصد نوٹوں کے لیے ایک خاص طریقے سے ادائی کا انتظام کرنا ہے۔ چنانچہ یہ میلان ایک اور انتظام سے بھی عیاں ہوتا ہے، جس کی رو سے نوٹ "ریاستہائے متحدہ کے ذمہ کے واجبات" قرار دئے گئے ہیں، اور جب کبھی حامل چاہے انھیں ریاستہائے متحدہ کے خزانے میں نقد سے بدل سکتا ہے۔ اگرچہ عام مفہوم میں وہ سرکاری نوٹ نہیں ہیں؛ لیکن حکومت ان کی ضامن ہوتی ہے، اور اس طرح ان کو جاری کرنے والے بنکوں کے ذمے کے دوسرے واجبات پر نمایاں فوقیت دی گئی ہے۔

379

محفوظ سرمایۂ وفاقی کے نوٹوں کے بارے میں ایک انتظام غیر متوقعہ طور پر اہم ثابت ہوا، یا کم از کم اس نظام کے ابتدائی مراحل میں اس سے غیر متوقعہ طور سے بڑا اثر رونما ہوا۔ یعنی یہ قرار دیا گیا تھا (ابتداءً ایک پیچیدہ عمل کے ذریعے سے اور بعد میں براہ راست) کہ نوٹ سونے کے مبادلے میں جاری کیے جاسکتے ہیں۔ اس طرح ہر رکن بنک اپنا سونا محفوظ سرمایۂ وفاقی کے بنک میں لے جا کر پیش کرسکتا تھا اور مبادلے میں محفوظ سرمایۂ وفاقی کے نوٹ حاصل کرسکتا تھا۔ ان بنکوں کے لیے جو رکن تھے اس قسم کا مبادلہ بہت کم اہمیت رکھتا تھا؛ نوٹ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں اسی مستعدی کے ساتھ گردش کرتے تھے جس طرح کہ سونے کے سکے یا صداقت نامے، اور ملک کے طول وعرض میں مطالبات کی ادائی کے لیے انھیں مساوی طور سے قبول کرلیا جاتا تھا۔ مگر محفوظ سرمایۂ وفاقی کے بنک کے لیے سونا "سرمایۂ محفوظ" بن گیا۔ اس طرح جو سونا وصول ہوتا تھا اس میں سے ہر ۴۰ ڈالر کے سونے کے مقابلے میں وہ نہ صرف ۴۰ ڈالر کے نوٹ جمع کنندہ بنک کو جاری کرسکتا تھا، بلکہ ان کے علاوہ تجارتی کاغذ کے مبادلے میں ۶۰ ڈالر کے نوٹ اسی بنک یا کسی دوسرے گاہک کو جاری کرسکتا تھا۔ بنک ہائے سرمایہ وفاقی میں فلز منتقل کرنے کے عمل نے اس طرح زر رواں کے اس جزو کی توسیع کا اور اس طرح کل اعتباری نظام کی توسیع کے امکان کا راستہ

باب ۲۷ ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

کھول دیا۔

۵۔ امانتوں کی تنظیم اور خاص کر امانتوں کے مقابلے میں ایک مقررہ نقد ذخیرہ رکھنے کا لزوم، یہی وہ خصوصیت تھی جو دوسری سب چیزوں سے زیادہ قومی بنکوں کے کاروباری نظام کو دوسرے ملکوں کے بنک کاری کے نظام سے ممتاز و ممیز کرتی تھی۔ یہ خصوصیت اہم ترمیمات کے بعد باقی رکھی گئی۔

سب سے پہلے، خود قومی بنکوں کے لیے اب بھی یہ ضروری ہے کہ وہ نقد کا ایک مقررہ ذخیرہ رکھیں؛ لیکن اس التزام کا اطلاق صرف انھی مقداروں تک ہوتا ہے جن کو کہ وہ اپنے رہنماؤں اور محافظوں یعنی بنک ہائے محفوظ ذخیرۂ وفاقی کی تجوریوں میں رکھتے ہیں۔ قدیم تقسیم اب بھی باقی رکھی گئی ہے، یعنی "مرکزی محفوظ سرمایۂ کے شہری بنک[۱]" "محفوظ سرمایۂ کے شہری بنک[۲]" اور "دیہاتی بنک[۳]"۔ اس قسم کے ناموں کا اطلاق کرنا اب صحیح نہیں ہے۔ اگر ان کو "بڑے شہروں کے بنک"، "بڑے قصبات کے بنک" اور "دیگر بنک" کے ناموں سے موسوم کیا جائے تو زیادہ موزوں ہوگا۔ غرض پہلی قسم کے بنکوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مطالبات امانت کے مقابلے میں انکی ۱۳ فی صدی رقم بصورت نقد سرمایۂ محفوظ رکھیں، اسی طرح دوسری قسم کے بنکوں کے لیے ۱۰ فی صد رکھنا اور تیسری قسم کے بنکوں کے لیے ۷ فی صد رکھنا ضروری ہے۔ مگر اس کا اعادہ کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ اس التزام کا اطلاق صرف اس رقم پر ہوتا ہے جسے انھیں فیڈرل رزرو بنک (محفوظ سرمایۂ وفاقی کے بنک) میں رکھنا ضروری ہے۔ جہاں تک کہ نقد بدست (یعنی وہ نقد جو خود ان کی تجوریوں میں رہتا ہے) کا تعلق ہے وہاں تک ان کے لیے از روے قانون حسب عملدرآمد سابق یہ لازمی قرار دیا گیا تھا کہ وہ کچھ فی صد بشکل نقد رکھیں؛ لیکن یہ قانون بہت جلد ہٹا لیا گیا، اور انھیں اسکی آزادی دے دی گئی کہ وہ جس طرح چاہیں عمل کریں۔ اس میں شک نہیں کہ خود ان کے

380

---

[۱] (Central reserve city banks)

[۲] (Reserve city banks)

[۳] (Country banks)

باب ۲۷ ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام ۱

متصل اغراض انھیں اس پر مجبور کرتے ہیں کہ وہ کچھ نقد رکھیں، تاکہ روزمرہ کے مطالبات کی ادائی میں اس سے کام لے سکیں۔ لیکن اس مقصد کے لیے جتنے نقد کی ضرورت پڑتی ہے اس کا تناسب ان کی مجموعی ذمہ داریوں کے مطالبات کے مقابلے میں بہت ہی قلیل یعنی غالباً ۵ فی صد ہے؛ اور یہ امر کہ آیا وہ ناگزیر اقل مقدار سے کچھ زیادہ اپنے پاس رکھیں یا بہت زیادہ رکھیں، بالکلیہ ان کے اختیار تمیزی پر موقوف رکھا گیا ہے۔ اس نظام میں نہایت واضح طور سے یہ امر تسلیم کیا گیا ہے کہ اہم چیز یہ نہیں ہے کہ ہر بنک اپنا ایک جداگانہ مضبوط ذخیرہ رکھے، بلکہ یہ کہ کسی ایک جگہ ایسا ایک مضبوط مرکزی ذخیرہ موجود رہنا چاہئے۔ اور اس نقطۂ نظر سے یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ آیا خود محفوظ سرمایہ وفاقی کے بنک میں "مقررہ ذخیرہ" رکھنے کا لزوم کوئی مفید کام انجام دیتا ہے یا نہیں۔ ہر بنک، فی صدی ۱۰ فی صدی یا ۱۳ فی صدی نقد جو اپنے حساب میں جمع رکھتا ہے دراصل یہ کوئی موثر ذریعہ نہیں ہے یا یہ کوئی اصلی استحکام نہیں بہم پہنچاتا۔ استحکام کا اصلی عنصر مالی استواری میں یعنی خود بنک ہائے محفوظ سرمایہ وفاقی کی ساکھ، کثیر مجموعی سرمائے اور سرکاری نگرانی میں مضمر ہے۔ رسم ورواج اور روایات، یعنی اس چیز کی پابندی جواب مسلمہ نظام کا جزو بن گئی ہے، یہی اس متبدلہ اور تخفیف یافتہ صورت میں ایک مقررہ ذخیرہ رکھنے کے طریقے کی توجیہ کرتی ہیں۔

خود بنک ہائے محفوظ سرمایہ وفاقی کی حد تک صورت حالات اس سے کسی قدر مختلف ہے۔ یہی بنک کل نظام کی بنیاد ہیں، اور انھی میں سب سے زیادہ استحکام کا ہونا ضروری ہے۔ اس امر کا فیصلہ کہ کتنا ذخیرہ رکھا جائے محفوظ سرمایہ کے بنکوں پر اور مجلس سرمایہ محفوظ پر چھوڑا جاسکتا تھا۔ مگر اس میں بھی روایات، مقررہ مقدار کے لزوم کے بہت شد ومد کے ساتھ موافق تھیں۔ چنانچہ اسی کے مطابق یہ قرار دیا گیا کہ محفوظ سرمایہ وفاقی کے بنک امانتوں کے مقابلے میں ۳۵ فی صد نقد ذخیرہ رکھیں۔ یہ یاد ہوگا کہ نوٹوں کے مقابلے میں ۴۰ فی صد ذخیرہ رکھنا ضروری ہے۔ مگر دونوں کے مقابلے میں جو ذخیرہ رکھا جائے اس میں زر قانونی کا ہونا ضروری ہے؛ اور ریاستہائے متحدہ کے نوٹوں (گرین بیکس)

باب ۲۷ ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

سے قطع نظر کرتے ہوئے جو اب بھی رواج میں ہیں، طلا ہی واحد زر قانونی ہے۔ گویا یہ ضروری ہے کہ اس حد تک طلائی سکے یا سونا یا ریاستہائے متحدہ کے طلائی صداقتناجے ان کے ہاتھوں میں رہیں۔ رہا انتظامات کا یہ پورا سلسلہ یعنی رکن بنک — اور بنک ہائے سرمایۂ محفوظ کے لیے اجرائے نوٹ اور امانتوں کے مقابلے میں ذخیروں کا رکھنا تو اس کا رجحان اساسی طور سے اسی صورت حالات میں مبدل ہونے کی جانب تھا جو دوسرے ممالک میں موجود تھی اور ترقی دے کر اس نوبت پر پہنچائی گئی تھی: یعنی مرکزی محفوظ سرمایوں کے طور پر سونے کے ذخائر کا ارتکاز اور روزمرہ کی گردش سے سونے کا ہٹا لیا جانا۔

381

۶۔ محفوظ سرمایۂ وفاقی کے نظام کے لیے ابتدائی مراحل بہت موافق تھے۔ اس پر ایسے دور میں عملدرآمد شروع ہوا جو کشمکش یا خلل سے آزاد تھا؛ اور جونہی کہ اس کے انضباط اور تنظیم کا ابتدائی زمانہ ختم ہوا وہ ایک بہت بڑے کشمکش کے زمانے میں اپنے آپ کو کارآمد ثابت کرنے کے قابل ہو گیا۔ یورپ میں جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے ۱۹۱۴ء میں ایک بہت سخت بحرانی کیفیت نمودار ہو گئی تھی؛ لیکن اس نئے نظام کے ابتدائی مراحل اس وقت تک طے نہیں کئے گئے جب تک کہ ملک کو اس آفت سے چھٹکارا نہیں ہوا۔ بنک ہائے محفوظ سرمایہ وفاقی، جو اپنی ابتدا میں بحران کا مقابلہ کرنے کی ضرورت سے بچ گئے تھے، ۱۹۱۷ء تک جنگ عظیم میں خود امریکا کی شرکت کی شدید ضرورتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ وہ صرف اس دباؤ کا مقابلہ کرنے ہی کے اہل ثابت نہیں ہوئے، بلکہ اپنے ضامنوں اور وکیلوں کے بہت پرجوش توقعات سے بھی بہت زیادہ کارآمد ثابت ہوئے۔ مجلس وفاقی کی نگرانی اور ہدایت کے تحت بنک ہائے سرمایۂ محفوظ حقیقتہً سرکاری خزانے کے گماشتے بن گئے۔ انھوں نے بطور خود حکومت کو قرضے دئے جس کو اپنے تمسکات فروخت کرنے اور محاصل وصول ہونے سے بیشتر رقم کی ضرورت تھی۔ اس سے بھی زیادہ اہم یہ کہ انھوں نے رکن بنکوں کو بھی اسی طرح کا عمل اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ یہ نظام امریکا کی حکومت کے لیے اسی طرح کارآمد ثابت ہوا

باب ۲۷ ریاستہائے متحدہ کے بنک کا نظام

جس طرح یورپ کے بنک وہاں کی حکومتوں کے لیے اور ۱۸۶۱ء تا ۱۸۶۵ء کی خانہ جنگی کے زمانے میں ریاستہائے متحدہ کے نشر بنک جس حد تک کارآمد ثابت ہوئے تھے، ان کے مقابلے میں یہ بہت زیادہ کارآمد ثابت ہوئے؛ علاوہ ازیں ملک کے طول و عرض میں بدنظمی بھی زیادہ نہ پھیلنے پائی محض اس واقعے کی بنا پر کہ پرسکون حالات میں اس کا آغاز ہوا اور جب ضرورت پیش آئی تو اس میں دفعتہً اور کامیابی کے ساتھ توسیع عمل میں آئی، یہ نظام چند ہی سالوں میں سب پر چھا گیا، اس کا اثر صنعت و تجارت کے ہر شعبے میں پھیل گیا اور اس کا تسلط عوام نے قبول کر لیا جو معمولی حالات کے تحت ایک قرن سے کم مدت میں بمشکل حاصل ہو سکتا تھا۔

جہاں تک کہ زر کا اور قیمتوں کا تعلق ہے، یہ چیزیں خرابی کے بغیر حاصل نہیں ہوئیں؛ سب سے بڑی خرابیاں تو وہ تھیں جو سرعت کے ساتھ بڑھنے والی قیمتوں سے نمودار ہوئیں۔ ۱۹۱۵ء تا ۱۹۱۹ء کے مابین قیمتوں میں جو غیر معمولی اضافہ ہوا اس کا بیان اس سے قبل آچکا ہے[1]۔ یہ متعدد اسباب کا نتیجہ تھا: ایک سبب تو یہ تھا کہ درآمد کے ذریعے سے ملک کے سونے کی مجموعی مقدار میں نمایاں اضافہ ہوا تھا؛ دوسرا سبب یہ تھا کہ بنک ہائے محفوظ سرمایہ وفاقی میں نقد ذخائر کا ارتکاز ہو رہا تھا؛ اور تیسرا سبب یہ واقعہ تھا کہ ملک کے سب بنکوں میں امانتوں کی مقدار بڑھ گئی تھی۔ درآمد کردہ سونا کثیر مقدار میں (یعنی دس کروڑ ڈالر) پہلے معمولی بنکوں کی تجوریوں میں آکر جمع ہوا۔ جوں ہی مجلس محفوظ سرمایہ وفاقی نے محفوظ سرمایۂ وفاقی کے نوٹوں کا مبادلہ سونے سے کرنے کے طریق عمل کو ترقی دی، اور اس طرح معمولی بنکوں سے ان کے ذخیرہ کردہ فلزی سکوں کو حاصل کرنا شروع کیا، نہ صرف یہ نئی رسد بلکہ وہ سونا (یا طلائی صداقت نامے) جو پیشتر سے ان کے پاس تھا اور اسی کے ساتھ گردش میں جو طلا تھا اس کا بیشتر حصہ بھی بنک ہائے محفوظ سرمایۂ وفاقی میں آکر جمع ہو گیا۔ ان بنکوں میں سونے کی رسد اتنی کثیر مقدار میں جمع ہو گئی جس کا کبھی پہلے وہم و خیال بھی نہ تھا۔ اور اسی کثیر رسد کی بنیاد پر

382

[1] دیکھو باب ۲۳ فصل ۶۔

محفوظ سرمایہ وفاقی کے نوٹوں کو اضافہ کا موقع دیا گیا بلکہ اس عمل کو فروغ دیا گیا حتیٰ کہ مقداران توقعات سے بہت زیادہ بڑھ گئی جو ذخیرے کی اقل مقدار قانونی معین ہونے کے زمانے میں قائم کئے گئے تھے۔ اس تدریجی عمل میں، جیسا کہ ریاستہائے متحدہ میں ہمیشہ ہوتا ہے، امانتوں کے اضافے نے بہت زیادہ اہم حصہ لیا۔ اصل تحریکی قوت وہ دباؤ تھا جو بنک ہائے محفوظ سرمایۂ وفاقی، رکن بنکوں اور قوم پر سرکار کی جانب سے یکے بعد دیگرے جاری کردہ تمسکات کو خریدنے کے بارے میں ڈالا گیا تھا۔ تمسکات کو خریدنے اور اگر ضرورت ہو تو ان کی قیمت ادا کرنے کے لیے رقم بطور قرض حاصل کرنے کے لیے عوام کی حوصلہ افزائی کی گئی تھی اور شوق دلایا گیا تھا۔ لبرٹی بونڈز[1] کو خریدنے کی غرض سے انفرادی بنکوں سے قرضہ لیا جاتا تھا اور یہ بنک اپنے طور پر بنک ہائے محفوظ سرمایہ وفاقی سے قرضہ حاصل کرتے تھے۔ اس کے معنی دوسرے الفاظ میں یہ تھے کہ "امانتوں" میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا تھا۔ اس طرح تخلیق کردہ قوت خرید کو خزانے کے حوالے کیا جاتا تھا اور خزانہ اس کو جنگ کے عظیم مصارف کے لیے استعمال کرتا تھا۔ مگر یہ امانتیں یا قوت خرید بہت مدت تک خزانے میں نہ رہنے پاتی تھی کہ اس کو چیکوں کے ذریعے سے حکومت کے قرض خواہوں اور لین داروں کے پاس منتقل کر دیا جاتا تھا۔ اس طرح امانتیں (جیسا کہ اس موثر اور نقل پذیر ذریعۂ مبادلہ کا عام میلان ہے) ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں گردش کرتی رہیں۔

اس کے نتائج محض عارضی نہ تھے۔ یہ سوال کہ، فلزی زر، یا قانونی زر کی کوئی مقررہ مقداران امانتوں کا بار جو اس کے اوپر عائد کر دیا گیا ہے، کس حد تک سنبھال سکے گی، صرف قوانین و ضوابط پر منحصر نہیں ہوتا بلکہ تاریخی نشو و ترقی پر اور مسلمہ روایات پر بھی موقوف ہوتا ہے۔[2] ریاستہائے متحدہ کے آئین و قوانین محفوظ سرمایہ وفاقی کے نظام سے بڑی حد تک متاثر ہوئے۔ لیکن بنک کا کاروبار کرنے والی

---

[1] (Liberty bonds)

[2] دیکھو اس مسئلے کی مزید بحث کے لیے باب ۳۰۔

باب ۲۷ ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

جماعت اور تجارتی طبقے کے عادات اور روایات پر بھی اس سے کچھ کم شدید اثر نہیں پڑا؛ سچ تو یہ ہے کہ نظام کے ابتدائی پانچ سالوں کے عدیم النظیر حالات نے ان عادات وروایات کو غیر معمولی سرعت کے ساتھ متغیر ومتبدل کر دیا۔ یوں تو اس نظام کے قائم کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ محفوظ سرمایوں کو مرتکز کرنے کا وسیلہ بن جائے، مگر وہ رقوم واجب الادا کے تناسب سے محفوظ سرمایہ کو کم کرنے اور کل زر رواں کی مقدار میں سریع اضافہ کرنے کا وسیلہ بن گیا؛ اور یہ ایسے حالات کے تحت جو ساہوکار کے نقطۂ نظر سے بظاہر خالی از خطر معلوم ہوتے تھے، اور حقیقتہً تھے بھی محفوظ اور خالی از خطر، لیکن جنھوں نے بایں ہمہ قوم کے اندر زر کے عدیم النظیر انقلاب کے نقائص پیدا کرنے میں بڑا حصہ لیا۔

پھر بھی اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ محفوظ سرمایہ وفاقی کا نظام خود خلل وبدنظمی کا سبب نہ تھا، اور یہ بھی ممکن نہیں معلوم ہوتا کہ اس نظام نے خلل وبدنظمی کو اس سے زیادہ شدید کر دیا ہو جتنی کہ وہ بصورت دیگر ہوتی۔ محفوظ سرمایہ وفاقی کے نظام سے بیشتر کے بنک کاری کے انتظامات کے تحت خزانے کو کروڑوں ڈالر فراہم کرنے میں جو دباؤ پڑتا اس کی وجہ سے پورے اعتباری نظام کے شکست ہو جانے کا خطرہ تھا۔ باوجود سونے کے ان غیر معمولی ذخائر کے جو اس زمانے میں ملک میں موجود تھے، حکومت زر کاغذی کے جاری کرنے سے بہ مشکل باز رہ سکتی تھی۔ اس قسم کے امکانات کے متعلق جو قیاس آرائی کی جاتی ہے وہ لازمی طور سے بڑی حد تک بے بنیاد ہوتی ہے؛ پھر بھی یہ کسی قدر یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ جنگی مصارف کے لیے کثیر رقم دفعتہً مہیا کرنے کی شدید ضرورت کی موجودگی میں محفوظ سرمایۂ وفاقی کے نظام نے صورت حالات کو بد سے بدتر بنانے کے بجائے اس کو بدتر بننے سے روکا۔ یہ نہیں کہ نظام یا اس کا نظم ونسق زر کی توسیع کا سبب تھا؛ بلکہ یورپ کی طرح ریاستہائے متحدہ میں بھی کل مالی اور صنعتی نظام جنگ کے بھنور میں گھر گیا تھا۔

۷۔ اب ہمیں ایک اصولی مسئلے پر غور کرنا ہے جو ریاستہائے متحدہ کے بنک کے کاروباری نظام اور عمل کے تحت خاص طور سے اہمیت رکھتا ہے۔ کیا یہ ضروری اور مناسب ہے کہ بنک کے نوٹوں کے حاملوں اور قابضوں کے تحفظ

کے لیے کوئی خاص اہتمام کیا جائے؟ یا قابضان نوٹ اور جمع کنندوں کو ایک ہی حیثیت دینی چاہیئے یا بہرکیف ان کے لیے یکساں تحفظ کرنا چاہیئے؟ قومی بنکوں کے کاروباری نظام نے قابضان نوٹ کا تحفظ کرکے انھیں ایک معین حیثیت عطا کی چنانچہ محفوظ سرمایہ وفاقی کے نظام میں ان کو اسی طرح ترجیح دی جاتی ہے! اس لیے کہ محفوظ سرمایہ وفاقی کے نوٹ نہ صرف تجارتی کاغذ پر مبنی ہوتے ہیں جو ان کی ضمانت کے طور پر الگ رکھے جاتے ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم یہ کہ ریاستہائے متحدہ کی حکومت خود ان کی ضامن ہوتی ہے۔ اس بارے میں کہ جمع کنندوں کے لیے بھی کچھ اسی قسم کی سرکاری ضمانت ہونی چاہیئے متعدد دفعہ مشورے دیئے گئے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہماری بعض ریاستوں میں آئین و قوانین وضع کرکے ان مشوروں پر عمل بھی کیا گیا ہے۔

384

اس میں شک نہیں کہ اس علٰحدہ علٰحدہ سلوک کی وجہ تاریخی اعتبار سے یہ تھی کہ نوٹوں اور امانتوں کی ایک دوسرے سے مماثلت کو تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔ گو وہ امانتیں جو تحریر چیک پر مشروط اور اس کے تابع ہوتی ہیں اسی حد تک زر رواں کا جزو ہیں جس حد تک کہ نوٹ، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ برطانیہ عظمٰی ریاستہائے متحدہ اور کنیڈا جیسے ملکوں میں مقداری حیثیت سے وہ بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں، لیکن عام طور سے انھیں "زر" تصور نہیں کیا جاتا! نوٹ پھر بھی "زر" تصور کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ روزمرہ کی بول چال کا معمول، جو اپنے اندر سب معمولات کی طرح مسلمہ عام روایات کی جھلک رکھتا ہے، اس خاص تحفظ کی توجیہ کردیتا ہے جو نوٹ کے قابضوں کے لیے کیا گیا ہے۔

قابضان نوٹ کے لیے خاص تحفظ کے دو سبب ہیں۔ ایک تو یہ کہ نوٹوں کا غریبوں اور مفلسوں کے ہاتھوں میں جانے کا امکان زیادہ ہے۔ "امانتوں" کو زیادہ تر خوش حال طبقے کے اشخاص استعمال کرتے ہیں۔ نوٹ سب طبقوں میں گردش کرتے ہیں اور اس کا امکان ہے کہ چھوٹی رقموں کے نوٹ مزدوروں اور دوسرے کم استطاعت اشخاص کے ہاتھوں میں رہیں۔ اس کے بعد اور اس سے کچھ کم اہم وہ فرق نہیں ہے جو ایک شخص کے کسی بنک کا لین دار بننے کے طریق سے

باب ۲۷
ربا تھائے منقسمہ کا بینک کاری کا نظام

پیدا ہوتا ہے۔ جمع کنندہ تقریباً ہمیشہ ہی خود اپنی مرضی سے ارادۃً بنک کا لین دار بنتا ہے؛ نوٹ کے قابض کو یہ حیثیت اس کی مرضی اور اختیار کے بغیر حاصل ہوتی ہے اور ایسے تدریجی عمل سے حاصل ہوتی ہے جس کے قانونی مفہوم اور اہمیت سے وہ بالعموم ناواقف ہوتا ہے۔ نوٹ "زر" کی حیثیت سے دست بدست گھومتا پھرتا ہے۔ جس شخص کو اس کے ذریعے سے ادائی کی جاتی ہے وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کرنے میں بالعموم دشواری محسوس کرے گا۔ عام طور سے وہ اس امر سے بالکل ناواقف ہوتا ہے کہ اس کو اس طرح آزادی کے ساتھ لے لینے میں، قانون کی نظر میں، وہ جاری کرنے والے بنک کے لین دار کی حیثیت سے دوسرے شخص کی جا بجائی کر رہا ہے[1]۔ یہ امر کسی مقررہ وقت میں نوٹ رکھنے والے لین دار 385

---

[1] چک پانے والے کی قانونی حیثیت نوٹ کے قابض کی قانونی حیثیت سے مختلف ہوتی ہے۔ نوٹ پانے والے کی طرح چک پانے والا فوراً بنک کا لین دار نہیں بن جاتا؛ بنک کی ذمہ داری صرف راقم چک (یعنی جمع کنندہ) کی حد تک ہے۔ اگر بنک چک کی ادائی کرنے سے جبکہ وہ پیش کیا جائے انکار کرے تو صرف جمع کنندے کو نہ کہ مکتوب الیہ کو اس کے خلاف کارروائی کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ دوسری طرف کسی قرضے کی ادائی میں چک بھیج دینے سے فوراً قرضہ ادا نہیں ہو جاتا۔ اگر بنک دیوالیہ ہو جائے یا کسی سبب سے چک ادا کرنے سے انکار کر دے تو، قرض دار جس نے اس چک کو بھیجا تھا اب بھی ذمہ دار رہیگا۔ اگر درحقیقت چک پانے والا کسی معقول سبب کے بغیر اس بنک میں چک پیش کرنے میں کوتاہی کرے جس کے نام وہ تحریر کیا گیا ہے تو قانونی صورت حالات مختلف ہو گی۔ اگر وہ چک کو الگ رکھ دے اور اس کو پیش کرنے سے قبل نامناسب مدت تک انتظار کرے تو وہ گویا بنک کے لین دار کی حیثیت سے راقم چک کی جگہ خود لے رہا ہے۔ اس اثنا میں بنک کی جانب سے رقم کا نہ دیا جانا خود اس کے لیے باعث نقصان ہو گا نہ کہ ابتدائی لین دار (جمع کنندہ) کے لیے۔ اسی وجہ سے کاروبار میں سب موصولہ چکوں کو فوراً بطور امانت رکھوا دینے کا طریق ہمیشہ اختیار کیا جاتا ہے، اور بعد میں حساب گھر ہی سے کسی بنک کے ذریعے سے فاضلات وصول کر لیے جاتے ہیں۔ اس عمل کے ذریعے سے چک پانے والا اپنے آپ کو عجلت کے ساتھ اپنے ہی بنک کا لین دار بنا لیتا ہے۔

باب ۲۷ ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

کون ہیں محض ایک اتفاقی امر ہے؛ اس لیے کہ ہر نوٹ پانے والا شخص اس کو اپنے پاس اس وقت تک رکھتا ہے جب تک کہ خریداری کے سلسلے میں اس کو استعمال کرنے کا موقع نہ ہاتھ آئے۔ اس کے برعکس جمع کنندہ اپنے بنک کا انتخاب کسی قدر غور و فکر کے بعد کرتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ بالعموم محض بنک کی قربت یا اس کی شہرت سے متاثر ہوتا ہے۔ پھر بھی یہ اسی کا اختیاری و ارادی فعل ہے اور ابتدائی ذمہ داری اسی کے سر رہتی ہے۔

مگر ان فروق اور امتیازات میں حد سے بہت زیادہ کھینچ تان نہ کرنی چاہئے، اور نہ ان کی بنا پر اس اصلی مماثلت کو (یعنی یہ کہ امانتیں نوٹوں کی طرح اصلی زر رواں کا جزو ہیں) مبہم بنانا چاہیئے۔ وہی اسباب جو اس امر کو اہمیت دیتے ہیں کہ نوٹ محفوظ رہیں اس امر کو بھی اہمیت دیتے ہیں کہ امانتیں محفوظ رہیں۔ اساسی سوال یہ ہے کہ اس تحفظ وضمانت کو فروغ دینے کے عملی طریقے کیا ہیں۔

ریاستہائے متحدہ کے وضع آئین وقوانین میں جمع کنندوں کی حفاظت کا کچھ نہ کچھ اہتمام کرنے کا اصول اتنی مضبوطی کے ساتھ قائم ہو گیا ہے کہ اس پر اعتراضات کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ یہ اصول صرف محفوظ سرمایوں کے مذکورہ بالا لوازم ہی میں ظاہر نہیں ہوتا بلکہ بنکوں کے کاروبار کے متعلق آئین وقوانین کے کل مجموعے میں بھی یہ ظاہر ہوتا ہے۔ قومی بنک جو قرضے دے سکتا ہے ان کی نوعیت بہت سختی کے ساتھ معین کر دی گئی ہے۔ نہ صرف قومی بنکوں کے قانون میں بلکہ ریاستوں کے بنکوں کے قانون میں بھی خانگی افراد کو اور نظما کو قرضے دینے کی حد پر پابندی عائد کر دی گئی ہے اور سب سے اہم یہ کہ حسابات کی اشاعت اور میعادی جانچ کے لیے قواعد مقرر کر دئے گئے ہیں۔ مہتمم زر متعینہ واشنگ ٹن[1] کے ماتحت تنقیح سازوں کی ایک جماعت کام کرتی ہے، اس کو قومی بنکوں پر وسیع اختیارات حاصل ہیں؛ علیٰ ہذا متعدد ریاستوں میں وہاں کے بنکوں کے لیے یا تو اسی کے مماثل محکمے قائم ہو چکے ہیں یا قائم ہوتے جا رہے ہیں۔

---

[1] (Comptroller of the Currency)

باب ۲۷ ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام 386

ریاستہائے متحدہ کے یہ سب انتظامات عدیم النظیر ہیں۔ جس طرح امانتوں کے مقابلے میں نقد ذخائر لازمی طور سے رکھنے کا انتظام کسی دوسری جگہ موجود نہیں ہے ٹھیک اسی طرح قرضوں، رپورٹوں، عہدہ داروں اور انتظامی خاص ذمہ داریوں کے تفصیلی انتظامات امریکا سے باہر موجود نہیں ہیں۔ یہ صورت حال عجیب و غریب ہے۔ ایک ایسے ملک میں جہاں روایات یہ رہے ہیں کہ سرمایہ دارانہ صنعت کو اپنا راستہ طے کرنے کے لیے آزاد رکھا جاتا ہو اور کوئی بندشیں قائم نہیں کی جاتیں، وہاں سرمایہ دارانہ کاروبار کے مرکز کو اس درجہ نگرانی کے تابع رکھا گیا ہے جس کا دوسرے ممالک میں وہم و خیال بھی نہیں ہے۔ سرکاری نگرانی و مداخلت کی اس نمایاں توسیع کا سبب ایک حد تک امانتی بنکوں کے کاروبار کی تعجب انگیز وسعت اور ابتدائی ترقی میں مضمر ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ اس مبہم احساس کی بنیاد میں مضمر ہے کہ یہ امانتیں، زر رواں کا حقیقت میں سب سے اہم اور دور رس جزو ہیں۔ ایک مرتبہ جب نظام پوری طرح قائم ہو جاتا ہے تو کوئی فرد واحد اس کے دائرے سے باہر نہیں رہ سکتا۔ یہ ناگزیر ہے کہ اس کا اپنا ایک امانت کا بنک ہو اور بنک میں اس کا کھاتہ یا حساب کتاب ہو۔ گو ممکن ہے کہ وہ خود اپنے لیے بنک کا انتخاب کرے، اور یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس بنک کی نوعیت اور مالی حالت کی استواری کے متعلق باخبر رہے گا، لیکن اس کے معلومات حاصل کرنے کے وسائل لازمی طور سے غیر یقینی ہوتے ہیں۔ بنک کے کاروبار سے عوام کا تعلق ابتداءً زیادہ تر نوٹوں کے تحفظ کے بارے میں تھا۔ لیکن یہ لگاؤ یا تعلق اب امانتوں کے بارے میں بھی پیدا ہو گیا ہے، جو نوٹوں کی قوی تر جانشین ہیں اور نوٹوں کی طرح بکثرت استعمال ہوتی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ تجویز کہ نوٹوں کی طرح امانتوں کو کلیتہً محفوظ بنا دینا چاہئے کوئی غیر منطقیانہ یا انقلابی تحریک نہیں ہے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ خاص خاص اثاثوں کی تفریق کا کوئی طریقہ (جیسا کہ نوٹوں کے بارے میں استعمال کیا جا سکتا ہے) اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے کافی نہیں ہے! اس لیے کہ سب امانتوں کے لیے صرف ایک واحد ممکنہ تحفظ یہ ہے کہ سب اثاثے استوار ہوں۔

بارت اور بینکاری جمع کردہ رقم کا بیمہ کا انتظام

بیمہ کا طریقہ ہی صرف ایک قابل عمل طریق ہوگا؛ یعنی یہ کہ ہر بنک کے لیے سرکاری بیمہ کے محکمے میں یا ایسی بیمہ کی انجمن میں جس پر سرکاری نگرانی قائم ہو، شرکت لازمی قرار دی جائے اور یہ انجمن اس بنک کی امانتوں کی پابجائی کرے جو دیوالیہ ہو گیا ہو۔ اس تجویز کے خلاف سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ غیر محتاط طریق پر بنک کا کاروبار کرنے پر جو بندش، بلکہ سب سے بڑی بندش ہے وہ اٹھ جائے گی۔ یہ بندش جمع کنندے کی طرف سے ساہوکار یا بنک کا خوف ہے۔ اگر ہر جمع کنندہ یہ جانتا ہو کہ اس کا جمع کردہ زر بہر صورت یقین کے ساتھ مل سکتا ہے، بوجہ اس کے کہ حکومت کی جانب سے یا دوسری مستند منظم جماعتوں کی جانب سے اس کی ضمانت کی گئی ہے، تو بدگمانی پیدا کرنے والے عمل سے غیر مطمئن جمع کنندوں کی طرف سے بنک پر دباؤ پڑنے یا یورش ہونے کا امکان بہت کم رہ جائیگا۔ اگرچہ بنکوں کے سرپرد امانتوں کی رقوم ادا کرنے کے بارے میں جو قانونی ذمہ داری ہے وہ باقی رہے گی؛ لیکن مطالبوں کے پیش ہونے کا امکان بڑی حد تک گھٹ جائے گا۔ ممکن ہے کہ ہر بنک ایک غیر معین مدت تک غیر محتاط راستے پر چلتا رہے اور اس سے زیادہ مدت تک چلتا رہے جتنا کہ اس صورت میں جب کہ جمع کنندے کے اعتماد کو وقتاً فوقتاً قوی بنانے کی ضرورت اسے پیش آتی۔

387

یہ اعتراض، اگرچہ قوی ہے، لیکن لازمی طور سے قطعی نہیں ہے۔ موجودہ زمانے میں خود ایسے جمع کنندے کی آنکھوں کے سامنے بھی جس کو کوئی ضمانت نہیں دی گئی ہے، بنک کا کاروبار غیر محتاط طریق پر طے پاتا ہے۔ اگر یہ ضمانت نہ دی جائے کہ فوراً ادائی کی جائے گی بلکہ صرف یہ کہ انجام کار ادائی کی جائے گی یعنی اگر جمع کنندہ آخری نقصان سے محفوظ ہو جانے کے باوجود اس وقت میں مبتلا رہے کہ ایک مدت دراز تک اس کا زر حساب بے باق کرنے والے بنک میں رکا پڑا رہے تب بھی اس کا مفاد اس میں مضمر ہے کہ وہ باخبر رہے اور حالات مشتبہ دیکھ کر فوراً اپنا زر واپس طلب کر لے۔ بشک دار دور اندیشانہ انتظام میں جو گہری دلچسپی رکھتے ہیں وہی غیر محتاط کاروبار کی روک تھام کا کام مسلسل انجام دے گی۔

اس کا قرینہ ہے کہ دوسرے معاملات کے مثل اس معاملے کے متعلق وضع آئین و قوانین بھی حقیقی تجربے سے بہت کچھ متاثر ہو۔ جب یکے بعد دیگرے بڑے بڑے بنکوں کا دیوالہ نکلنے کی وجہ سے امانت جمع کرنے والوں کو عظیم المقدار نقصان برداشت کرنا پڑیں گے تو، اس کی بدولت امانتوں کے تحفظ و ضمانت کی تحریک کو بہت تقویت حاصل ہو جائے گی۔ بہت کچھ انحصار ان تعلقات کی ترقی پر بھی ہے جو وفاقی محفوظ سرمایہ کے نظام اور اس نظام سے باہر کے منتشر بنکوں کے مابین موجود ہیں۔ علیٰ ہذا سیاسی و معاشرتی ترقی کے عام میلان پر بھی اس سے کم انحصار نہیں ہے۔ بنک اور بنک کاری، خانگی ملک اور خانگی جوکھم کے کاروبار کے نظام کی سب سے بڑی اساسی خصوصیت ہے؛ چنانچہ جوں جوں اس نظام میں کم و بیش طریقے پر ترمیم ہوتی جائے گی اسی کی مناسبت سے عام بنک کاری کی تنظیم میں بھی ترمیم و تغیر کا کم یا زیادہ قرینہ ہوگا۔

388
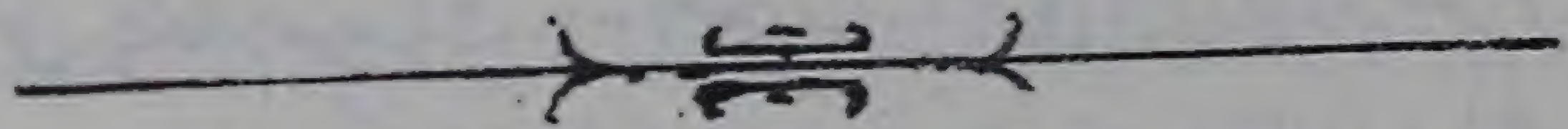
باب بست و ہشتم

صنعتی کساد بازاری یا بحران

(۱) صنعتی بحران کے دو رخ: صنعتی کساد بازاری اور مالی ضعف۔ صنعتی کساد بازاری یا بحران کے دور کے متعلق مبالغہ کیا گیا ہے، لیکن ان کا تواتر کے ساتھ وقوع پذیر ہونا یقینی ہے، عام خصوصیات۔ (۲) صنعتی کساد بازاری یا پستی کی وجہ تقسیم عمل کی بد انتظامی ہے، خاص کر نئے اصل کی تیاری میں۔ ریلیں، آہن و فولاد کی پیدائش۔ (۳) نفسیاتی عامل؛ کاروباری رجائیت اور کساد بازاری کا متعدی اثر۔ تاجروں اور خردہ فروشوں کا اس میں حصہ۔ (۴) صنعتی پستی اور کساد بازاری کے زمانے میں پیدائش اور مبادلے کے نظام کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ تجدید کا سبب اور نتیجہ۔ شغل اصل کی بد انتظامی؛ جدید اصل سازی میں ان حدود سے تجاوز جو دستیاب ہونے والی پس انداز کردہ رقوم قائم کرتی ہیں۔ سرمایہ مشترک کے تمسکات کا اثر۔

ا۔ موجودہ اور اس کے بعد آنے والے باب میں دو اہم مظاہر، یعنی صنعتی اور مالی بحران یا کساد بازاری پر غور کیا جائے گا۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ ایک ہی مسئلے کے دو پہلوؤں پر نہ کہ دو الگ اور اساسی مظاہر پر بحث کی جائے گی۔ یوں تو صنعتی و مالی افراتفری میں باہم بہت گہرا تعلق ہے۔ لیکن زیادہ تر سہولت بیان

وتفہیم کی خاطر ان دونوں کی الگ الگ تشریح کی جائے گی۔ ایک طرف صنعتی پستی و کساد بازاری ہے جو تمام روئے زمین پر پھیل جاتی ہے، اپنی وسعت کے اعتبار سے فی الحقیقت بالعموم بین الاقوامی نوعیت رکھتی ہے؛ کئی کئی سال تک اس کا دور دورہ رہتا ہے، اور دوررس معاشری مسائل سے اس کا تعلق ہوتا ہے۔ دوسری طرف مالی اضطراب و آشوب ہے جو براہ راست سب سے زیادہ بنک کا کاروبار کرنے والی جماعت اور تجارتی طبقے پر اثر ڈالتا ہے، چند ہی ہفتوں یا مہینوں تک جاری وساری رہتا ہے، اور زر، بنک کاری اور اعتبار کے مسائل سے منسوب کیا جاتا ہے۔ موجودہ باب میں خصوصیت کے ساتھ صنعتی پہلوؤں سے بحث کی جائے گی اور آئندہ باب میں زیادہ تر مالی پہلوؤں پر نظر ڈالی جائے گی۔

ان دونوں مظاہر میں ایک طرح کا دورسا قائم ہوگیا ہے۔ مالی اضطراب عجیب وغریب باقاعدگی کے ساتھ وقوع پذیر ہوتے ہیں، اور ہر اضطراب کے نتیجے کے طور پر صنعتی کساد بازاری کے طویل سلسلے کے رونما ہونے کا قرینہ ہوتا ہے۔ ایک مدت دراز سے یہ دیکھا جارہا ہے کہ تقریباً ہر دہ سالہ مدت کے ختم پر یہ وقوع پذیر ہوتے رہیں۔ مثلاً ریاستہائے متحدہ میں مالی بحران ۱۸۱۸ء، ۱۸۲۵ء، ۱۸۳۷ء، ۱۸۴۸ء اور ۱۸۵۷ء میں نمودار ہوا۔ اس کے بعد اس بظاہر باقاعدہ سلسلے میں کچھ وقفہ رونما ہوا؛ لیکن ۱۸۷۳ء کے آغاز سے پھر وہ سالہ دور و تسلسل شروع ہوجاتا ہے؛ چنانچہ ۱۸۷۳ء، ۱۸۸۴ء، ۱۸۹۳ء اور ۱۹۰۳ء میں سب سے نمایاں طور سے بحران نمودار ہوئے۔ اس دور و تسلسل میں بھی شدید اور خفیف دو طرح کی جنبش نظر آتی ہے۔ چنانچہ ۱۸۱۸ء، ۱۸۳۷ء، ۱۸۵۷ء کے بحران بہت شدید تھے؛ اور ان کے درمیانی دوروں کے بحران نسبتاً کم شدید تھے۔ علاوہ ازیں ۱۸۷۳ء اور ۱۸۹۳ء کے بحران بہت شدید تھے؛ اور ۱۸۸۴ء و ۱۹۰۳ء کے بحران کمزور سے تھے۔ اس لحاظ سے بعض مصنفوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ شدید اور بڑے پیمانے کے بحران ہر بیس سال کی مدت میں ایک دفعہ رونما ہوتے ہیں، اور کم شدید بحران اس کی نصف مدت یعنی ہر دس سال میں ایک دفعہ نمودار ہوا کرتے ہیں۔ انگلستان میں بھی اسی طرح کا میعادی تواتر ظاہر ہوتا ہے۔ یہاں صنعتی کساد بازاری اور مالی بحران

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا؛ لیکن یہ مسئلہ پھر بھی فیصلہ طلب ہی رہتا ہے۔

اس قسم کی سب توجیہیں ایک خاص غلطی پر مبنی ہیں، یعنی تغیرات کی باقاعدگی کے بارے میں مبالغہ کیا جاتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ کچھ مدت تک دہ سالہ دورِ تسلسل عجیب و غریب باقاعدگی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے، مثلاً: سنہ ۱۸۱۸ء سے سنہ ۱۸۵۷ء تک اور پھر (کم از کم ریاستہائے متحدہ میں) سنہ ۱۸۷۳ء سے سنہ ۱۹۰۳ء تک لیکن یہ باقاعدگی کسی معین و قطعی فطری مظاہر کی باقاعدگی کی سی نہ تھی۔ ریاستہائے متحدہ میں سنہ ۱۸۳۷ء کے بحران کے بعد سنہ ۱۸۳۹ء میں دوسرا بحران رونما ہوا۔ اس کے بعد بظاہر دہ سالہ دورِ تسلسل کا سلسلہ، جیسا کہ بیان ہوا، سنہ ۱۸۶۶ء سے ۱۸۷۳ء تک منقطع رہا؛ پھر سنہ ۱۹۰۳ء تا سنہ ۱۹۰۷ء میں بھی سلسلہ رک گیا۔ ان کے درمیانی سالوں میں بھی کچھ خلل اور انتشار واقع ہوا جو اگرچہ اتنا کثیر الوقوع نہ تھا لیکن پھر بھی کافی نمایاں تھا۔ چنانچہ سنہ ۱۸۹۰ء میں نہ صرف انگلستان میں ایسا خلل ظاہر ہوا، بلکہ ریاستہائے متحدہ میں بھی حالات نے کم و بیش نازک صورت اختیار کر لی؛ علاوہ ازیں سنہ ۱۸۹۹ء میں جرمنی میں بھی ایسا ہی ہوا۔ یہ امر حیرت انگیز ہے کہ فرانس بعض عالمگیر کساد بازاریوں سے کیوں کر بال بال بچا رہا۔ مثلاً سنہ ۱۸۷۳ء کی تباہی نے یہاں کی پرسکون سطح میں ذرا سی شکن یا ناہمواری بھی پیدا نہ کی؛ برخلاف اس کے جب خود فرانس میں تلاطم آیا (مثلاً سنہ ۱۸۸۹ء میں جبکہ کمپتائر دی ایکانٹ[1] کا کاروبار بیٹھ گیا) تو وہ صرف اسی کی حد تک محدود رہا۔

بہرحال آفات کے وقوع میں یقینی طور پر تواتر اور کچھ دوریت ضرور پائی جاتی ہے۔ صنعتی گرماگرمی کے دور وقفوں کے ساتھ رونما ہوتے ہیں، اور ان وقفوں میں کساد بازاری کا دور دورہ ہوتا ہے، جو دو انتہائی صورتوں کو ممیز کرنے والی درمیانی حالت ہوتی ہے۔ ان دونوں دوروں کی علامتیں ہر جگہ خود بخود رونما ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ گرماگرمی کے دور میں نئے نئے پرجوکھم اور اولو العزمانہ کاروبار آزادی کے ساتھ جاری کیے جاتے ہیں، قدیم کارخانوں کی تیار کردہ پیداوار ہاتھوں ہاتھ فروخت ہونے لگتی

---

[1] فرانس کے ایک بنک کا نام (Comptoir d'Escompte)

باب ۲۸
صنعتی کساد بازاری یا بحران

زیادہ تر ایسے ہی زمانے میں نمودار ہوئے جبکہ امریکا بھی ان میں مبتلا تھا، گو ان کی شدت ہمیشہ بالکل ویسی ہی نہ تھی جیسی کہ امریکا میں رہی۔ چنانچہ سنہ ۱۸۱۸ء اور سنہ ۱۸۳۷ء کی آفتیں ریاستہائے متحدہ میں نسبتہً بہت زیادہ شدت کے ساتھ نازل ہوئیں اور سنہ ۱۸۲۵ء و سنہ ۱۸۴۷ء میں انگلستان کو نسبتہً بہت زیادہ شدید آفتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ یقینی ہے کہ بعض تلاطم ایسے بھی وقوع میں آئے جو دونوں ملکوں میں مشترک نہ تھے۔ مثلاً سنہ ۱۸۶۶ء کا زمانہ انگلستان کے لیے بہت سخت نازک زمانہ تھا، مگر امریکا میں اس زمانے میں حالات نے ایسی کوئی نازک صورت اختیار نہ کی۔ علیٰ ہذا سنہ ۱۹۰۷ء میں جبکہ امریکا سخت بحران میں مبتلا تھا، انگلستان میں بدیہی طور سے اس کی نظیر مفقود تھی۔ بلکہ یہ کہنے کے بجائے کہ ان دونوں ملکوں کے حالات ایک دوسرے کی نظیر نہ تھے، یہ کہنا غالباً زیادہ صحیح ہوگا کہ سنہ ۱۸۶۶ء میں امریکا میں اور سنہ ۱۹۰۷ء میں انگلستان میں آفتوں کی شدت ایک دوسرے کے مقابلے میں کم رہی؛ اس لیے کہ موجودہ زمانے میں ہر آفت تقریباً عالمگیر اثرات رکھتی ہے، اور ان اثرات کی وسعت صرف فرق مدارج کا معاملہ ہے۔ بعض بڑی بڑی کساد بازاریوں مثلاً سنہ ۱۸۵۷ء، سنہ ۱۸۷۳ء اور سنہ ۱۸۹۳ء کی کساد بازاری کا اثر تمام عالم پر محیط تھا۔ بعض کساد بازاریوں کا اثر صرف ایک ہی ملک تک محدود رہا؛ جیسا کہ سنہ ۱۸۶۶ء میں انگلستان میں اور سنہ ۱۹۰۷ء میں ریاستہائے متحدہ امریکا میں، یا سنہ ۱۸۹۹ء میں جرمنی میں ہوا۔

افراتفری کی اس باقاعدگی نے جیونس کی رہبری اس عجیب و غریب "نظریہ داغہائے آفتاب" کے مرتب کرنے کی جانب کی، جس کی رو سے آفتاب میں ہر دس یا گیارہ سال کی مدت میں سیاہ دھبوں کا متواتر مشاہدہ کساد بازاری کے تواتر و تکرار کی توجیہ کرتا ہے۔ جیونس نے یہ خیال قائم کیا کہ آفتاب کے دھبے آفتاب کی حرارت کی کمی بیشی کو تعبیر کرتے ہیں؛ حرارت کے یہ تغیرات زمین کی زراعت اور فصلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں، اور اس سے صنعت کی رفتار متاثر ہوتی ہے۔ مگر اس نظریے کو کبھی قبول عام حاصل نہ ہوا۔ ان تیز و تند تغیرات کی بھی اسی طرح کی توجیہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو ہر دس سال کے بعد نمودار ہوتے ہیں، اور جن کا عمل بھی فصلوں پر اثر پڑنے سے ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ طبعی اور صنعتی تغیرات کے مابین کوئی لگاؤ ہو،

ہے، اہل کاروبار اعتماد بلکہ رجائیت سے کام کرتے ہیں، اور مزدوروں کو کام اچھی اجرت پر اور باقاعدہ ملنے لگتا ہے۔ اعتبار آسانی کے ساتھ پھیل جاتا ہے، قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور سود اور بٹے کی شرحیں بتدریج بڑھ جاتی ہیں۔ جس طرح ہوا کی خنکی سردی کی آمد کی خبر دیتی ہے، اسی طرح اس صورت حال کے آخری دور میں ایک ایسا وقفہ آتا ہے جس میں جمود، ٹھیراؤ اور عدم اطمینان کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ اس حالت میں نئے پرجوکھم اور اولالعزمانہ کاروبار کو غیر متوقعہ رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے؛ اور نیم پختہ کارخانوں کو مطلوبہ اصل فراہم کرنے کے لیے دوسروں سے مسابقت کرکے اعلیٰ شرح سود ادا کرنی پڑتی ہے۔ بٹے کی شرحیں بڑھ جاتی ہیں، زر کی ہر طرف سے مانگ شروع ہوتی ہے اور اس کی قلت کی شکایت عام ہوجاتی ہے۔ یہاں تک کہ دفعتہً کایا پلٹ جاتی ہے اور کسی مشہور سا ہوکارے کا کاروبار کے بیٹھتے ہی اس کایا پلٹ کی رفتار اور تیز ہوجاتی ہے۔ اس طرح ریاستہائے متحدہ امریکا میں ۱۸۵۷ء میں اوہیو لائف انشورنس اینڈ ٹرسٹ کمپنی دیوالیہ ہوئی؛ ۱۸۶۶ء میں انگلستان میں اوور نڈ گرنی اینڈ کمپنی کا دیوالہ نکلا جو بنک کاروں اور دلالوں کی بڑی فرم تھی؛ ۱۸۷۳ء میں جے کک اینڈ کمپنی ایک مشہور امریکن بنک کاری کی کوٹھی، کا خاتمہ ہوا۔ ۱۸۸۴ء میں نیویارک کے تین بڑے قومی بنکوں نے کاروبار بند کردیا؛ ۱۹۰۷ء میں اسی شہر میں نکربوکر ٹرسٹ کمپنی ٹوٹ گئی؛ اور اسی کے ساتھ دوسری بنک کاری کی کوٹھیاں تباہ ہوگئیں۔ اس کے بعد مالی معاملات نے اور نازک صورت اختیار کرلی۔ اس حالت میں بنکوں کو اچانک کثیر مطالبات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے؛ ان سے ایک طرف قرضوں کا اور دوسری طرف نقد ادائی کا مطالبہ کیا جاتا ہے؛ تجارتی کوٹھیوں کا دیوالہ نکل جاتا ہے؛ اور بدترین صورت، جیسی کہ ۱۸۵۷ء اور ۱۸۷۳ء بلکہ ۱۹۰۷ء میں بھی واقع ہوئی، یہ ہوتی ہے کہ صنعت مکمل طور سے مفلوج ہوجاتی ہے۔ اس پرآشوب تلاطم کے کم وبیش سریع اختتام کے ساتھ ہی صنعتی کساد بازاری کا دور شروع ہوتا ہے۔ کوئی نیا جوکھم کا کاروبار نہیں کیا جاتا، قدیم کارخانوں کے کاروبار میں بھی انقباض ہوتا ہے، بے کاری اور بے روزگاری بڑھنا شروع ہوجاتی

391

باب ۲۸
صنعتی کساد
بازاری یا
بحران

ہے۔ بنکوں میں نقد امانتیں بڑھ جاتی ہیں، محفوظ سرمایوں میں اضافہ ہوجاتا ہے اور بٹہ اور سود کی شرحیں گھٹ جاتی ہیں اور قیمتوں میں تخفیف نمودار ہوتی ہے۔ اس کے چند سال کے بعد یہ کساد بازاری اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے؛ پھر حیات تازہ کے آثار بتدریج رونما ہونے لگتے ہیں، اور پرانے دور کا آغاز واعادہ ہوتا ہے۔

۲۔ ان بڑے تغیرات، یعنی صنعتی مظاہر کے اسباب کچھ تو محنت کی تقسیم میں اور پیدائش کے اصل طلب یا وقت طلب طریقے میں مل سکتے ہیں؛ اور کچھ انسانی فطرت کے بعض اساسی خصوصیات میں۔ گویا یہ اسباب ایک حد تک معاشی ہیں اور ایک حد تک نفسیاتی۔

ہم اس سے قبل محنت کی تقسیم کے یکے بعد دیگرے آنے والوں عملوں کو بیان کرچکے ہیں کہ پیدائش کے تدریجی عملوں میں مختلف مرحلوں کی کس طرح ترتیب و تنظیم کیجاتی ہے۔ چنانچہ اس کے نتیجے کے طور پر پیدائش کے ابتدائی مرحلوں اور قابل صرف اشیا کے مکمل طور سے تیار ہوکر نکلنے کے مابین ایک وقفہ رونما ہوتا ہے جو بالعموم طویل ہوتا ہے۔ اور اسی کے نتیجے کے طور پر غلطی اور بدنظمی کا امکان، نیز یہ امکان پیدا ہوتا ہے کہ بدنظمی اور بے ترتیبی کا فوری علم نہ ہو۔ یہاں ہمیں صنعتی بحران کا ایک بڑا سبب ملتا ہے اور وہ غیر منظم پیدائش ہے۔

اس سبب کا عمل اس وقت جبکہ صنعتوں میں سرعت کے ساتھ تغیرات واقع ہورہے ہوں بہت زیادہ قوی ہوجاتا ہے۔ "چنانچہ صنعتی انقلاب" کے بعد کے دور میں، اور ان ملکوں میں جہاں ترقی کی رفتار بہت سریع رہی صنعتی کساد بازاری سب سے بڑے پیمانے پر اور وسیع ترین اثرات کے ساتھ ظاہر ہوئی۔ جب نئے نئے جوکھم کے کاروبار میں اصل کثیر مقدار میں لگایا جاتا ہے، تب ہی غلطی کے سب سے زیادہ مواقع پیدا ہوتے ہیں؛ اور اسی کے ساتھ کسی غلطی کے ارتکاب کے بعد اس کی اصلاح کا بہت کم موقع ملتا ہے اور بہت طویل زمانے تک اس کا اثر قائم رہ سکتا ہے۔ ریلیں جن کے صنعتی اثرات بہت وسیع اور دور رس ہیں، اس معاملے میں بھی بڑی حد تک اثر انداز ہوئی ہیں۔ انیسویں صدی کے اکثر بحران وسیع

پیمانے پر اور غیر منفعت بخش طریق پر ریلوں کی تعمیر سے بہت گہرا تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ سنہ ۱۸۳۷ء میں ریاستہائے متحدہ، سنہ ۱۸۴۷ء میں انگلستان، اور پھر سنہ ۱۸۵۷ء، سنہ ۱۸۷۳ء اور سنہ ۱۸۸۴ء میں ریاستہائے متحدہ کے بحرانوں کی یہی وجہ تھی۔ ریلیں بنانے میں بہت سا وقت اور اصل صرف ہوتا ہے۔ ریلوں کی تعمیر کے دوران میں اور ان کے تکمیل کو پہنچنے کچھ مدت بعد تک بھی اس امر کا پورا یقین نہیں ہوتا کہ وہ کس حد تک منفعت بخش ثابت ہوں گی؛ اور منافعہ ہی بالعموم ان کے کار آمد ہونے کی کسوٹی ہوتا ہے۔ ریلیں نئے نئے علاقوں کا راستہ کھول دیتی ہیں یا قدیم علاقوں میں محنت کی جغرافی تقسیم کو از سر نو ترتیب دیتی ہیں۔ تاوقتیکہ چند سالوں تک ریلیں چلتی نہ رہیں اس کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا ہے کہ آیا قابل تمتع اشیا یا انسانی افادات میں اتنی توفیر اور زیادتی ہوئی کہ اس کی بنا پر کثیر المقدار اصل کا شغل بر پیمانۂ کبیر حق بجانب قرار دیا جا سکے۔ بعض اوقات ریلیں ایسے علاقوں میں بھی تعمیر کی گئی ہیں جہاں ان کا تعمیر کرنا قطعاً نفع آور اور ترقی بخش ثابت نہ ہوا۔ بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ ریلیں اتنی سرعت کے ساتھ بنائی گئیں کہ صنعتی نظام کے ان کے انقلاب انگیز اثرات کے مطابق ہونے کا موقع بھی نہ مل سکا؛ چنانچہ بہت طویل وقفہ ایسا گزرا جس میں یہ منفعت بخش ثابت نہ ہوئیں۔

اسی قسم کے غلط اندازوں اور بدانتظامی و بے ترتیبی کا امکان ہر قسم کے کارخانوں کے قائم کرنے میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ امکان خاص کر سب سے زیادہ ان صنعتوں میں ظاہر ہوتا ہے جو اصل قائم اور کلوں میں استعمال ہونے والی اشیا تیار کرتی ہیں؛ یعنی: ایسی صنعتوں میں جو پیدائش کے عملوں کی بالکل ابتدائی حالت میں ہوتی ہیں اور قابل تمتع اشیا کے مکمل حالت میں تیار ہو کر نکلنے کی منزل سے بہت دور ہوتی ہیں۔ یہ صنعتیں لوہا، لکڑی، تانبا اور اسی قسم کی دوسری اشیا فراہم کرتی ہیں۔ موجودہ زمانے میں ان اشیا میں لوہا، اہم ترین شے ہے اور اسی پر صنعتی جد و جہد کے تغیرات کا سب سے زیادہ اثر پڑتا ہے۔ لوہے اور فولاد کی طلب زیادہ تر تشغل اصل کی غرض سے ہوتی ہے۔ لاکھوں ٹن لوہا اور فولاد سالانہ تیار ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اتنی مقدار میں نئے آلات پیدائش، نئی ریلیں، نئے ڈھانچے

باب ۲۸
صنعتی کساد بازاری یا بحران

نئے سانچے، نئے اسلحہ اور نئے اوزار تیار ہوتے ہیں۔ ان نئے آلات کے اضافے سے انجام کار قابل صرف اشیا زیادہ مقدار میں تیار ہوتی ہیں؛ لیکن اس کا پیشگی اندازہ کرنا بہت دشوار ہے کہ یہ اشیا آیا اس قسم کی ہوں گی جن کی طلب قوی ہوگی یا وہ طلب کے اس طرح مطابق ہوں گی کہ انھیں منافعہ کے ساتھ فروخت کیا جاسکے۔

398

۴۔ یہاں سے نفسیاتی عامل کا عمل شروع ہوتا ہے۔ گرما گرمی کے زمانے میں کاروباری اشخاص کے دل عام طور سے رجائی خیالات سے اسی طرح پُر ہوتے ہیں جس طرح کساد بازاری کے زمانے میں قنوطی خیالات سے پر ہوتے ہیں اور افسردگی چھائی رہتی ہے۔ ممکن ہے کہ چند بہت ہی دانشمند سنجیدہ اور اعتدال پسند اشخاص ان خیالات سے متاثر نہ ہوں۔ چنانچہ جس وقت دوسرے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں یہ توقف کرتے ہیں، اور جس وقت دوسرے تامل کرتے ہیں یہ آزادی کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں۔ لیکن ایسے اشخاص کی تعداد اتنی ہی قلیل ہوتی ہے جتنی کہ ایک اژدحام میں معقولیت پسند افراد کی یا شور و غل کرنے والے انبوہ کثیر میں خاموش رہنے والے اشخاص کی۔ اکثر کاروباری اشخاص اپنے ارد گرد کے حالات سے متاثر ہوتے اور ان ہی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ وہ نئے نئے پرجوکھم کاروبار اسی وقت جاری کرتے اور پرانے کاروبار کی اسی وقت توسیع کرتے ہیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کے ماحول کا تمام عالم بھی اس پر عمل پیرا ہے۔

یہ تعدیہ محض تعدیہ نہیں ہے؛ بلکہ وہ ایک دوسرے پر حقیقی، انحصار اور تعامل پر مبنی ہے۔ کاروباری اشخاص کا کاروبار زیادہ تر ایک دوسرے سے خرید و فروخت کرنا ہے۔ البتہ صرف خردہ فروش تاجر اور ایسی صنعتیں (جن کی نوعیت لازمی طور سے خردہ فروشوں کی سی ہوتی ہے) جیسے کہ ٹریم گاڑیاں وغیرہ ان عوام سے معاملہ کرتی ہیں جو آخری صارف ہوتے ہیں۔ بخلاف اسکے لوہا اور فولاد بنانے والا اپنا مال، آلات اور کل بنانے والے کے ہاتھ فروخت کرتا ہے؛ کلیں بنانے والا اپنا مال صناع کے ہاتھ فروخت کرتا ہے؛ صناع تھوک فروش

۲۸ صنعتی کساد بازاری یا بحران

تاجر، کارندہ یا ایجنٹ کے ہاتھ اپنے مصنوعات فروخت کرتا ہے؛ اور تھوک فروش تاجر، خردہ فروش تاجر سے معاملہ کرتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا انحصار (تاوقتیکہ اس کے قبضے میں غیر محدود مقدار میں اصل اور اعتبار نہ ہو) لازمی طور سے دوسرے کی طلب پر ہوتا ہے کہ دوسرا اس کا کتنا مال خریدے گا۔ آخری طلب کی بنیاد یا وسعت کے متعلق اس کا خیال اور اندازہ چاہے کچھ ہو اس پر براہ راست انھی اشخاص کا اثر پڑے گا جو ان کاروبار کے طویل سلسلے میں اس شخص کے بعد کے درجے میں ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے اگرچہ یہ کاروبار ایک دوسرے سے الگ اور آزاد معلوم ہوتے ہیں مگر وہ لازمی طور سے ایک دوسرے پر مبنی و منحصر ہوتے ہیں۔

صنعتی کساد بازاری کے دوران میں مال تقسیم کرنے والے درمیانی اشخاص یعنی تھوک فروش اور خردہ فروش تاجر اور ایجنٹ جو عمل انجام دیتے ہیں اس کو اس موضوع (یعنی صنعتی کساد بازاری یا بحران) کی بحث میں بسا اوقات نظر انداز کردیا جاتا ہے۔ "دولت آفریں طبقہ" کی پیداوار کا متصل گاہک یہی طبقہ ہوتا ہے۔ جب وہ آزادی کے ساتھ اشیا خریدتے ہیں تو تجارت بہت گرما گرمی سے ہوتی ہے؛ اور جب وہ اس میں تساہل برتتے ہیں تو تجارت سرد پڑ جاتی ہے۔ وہ صرف نفسیاتی اثر ہی کے تابع نہیں ہوتے؛ بلکہ نفع و نقصان کا سیدھا سادہ حساب بھی ان کے لیے بڑا محرک ہوتا ہے۔ ان کا کاروبار تقریباً محض اشیا کی معمولی خرید و فروخت پر مشتمل ہوتا ہے، اور ان کی کامیابی تقریباً بالکلیہ قیمتوں پر مبنی ہوتی ہے۔ قیمتوں کے بارے میں ان کی یہ حالت اور قیمتوں کے مقابلے میں ان کا جوابی عمل طویل مدتوں کے لیے عام صارفوں کی حالت اور جوابی عمل سے مختلف و متضاد ہوتا ہے۔ جب قیمتیں بڑھ جاتی ہیں تو عام صارف کم مقدار میں اشیا خریدتے ہیں، اور جب قیمتیں گھٹ جاتی ہیں تو انھیں زیادہ خریدنے کی ترغیب ہوتی ہے۔ لیکن سوداگر گو انجام کار صارف کی طلب ہی کے تابع ہوتے ہیں، پھر بھی بازار میں قیمتوں کے تغیرات کے متعلق جو تازہ توقعات قائم کی جاتی ہیں ان سے بڑی حد تک متاثر ہوتے ہیں۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ قیمتیں بڑھنے والی ہیں تو

باب ۲۸
صنعتی کساد بازاری یا بحران

آزادی کے ساتھ خریداری کرتے ہیں؛ اور جب وہ خیال کرتے ہیں کہ قیمتیں گھٹ جائنگی تو، اشیا کی خریداری میں کمی کر دیتے ہیں۔ بجز یہ واقعہ کہ وہ اس طرح خیال قائم کرتے اور اس خیال کے مطابق عمل کرتے ہیں پہلی صورت میں قیمتوں کے اضافے کی رفتار میں اور دوسری صورت میں قیمتوں کی تخفیف کی رفتار میں سرعت پیدا کر دیتا ہے۔ جس زمانے میں قیمتوں کے بڑھنے کی توقع ہوتی ہے اس میں وہ اپنے ذخائر کو بڑھا لیتے ہیں تاکہ انھیں زیادہ قیمت سے فروخت کریں یا کم از کم ان کی خرید کردہ اشیا کی قیمتوں میں آگے چلکر اضافہ ہونے کے امکان کے مقابلے میں اپنے کو محفوظ کر لیں۔ اس کے بعد جب تجارت میں انقباض پیدا ہوتا ہے، کاروبار بیٹھ جاتا ہے اور مالی پریشانی اور اضطراب رونما ہوتا ہے تو، وہ جلدی سے اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ "حالات خراب ہو رہے ہیں"؛ اور اس لحاظ سے قدیم فرمائشوں کو حتی الامکان کالعدم کر دیتے ہیں، نئی فرمائشیں نہیں کرتے، اپنی خرید کردہ اشیا کو فروخت کرنے ہی پر بالکلیہ اکتفا کرتے ہیں، اور اس وقت تک انتظار کرتے ہیں جب تک کہ ان کے خیال میں قیمتوں کا گھٹنا موقوف ہو جائے۔ اس توقف اور کساد بازاری کے دور کے بعد جلد یا بدیر جب کوئی نیا واقعہ ظہور پذیر ہوتا ہے، مثلاً فصل اچھی ہوتی ہے، کسی نئے جوکھم کے کاروبار میں حصہ لینے سے منفعت کی توقع ہوتی ہے یا تجارت کا رخ بدلتا ہے تو، اس کی وجہ سے پھر یکبارگی قیمتیں بڑھنے لگتی ہیں۔ بس درمیانی اشخاص اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اب پھر ان کے لیے خریداری کرنے اور قیمتوں کی کمی سے فائدہ اٹھانے کا وقت آن پہنچا ہے۔ نتیجہ یہ کہ تجارت کی گرما گرمی بڑھ جاتی ہے اور رجائیت از سر نو پیدا ہوتی ہے؛ قیمتیں بڑھ جاتی ہیں اور اس وجہ سے بھی زیادہ قطعی طور سے اور سرعت کے ساتھ بڑھ جاتی ہیں کہ سب تاجر اب یہ خیال کرنے لگے کہ وہ بڑھ جائیں گی اور اس خیال کے مطابق خریداری کرنے لگے۔ اس طرح قیمتوں کے بڑھنے کے زمانے میں ان کے پاس اشیا کے زائد ذخیرے بہت کثیر مقدار میں جمع ہو جاتے ہیں، اور قیمتوں کے گھٹنے کے زمانے میں ان کے اشیا کے ذخائر کی مقدار گھٹ جاتی ہے؛ گویا ایک حالت میں صارفوں کے پاس اشیا کی زیادہ مقدار رہ جاتی ہے اور ایک حالت میں

باب ۲۵ منتہی کساد بازاری یا بحران

کم مقدار، مگر اسی مناسبت سے درمیانی اشخاص کے ذخائر کی مقدار میں بھی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔

۴۔ کساد بازاری کے زمانے میں صنعتی کل کے جوڑ بند ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ مختلف اعضاء میں باہمی تعامل نہیں ہوتا۔ سوداگر اور درمیانی اشخاص اپنے اپنے کام رک رک کر انجام دیتے ہیں۔ وہ حسب معمول اور عادت کے مطابق اشیا نہیں خریدتے، اس لیے کہ مستقبل کے متعلق انھیں اطمینان نہیں ہوتا۔ اس مجرد واقعے کی بنا پر کہ وہ اپنی خریداری میں قطع و برید کرتے ہیں، صناع اور آجر اپنی پیدائش کو گھٹا دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ مزدور بے کار اور بے روزگار ہو جاتے ہیں؛ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خردہ فروشوں سے اشیا نہیں خریدتے۔ مالی بحران کے مختصر مگر نازک زمانے میں، بعض اوقات تباہی ہمہ گیر ہو جاتی ہے۔ خرید و فروخت کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے؛ نہ تو آجر مزدور کا طالب ہوتا ہے اور نہ مزدور آجر یا کام پا سکتا ہے۔ یوں تو یہ حالت دو ایک ہفتے سے زائد شاذ ہی قائم رہتی ہے؛ لیکن اس کا قرینہ ہوتا ہے کہ اس کے بعد ایک ایسا طویل دور آئے جس میں اشیا رک رک کر خریدی جائیں، پیدائش گھٹ جائے اور بے روزگاری پھیلی رہے۔ اس مالی تباہی کی وجہ سے پیدائش اور مبادلے کے نازک آلے کے کیل کانٹے ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور وہ بے کار ہو جاتا ہے؛ گو ممکن ہے کہ یہ مالی انحطاط و ضعف عارضی ہو، اور اس آلہ سے جوں توں پھر کام لیا جائے، لیکن اس صدمے کا اثر اس پر ایک مدت دراز تک رہتا ہے اور وہ خوبی کے ساتھ کام نہیں کرتا۔

395

اس سرد بازاری اور "گھاٹے کے کاروبار" کے دور کے زیادہ یا کم مدت تک قائم رہنے کا دارومدار اس امر پر ہے کہ اس سے پیشتر کے زمانے کی گرماگرمی کے دور میں صنعتی انتظامات کی از سر نو ترتیب کم کی گئی ہے یا زیادہ۔ مثلاً اگر موجودہ ضرورتوں کے لحاظ سے فی الحقیقت بہت زیادہ ریلیں تعمیر کی گئی ہوں، برقی کارخانے بہت کثرت سے قائم کیے گئے ہوں، لوہا اور فولاد بہت زیادہ مقدار میں تیار کیا گیا ہو اور تجارتی کوٹھیاں بکثرت موجود ہوں تو، توقف اور انتظار کی حالت کا اس وقت تک قائم رہنا ضروری ہے جب تک کہ اس

سازوسامان (یعنی پرانے اور گھٹیا قسم کے) کو ترک نہ کیا جائے، یا جب تک کہ آبادی کا اضافہ اور دیگر صنعتوں کی ترقی تقسیم عمل میں واجبی توازن کو از سر نو نہ قائم کر دے۔ اس طرح ۱۸۷۳ء کے عظیم صنعتی بحران سے پیشتر کے سالوں میں ریاستہائے متحدہ میں ریلوں کی تعمیر کا کام بہت تیزی سے چل رہا تھا؛ اور اس کے مقابلے میں ملک کی اساسی صنعت، یعنی زراعت کی جانب بے توجہی بڑھ گئی تھی۔ لیکن اس طویل کساد بازاری کے زمانے میں جو اس کے بعد شروع ہوا ریلوں کی تعمیر بالکل رک گئی؛ برخلاف اس کے وسطی مغربی زرعی صوبوں کی آبادی اور ذرائع میں خاصا اضافہ اور ترقی رونما ہوئی۔ اس کے بعد ۱۸۷۹ء تا ۱۸۸۳ء میں حالات نے اچانک پلٹا کھایا، اور پہلے تجارت خارجہ نے کروٹ بدلی؛ فصلیں اچھی ہوئیں اور کثیر پیداوار برآمد ہوئی جس سے اچھی قیمتیں وصول ہوئیں؛ غرض حیات تازہ کے آثار پیدا تھے؛ صنعتی نظام کی از سر نو ترتیب عمل میں لائی جا چکی تھی؛ تجارتی طبقہ اس صورتِ حالات کو سمجھ گیا؛ اور ایک نئے دور کا آغاز ہو گیا جو بادی النظر میں اپنے پورے لوازم یعنی عام رجائیت، تجارتی گرم بازاری، مستعدانہ تخمین، ہر قسم کی کاروباری اولوالعزمی سے مزین تھا، اور در پردہ ایک جدید بحران اور کساد بازاری کے ایک نئے دور کی تیاری کر رہا بلکہ اس کی بنیاد رکھ رہا تھا۔

چونکہ معاشی آفات میں نفسیاتی عامل اس قدر مرکزی اہمیت رکھتا ہے اس لیے نام نہاد اچھے اور برے زمانوں کی مدت اور وسعت، اور اسی کے ساتھ ان کے ایک حالت سے دوسری حالت میں فوراً مبدل ہو جانے کا موقع دونوں بظاہر محض اتفاقات، یعنی ایسے اسباب پر مبنی معلوم ہوتے ہیں جو کسی قانون کے پابند نہیں ہیں، اور جن کے متعلق کوئی پیش بینی یا پیش گوئی نہیں کی جا سکتی۔ اگر کہیں غیر متوقعہ طور سے بڑا خسارہ واقع ہو تو اس سے بہت جلد کساد بازاری رونما ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس اگر فصلیں غیر متوقعہ طور سے اچھی ہوں اور ان کی پیداوار اعلیٰ قیمتوں پر فروخت ہو (اور خوش نصیبی سے ریاستہائے متحدہ میں یہ دونوں چیزیں بارہا ایک ساتھ واقع ہوئی ہیں) تو وہ ایک ایسی کساد بازاری کو جو

باب ۲: صنعتی کساد بازاری یا بحران

عنقریب نازل ہونے والی تھی ملتوی کر سکتی ہیں۔ چنانچہ موخر الذکر حالت سنہ ۱۸۹۰ء تا سنہ ۱۸۹۱ء میں ظاہر ہوئی۔ اس وقت کا یا پلٹ کا پورا سامان موجود تھا؛ لیکن زرعی خوشحالی کے موسم نے اس برے وقت کو ایک یا دو سال کے لیے ٹال دیا؛ چنانچہ یہ بحران بالآخر خاص شدت کے ساتھ سنہ ۱۸۹۳ء میں نمودار ہوا۔ اسی زمانے میں چاندی کا مسئلہ چھڑ گیا کہ آیا ملک کے زر کی بنیاد سونے پر ہونی چاہیے یا چاندی پر؟ اور اس مسئلے کے متعلق سیاسی کشمکش کی وجہ سے اس بحران نے اور اس کے متعاقب دور کساد بازاری نے اور بھی زیادہ نازک اور پیچیدہ شکل اختیار کر لی؛ یعنی اس مسئلے نے اکثر کاروبار کو غیر یقینی بنا دیا اور اپنے نفسیاتی اثرات و نتائج کے لحاظ سے اس سے زیادہ عدم تیقن اور توقف کی حالت پیدا کر دی جس کا خود مسئلہ زر سے پیدا ہونا ناگزیر تھا۔ سنہ ۱۸۹۶ء کے بعد سے حیات تازہ کے آثار پیدا ہونا شروع ہوئے اور ان کو ترقی دینے والے ہمہ قسم کے اسباب تھے؛ یعنی: ایک تو انتخابات میں جمہوریت پسندوں کی فتح، جس سے ایک مستحکم معیار طلا کے قائم ہونے کی امید بندھتی تھی؛ اور دوسرے تجارت خارجہ میں موافق حالات کا پیدا ہونا۔ اس قسم کے بے قاعدہ اسباب کے بار بار رونما ہونے کے باوجود صنعتی کساد بازاری اور بحران کے متواتر وقوع پذیر ہونے میں جس درجہ باقاعدگی اب بھی مستقل طور سے پائی جاتی ہے وہ حیرت انگیز ہے۔

ممکن ہے کہ کساد بازاری کی مدت اس وقت طویل نہ ہو اور حالات کا اپنی اصلی حالت پر عود کر آنا اس وقت آسان ہو جبکہ ان کے اساسی حالات و شرائط قیمتوں کو بڑھانے کے موافق ہوں؛ مثلاً جبکہ فلزی زر کی رسد میں نمایاں طور سے اضافہ ہو رہا ہو۔ اس کے برخلاف یہ بھی ممکن ہے کہ بعینہ یہی حالات، بحران کی تاسیس کے زمانے میں جو تخمینی اور غیر محتاط کاروبار ہوتا ہے اس کی حدوجہد کو بڑھا دیں اور اس طرح آفت و خسارے کو جب کبھی وہ نمودار ہو بہت زیادہ تباہ کن بنا دیں۔ چنانچہ سنہ ۱۸۵۷ء کی کساد بازاری کیلی فورنیا اور آسٹریلیا میں سونے کی دریافت کے بعد اس وقت رونما ہوئی جبکہ اس دریافت کے نتیجے کے طور پر

باب ۲۸
صنعتی کساد بازاری یا بحران

کئی سال تک قیمتوں میں اضافہ ہوتا رہا۔ یہ کساد بازاری بہت شدید اور تباہ کن ثابت ہوئی تھی، مگر پھر بھی زیادہ مدت تک قائم نہیں رہی؛ ایک یا دو سال کے اندر اس کے اثرات بظاہر معدوم ہوگئے۔ اس کے برعکس ۱۸۷۳ء کی کساد بازاری نمودار ہوتے ہی قیمتوں میں عام طور سے تخفیف شروع ہوگئی؛ یہ حالت خاص کر ریاستہائے متحدہ میں پیدا ہوئی، جہاں زر کاغذی کے مفرط اجرا سے پیدا شدہ قیمتوں کی زیادتی بتدریج اور بدقت تمام کمی کی طرف مائل ہو رہی تھی؛ اور ۱۸۷۳ء کے بعد کی کساد بازاری غیر معمولی طور سے طویل المدت تھی۔

۵۔ صنعتی کساد بازاری کے سلسلے میں ایک اور عامل پر غور کرنا باقی رہ جاتا ہے؛ اور وہ عامل اصل کا اضافہ اور پس اندازی اور بنک کاری سے اصل کا تعلق ہے۔

نئے جوکھم کے کاروبار جاری کرنے کے معنی ایک طرف تو حقیقی اصل کی تخلیق ہیں اور دوسری طرف اس کے معنی جدید اندوختوں کا جمع کرنا ہیں؛ یعنی یہ ایک دوہرا عمل ہے جس کے ذریعے سے خانگی ملکیت کے نظام کے تحت قوم کے اصل میں افزائش ہوتی ہے۔ آجر اصل دار شغل اصل کرنے والوں سے زر بطور قرض حاصل کرتے ہیں یا دوسرے طریقوں سے ان کی پس انداز کردہ رقوم پر دسترس حاصل کرتے ہیں۔ گو ساہوکار اور عملی کاروبار کرنے والے اشخاص خود اپنے خانگی اصل کو بھی کاروبار میں لگاتے ہیں، لیکن زیادہ تر وہ بالواسطہ شغل اصل کرنے والوں سے زر حاصل کرکے اپنے کاروبار میں مشغول کرتے ہیں۔ خواہ وہ اپنا خانگی طور سے فراہم کردہ زر استعمال کریں یا دوسروں کے ذرائع استعمال کریں، وہ اس مقدار سے زیادہ رقم کو مشغول نہیں کرسکتے جتنی کہ قوم کی پس اندازیوں سے دستیاب ہوسکتی ہے۔ لیکن یہ تحدید ایک طویل المدت تحدید ہے۔ وہ براہ راست عمل نہیں کرتی بلکہ درمیانی اشخاص کے ایک سلسلے کی وساطت سے عمل کرتی ہے۔

سرمایہ مشترک کی تجارتی انجمن (کارپوریشن) کی نشوونما اور ترقی اور اس کے نتیجے کے طور پر شغل اصل کرنے والے مجہول اشخاص کے لیے شغل اصل

باب ۲۵ منفعی کساد بازاری یا بحران

کے مواقع کی افزائش، ان دونوں نے اس سارے نظام کو وسیع اور پیچیدہ کر دیا۔
موجودہ زمانے میں نئے پر جوکھم کاروبار بالعموم مشترک سرمایہ کے اصول پر جاری کئے جاتے ہیں، اور اس کاروبار کے انصرام کے لیے مطلوبہ زر بازار میں تمسک اور دستاویزات فروخت کر کے حاصل کیا جاتا ہے۔ تمسکات اور دستاویزات پہلے زیادہ تر ساہوکاروں اور شغل اصل کرنے والی انجمنوں کے ہاتھ فروخت کئے جاتے ہیں، اور یہ جماعتیں ان تمسکات کو اپنے طور پر شغل اصل کرنے والے اشخاص کے ہاتھ فرداً فرداً فروخت کرتی ہیں۔ ساہوکارے اور شغل اصل کرنے والی کوٹھیاں اس کی ضمانت تو نہیں کرتیں کہ جو تمسکات وہ بازار میں فروخت کر رہی ہیں وہ عمدہ اور منفعت بخش ہوں گے؛ پھر بھی ان کے لیے ایک حد تک ذمہ داری محسوس کرتی ہیں۔ ان کی نیکنامی اور دائمی خوشحالی محض اعلیٰ درجے کے تمسکات کو فروخت کرنے اور کامیاب کاروبار کو فروغ دینے پر مبنی ہوتی ہے۔ اس قسم کی انجمنوں (فرموں) یا اداروں کا سب سے اہم اور مفید کام نئے پر جوکھم کاروبار کے بارے میں صحیح وصائب اندازہ قائم کرنا ہے؛ اور یہی دراصل ان کے منفعت حاصل کرنے کا اصلی ذریعہ ہے۔ لیکن وہ تخمینی اندازے کے سوا کوئی صحیح اور پختہ اندازہ اس امر کی بابت نہیں قائم کر سکتے کہ اصل کو مشغول کرنے والی جماعت بحیثیت مجموعی تمسکات کی کتنی مقدار خرید سکتی ہے۔ رجائیت اور خوشحالی کے زمانے میں شغل اصل کی متعدد انجمنیں کاروبار کو پھیلاتی اور بلا تامل آگے بڑھتی چلی جاتی ہیں، اور ایسے سب کاروبار کے تمسکات خریدتی ہیں جن کے ترقی کرنے کی توقع ہوتی ہے۔ چنانچہ بنک کاری، تمسک کا کاروبار اور ہنڈی کی دلالی کرنے والی کل برادری قرضوں کا لین دین اور تمسکات کی خرید و فروخت کرتی ہے۔ اکثر چھوٹا موٹا کاروبار کرنے والے اور "بیرونی" محض آزادانہ طور سے کوئی اندازہ قائم نہیں کرتے اور اپنی قوت فیصلہ سے کام نہیں لیتے بلکہ خلق کا جدھر رجحان ہو محض اس کے لحاظ سے خرید و فروخت کرتے ہیں، ہر قسم کے مبالغہ آمیز بیانات یا افواہوں کو قبول کر لیتے ہیں، صرف تمسکات کی روزمرہ کی قیمتوں کو پیش نظر رکھتے ہیں، اور وقتیہ جوش کے متعدی اثر

باب ۲۸
صنعتی کساد بازاری یا بحران۔

سے متاثر ہو کر ان اساسی قوتوں کی جانب سے بالخصوص کم توجہی برتتے ہیں جن پر ان کی جدوجہد مبنی ہوتی ہے۔ یہاں نفسیاتی عامل بہت اہم کام انجام دیتا ہے۔

اس کے علاوہ ایک دوسری قسم کے درمیانی اشخاص کے کاروبار کا بھی اس سے لگاؤ ہے؛ اور وہ تجارتی بنکوں کا کاروبار ہے۔ کوٹھی والے، ساہوکار اور تمسک گھر اس امید میں ان بنکوں سے عارضی مدت کے لیے قرضے حاصل کرتے ہیں کہ نئے تمسکات کو شغل اصل کرنے والی مخلوق کے ہاتھ فروخت کر کے محصلہ قیمت سے قرضے کی ادائی کر دیں گے۔ تجارتی بنکوں کی حیثیت عام طور سے ایسی ہوتی ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ قرضے دے سکتے ہیں: ان کے پاس نقد زر کے ذخائر کی کافی مقدار میں موجودگی انھیں بالعموم خطرات سے محفوظ رکھتی ہے۔ اور ان کے یہ کوٹھی کے قرضے عمدہ اور منفعت بخش ہوتے ہیں۔ گو ممکن ہے کہ بطور ضمانت پیش کردہ مساوی القدر تمسکات ایک غیر یقینی مستقبل پر منحصر ہوں، لیکن خود قرض گیرندوں کی مالی حیثیت نہایت استوار ہوتی ہے اور وہ پوری طرح قرضے کی ضمانت داخل کرتے ہیں۔ بنک زیادہ مقدار میں قرضے دیکر اور امانتیں قائم کر کے کوٹھی والوں کو اور عملی کاروباری منتظمین کو ایک موثر قوت خرید حوالے کرتے ہیں اور یہ قوت خرید ایسے ہی مکمل طریقے سے حوالے کی جاتی ہے جیسے کہ موخر الذکر طبقے کو پس انداز کرنے والوں اور شغل اصل کرنے والوں سے براہ راست رقم مل سکتی ہے۔ بنک اپنے اس عمل سے قوت خرید کی مجموعی مقدار میں جو غیر منفصل ہے اور جو اشیا خریدنے میں استعمال کی جاتی ہے، اضافہ کر دیتے ہیں؛ اور اس طرح وہ بسا اوقات بہت قوت کے ساتھ قیمتوں کے عام اضافے کو، جو گرانی کے دور کی نمایاں خصوصیت ہے، فروغ دیتے ہیں۔ اس طریقے پر جو قرضے دیے جاتے ہیں ان میں بڑی حد تک تغیر پذیری ہوتی ہے۔ ایک ایسے بنک کے لیے جو مضبوط بنیادوں پر قائم ہو، قرضوں کو بڑھانے اور پھیلانے کی کوئی مقررہ و معین حد نہیں ہوتی؛ اور ایک مدت دراز تک بنک اور ان کے اہل معاملہ اس طرح عمل کر سکتے ہیں کہ گویا

باب ۲۸ صنعتی کساد بازاری یا بحران

کوئی حد ہی معین نہیں ہے۔

اس قسم کی صورت حال ان بے ضابطگیوں میں سے ایک بے ضابطگی ہے جو اعتبار اور شغل اصل کے طریقے میں پائی جاتی ہیں۔ قوم کے مادی ساز و سامان (یعنی کارخانے، ریلیں، اور برقی قوت خانے) کا اضافہ نہ صرف پس اندازی کے ذریعے سے عمل میں آتا ہے، بلکہ بنکوں کی جانب سے قوت خرید کی تخلیق کے ذریعے سے بھی عمل میں آتا ہے۔ کوٹھی والوں اور کاروباری منتظموں کی سب سے بڑی احتیاج "زر" ہوتی ہے؛ یعنی انھیں ایسے ذرائع کی ضرورت ہوتی ہے جن کی مدد سے وہ کلیں خرید سکیں اور مزدوروں کی اجرت ادا کر سکیں۔ جہاں تک مادی حیثیت سے کاروبار کو فوراً آغاز کرنے کا تعلق ہے وہاں تک، جونہی قوت خرید ان کے قبضہ و تصرف میں آجاتی ہے وہ کاروبار شروع کر دیتے ہیں اور اس کا کوئی لحاظ نہیں کرتے کہ یہ قوت خرید شغل اصل کرنے والوں سے بہم پہنچی یا بنکوں کے ذریعے سے بہم پہنچی جو قرضوں اور اعتباری امانتوں کو بڑھاتے اور پھیلاتے ہیں۔ اس طرح مادی شغل اصل کا عمل، شغل اصل کرنے والوں کی پس اندازی کے عمل سے بہت قبل شروع ہو جاتا ہے؛ جس کی وجہ صرف یہ نہیں ہے کہ کوٹھی والے عارضی طور سے خود اپنی رقم لگاتے ہیں، بلکہ یہ کہ بنک ان کوٹھی والوں کو بڑی بڑی رقمیں اعتبار کی شکل میں مہیا کرتے ہیں۔ اور اس طرح نئے کارخانوں کا اجرا، نئی کلوں کی تیاری اور قدیم کارخانوں کی توسیع، یہ سب، قوم کی حقیقی پس اندازی سے بہت پہلے اور بہت زیادہ مقدار میں عمل میں آسکتے ہیں۔

یہ عمل غیر معین مدت تک جاری نہیں رہ سکتا۔ مرور زمانہ کے ساتھ یہ بات واضح ہونے لگتی ہے کہ تمسکات، جنھیں کوٹھی والے شغل اصل کرنے والوں کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتے ہیں، بہت دیر میں فروخت ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں جوں جوں بنکوں کے قرضوں اور امانتوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اسی مناسبت سے ان کے ذمہ کی رقوم واجب الادا بڑھتی جاتی ہیں، اور ان کے نقد ذخائر بتدریج کم ہوتے جاتے ہیں۔ زر کی قلت نمودار ہوتی ہے؛ شرح سود

باب ۲۸ صنعتی نرمی بازاری یا بحران

نہ صرف قلیل المدت قرضوں پر بلکہ طویل المدت تمسکات پر بھی بڑھ جاتی ہے؛ اور انتہائی حالت پیدا ہونے لگتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کوٹھی والوں اور بنکوں نے نئے پرجوکھم کاروبار کے اجرا کی شکل میں ایک مفید کام انجام دیا؛ اس لیے کہ تاوقتیکہ حقیقی کاروبار کا آغاز اور اس کا مستقبل واضح نہ ہو، شغل اصل کرنیوالی عام مخلوق کا بیشتر حصہ اس کاروبار میں شرکت کرنے کی جانب مائل نہیں ہوتا۔ لیکن شغل اصل کرنے والوں کی پس اندازی سے پیشتر کام آغاز کرنے کا عمل خطرات سے خالی نہیں ہوتا اور اس عمل کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ تجارتی بنکوں کے کاروبار کی تغیر پذیری، جائز حد سے آگے بڑھ جانے کی محرک بھی ہوتی ہے اور اس کی پردہ داری بھی کرتی ہے۔

ان تمام معاملات کو شروع ہوئے زیادہ زمانہ نہیں گزرتا کہ یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ قوم کی پس اندازی سے جتنی رقم کا مہیا ہونا ممکن ہے اس سے بدرجہا زیادہ مقدار میں کاروبار کی ذمہ داری سر پہ لی گئی ہے۔ شغل کرنے والوں کو جو تمسکات بغرض فروخت پیش کئے گئے ان کی مقدار شغل اصل کرنے والوں کے ذرائع اور استطاعت سے زیادہ ہے۔ نئے پرجوکھم کاروبار کے لیے اب مالی اعانت حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے؛ اور جو کارخانے قائم ہو چکے ہیں، انھیں بھی اپنے سازوسامان کا تکملہ کرنے کے لیے زائد مطلوبہ رقم کے مہیا کرنے میں یوماً فیوماً زیادہ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تجارتی بنک سرمایہ مشترک کی ان تجارتی انجمنوں اور افراد کو، جنھوں نے نئے یا پرانے تمسکات کی متوازی ضمانت پیش کرکے ان بنکوں سے قرضے حاصل کئے تھے، ازسرنو مزید قرضہ جات دینے میں پس وپیش کرتے ہیں۔ اسی کے ساتھ اس کا بھی قرینہ ہے کہ تجارت کی توسیع میں رکاوٹ پیدا ہو، اور ہرجہتی ترقی کی لہر جمود و سکون سے بدل جائے۔ ہر طرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ مزید شغل اصل کے کاروبار کے ذرایع پر ضرورت سے زیادہ دباؤ ڈالا گیا ہے۔

جب کبھی کایا پلٹ ہوتی ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، تو اس کا آغاز کسی کوٹھی کے دیوالیہ ہو جانے سے ہوتا ہے۔ جب کوئی ساہوکارہ اپنے ذرایع

یا اپنے آسامیوں کے ذرائع کی حد سے تجاوز کر جاتا ہے یا کسی نئے جوکھم کے کاروبار کے
بارے میں غلط اندازہ قائم کرتا ہے تو اس کا دیوالہ نکل جاتا ہے اور یہ دیوالہ عام
تباہی کے نمودار ہونے میں سرعت پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ جب جے کُک اینڈ کمپنی
کا دیوالہ نکلا تو اس سے ۱۸۷۳ء کے بحران کا آغاز ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ
ایک بڑی کمپنی تھی، جو شمالی بحر اوقیانوس کی ریل کی تعمیر کے لیے بڑے پیمانے پر
قرضہ دے رہی تھی، اور انجام کار بڑی حد تک کامیاب رہی۔ لیکن چونکہ ریلیں
آبادی اور صنعتوں کی ضرورت سے بہت زیادہ بنائی گئیں، اس لیے منفعت بخش
ثابت نہ ہوئیں۔ اس کے نتیجے کے طور پر جو تباہی رونما ہوئی اس سے یہ بات
ثابت ہو گئی کہ ایسے پر جوکھم کاروبار بکثرت جاری کیے گئے تھے جو بہت قبل از
وقت تھے، اسی کے ساتھ ایسے کارخانوں کی تعداد بھی کچھ کم نہ تھی جن کو غلط اندازوں
کی بنا پر شروع کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں حکمت پس اندازی سے جتنی رقم کا فراہم ہونا
اغلب تھا اس سے بہت زیادہ مقدار میں نئے اصل کو مشغول کرنے کی تجویزیں
کی گئی تھیں۔ چنانچہ فی الحقیقت ۱۸۷۳ء کی کساد بازاری سے قبل تمام عالم میں
ایسی ہی صورت حالات رونما ہوئی۔ پھر موجودہ صدی کے ابتدائی سالوں
میں بھی تمام دنیا میں اسی قسم کے حالات پیدا ہوئے، اور انھوں نے ۱۹۰۷ء
کی صنعتی کساد بازاری کی جانب رہبری کی۔

خلاصہ یہ کہ اگر صنعتی کساد بازاری کے اسباب کی تحلیل کی جائے تو وہ مختلف
قسموں کی بدنظمی اور بے ترتیبی پر مبنی معلوم ہوتے ہیں، اور یہ سب بدنظمی اور بے ترتیبی
محنت کی پیچیدہ تقسیم سے اور پیدائش و صرف کے طویل درمیانی وقفے سے متعلق
ہے۔ ممکن ہے کہ کسی خاص قسم کے شغل اصل میں، یعنی ریلوں، برقی کارخانوں یا
سوتی پارچہ بافی کی گرنیوں میں پس اندازیوں کو مصروف کرنے میں بدنظمی ہو۔ ممکن
ہے کہ قوم کی پس اندازیوں سے فراہم ہونے والی رقم اتنی زیادہ نہ ہو جتنا کہ غیر منظم
طور پر اصل میں اضافہ کر لیا گیا ہے۔ سوداگروں اور درمیانی اشخاص کے تمسکات
میں زیادتی یا کمی ہونا بھی ممکن ہے۔ ان تمام بدنظمیوں اور غلطیوں کے سلسلے میں
نفسیاتی عامل بھی ایک کڑی کا اضافہ کرتا ہے۔ غرض کہ یہ طرح طرح کی بدنظمیاں

باب ۲۸
خفتی کساد بازاری یا بحران۔

جتنی زیادہ ہوں گی، اتنا ہی آئندہ چل کر اصلاح اور تنظیم جدید کا عمل طویل المدت اور تکلیف دہ ہوگا۔

401

بابِ بست و نہم

مالی ہراس و اضطراب

(۱) کاروباری طبقہ اور مالی اضطراب۔ لین دین کا امتزاج اور عام تباہی کا امکان۔ صنعتی کساد بازاری کے زمانے میں قرضے کی طلب۔ (۲) بنکوں کی حیثیت: قرضوں اور نقد کی مانگ۔ بے باکانہ اصول عمل کی ضرورت۔ مرکزی بنک کیا مدد کر سکتا ہے۔ (۳) ریاستہائے متحدہ میں خاص خطرات، وسیع امانتی بنک کاری کی وجہ سے حساب گھر کا عمل انفرادی بنک معرض خطر میں ہونے کی صورت میں۔ جب سب جنیک معرض خطر میں ہوں تو کیا پریشانیاں اور دشواریاں ہوتی ہیں۔ (۴) مالی پریشانی کا مقابلہ کرنے کے قدیم طریقے یعنی متحدہ عمل اور حساب گھر کے صداقتنامے ریاستہائے متحدہ میں غیر مکتفی ہیں۔ ۱۸۷۳ء، ۱۸۹۳ء اور ۱۹۰۷ء کے مالی اضطراب کی شدت۔ فیڈرل رزرو طریقہ اس کے علاج کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے۔ (۵) بحران کی صنعتی خرابیوں کا علاج مشکل ہے۔ فی الجملہ انفرادی صنعت گری کے ناگزیر عواقب و نتائج۔

۱۔ مالی ہراس و اضطراب جو صنعتی کساد بازاری یا بحران کی انتہائی نازک حالت میں ظاہر ہوتا ہے، نہ صرف عام کاروباری اور تجارتی جماعتوں پر بلکہ بنکوں اور کوٹھی والوں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ اگرچہ ان دو طبقوں پر ان کی قسموں کے ایک دوسرے سے دائمی طور سے وابستہ ہونے کی وجہ سے ایک ساتھ اثر پڑتا

باب ۲۹
مالی ہراس و اضطراب

ہے، لیکن حتی الامکان ان کی الگ الگ بحث کرنے سے توضیح و تفہیم میں سہولت ہو گی۔ چنانچہ ہم عام کاروباری طبقے سے بحث کا آغاز کریں گے۔

سب کاروباری اشخاص اپنے معاملات، اعتبار کے لین دین کی بنیاد پر انجام دیتے ہیں۔ ہر فرد لین دار بھی ہوتا ہے اور دین دار بھی، اور اس کے ذمہ ہنڈیاں واجب الادا بھی ہوتی ہیں واجب الوصول بھی ہوتی ہیں۔ معمولی حالات میں اس قسم کی سب واجب الادا رقمیں بہ پابندی وقت ادا کی جاتی ہیں۔ مطالبات پابندی سے ادا نہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ خاطی کی ساکھ کاروباری دنیا میں بالکل تباہ ہو جاتی ہے؛ اور وہ کہیں کا نہیں رہتا۔ اسی شدید عملی ضرورت ولزوم کی بنیاد پر تجارتی کاغذ پر بٹہ کاٹنا محفوظ بنک کاری کا مسلّم اصل خیال کیا جاتا ہے۔ یہاں اس امر کے دہرانے کی یہ مشکل ضرورت ہے کہ تجارتی بنک اپنی حیات و بقا کو عملی کاروباری اشخاص کو اعتبار دینے اور ان کی ہنڈیوں پر بٹہ کاٹنے کے کاروبار پر بڑی حد تک منحصر سمجھتے ہیں۔

کوئی ایسی چیز جو اس توقع میں کہ تجارتی قرضے مستعدی کے ساتھ ادا کیے جائیں گے تزلزل پیدا کرے، کاروباری اشخاص میں اضطراب اور پریشانی پیدا کر سکتی ہے۔ 402 ہر شخص جانتا ہے کہ اس کے کاغذ کی معیاد ختم ہو رہی ہے، اور اس کا ادا کرنا واجب ہے، اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس کاغذ کی ادائی کرنے کے قابل وہ اسی وقت ہو گا جبکہ دوسروں سے واجب الوصول رقوم اس کو وصول ہوں۔ اگر وہ اپنے ذمہ کے واجبات ادا کرنے سے قاصر رہے تو وہ اپنی تشفی اس واقعے سے نہیں کر سکتا کہ اس کی تقصیر کا باعث اس کے قرض داروں کی کوتاہی ہے جو ادائی کرنے میں برتی گئی کیونکہ اس کی ساکھ تو بہرحال بگڑ جاتی ہے۔ صنعتی گرما گرمی و ترقی کے زمانے میں اس کا قرینہ ہوتا ہے کہ ہر قسم کے واجبات کی مقدار بڑھ جائے، اور ان کا ایک دوسرے پر انحصار بھی زیادہ ہو جائے۔ اگر کسی جگہ فی الحقیقت بہت زیادہ بدنظمی واقع ہو تو، کاروبار کا بیٹھ جانا اور دیوالے نکلنا ناگزیر ہے۔ لیکن اس صورت میں اس کا بھی امکان ہوتا ہے کہ ایک کارخانے کی تباہی دوسرے کارخانے پر اثر انداز ہو، اور اس سے تیسرا بھی متاثر ہو؛ حتیٰ کہ کاروباری انجنیں

باب ۲۹ مالی ہراس و اضطراب

بنکوں کو قرضوں کی عام اور شدید طلب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی کے ساتھ اس کا بھی امکان ہوتا ہے کہ ان سے زر نقد کی زیادہ مقدار طلب کی جائے۔ یہ دو چیزیں ایک دوسرے سے تضاد رکھتی ہیں؛ اس لیے کہ زر قانونی کے ذخیرے کی مقدار گھٹنے کے معنی یہ ہیں کہ ان ذرائع میں کمی ہو جن پر قرضوں میں اضافہ کرنے کا مدار ہے۔ پھر بھی مالی اضطراب کے زمانے میں، بنکوں کے لیے صحیح طریق عمل نہ صرف خود ان کے ذاتی مفاد کے واسطے بلکہ پوری قوم کے مفاد کے واسطے صرف یہی ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ قرضے دیں۔ اس اصول کو عملی صورت میں لانے کے لیے ایک بڑا مرکزی ادارہ یقینی طور سے بہت بڑی حد تک مدد دے سکتا ہے۔ 408

مرکزی بنک پر عوام کی جانب سے بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے؛ اور اس کا انتظام باقاعدگی اور راست بازی کے ساتھ کیا جائے تو، وہ مشکلات کے زمانے میں بھی ذمہ داری اور فرائض بجا لانے کے لیے آمادہ و مستعد ہوتا ہے۔ مرکزی بنک، اپنے کثیر المقدار ذخائر سے نقد فراہم کرکے، قرضے دیکر، دوسرے بنکوں کی آڑے وقت میں مدد کرکے تاکہ ان میں سے ہر ایک اپنے گاہکوں کی مدد کرنے کے قابل ہو جائے، مالی پریشانی کو بڑی حد تک رفع کر سکتا ہے اور عام تباہی و بربادی واقع ہونے سے قبل اس کی روک تھام کر سکتا ہے۔

بنک آف انگلینڈ کو طویل اور تلخ تجربات کے بعد یہ معلوم ہو گیا ہے اور اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ، ہر قسم کے قرضے آزادی کے ساتھ دینا ہی مالی پریشانی کا مقابلہ کرنے کی واحد تدبیر ہے۔ یہ سچ ہے کہ بنک آف انگلینڈ شرح بٹہ میں اضافہ کر دیتا ہے اور غالباً بہت زیادہ اضافہ کر دیتا ہے؛ چنانچہ دوسرے بنک بھی شرح بڑھا دیتے ہیں۔ لیکن سب اچھی ساکھ رکھنے والی تجارتی انجمنوں کو اس بات کا اطمینان و یقین ہوتا ہے کہ انھیں عند الضرورت قرضے مل سکتے ہیں۔ یہی اطمینان بر اعظم کے بڑے بڑے پبلک بنکوں کی جانب سے دلایا جاتا ہے۔ گو یہ بنک، اپنے دستور اور طریقہ ہائے کار کے اعتبار سے، بنک آف انگلینڈ سے مختلف ہیں، لیکن انھیں اس بڑے انگریزی ادارے کی مصائب آمیز سرگزشت سے یہ سبق بہت آسانی کے ساتھ حاصل ہو گیا ہے کہ " دلیرانہ کشادہ دلی مالی پریشانی

اینٹوں کی قطار کی طرح مسلسل منہدم ہو جائیں۔ اس قسم کے انہدام و تباہی کی ایک حقیقی تمثیل سنہ ۱۸۵۷ء کے بحران عظیم میں وقوع پذیر ہوئی؛ چنانچہ اس زمانے میں انگلستان اور ریاستہائے متحدہ دونوں، میں غیر معمولی طور پر کثیر التعداد کاروباری انجمنیں تباہ و برباد ہوئیں۔

جس وقت طوفان برپا ہونے کے قریب ہوتا ہے اس زمانے میں کاروباری طبقے کے لیے ایک چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے، اور وہ اندھا دھند تباہی سے تحفظ کی ضمانت ہے۔ اس کا اطمینان صرف بنک ہی، بشرطیکہ وہ خود مدد کرنے کے قابل ہوں، دلا سکتے ہیں۔ ایسے زمانے میں تاجروں اور صناعوں کو جس چیز کی خواہش ہوتی ہے وہ قرضہ بشکل امانت ہے۔ وہ یہ نہیں چاہتے کہ انھیں نقد زر ہی دیا جائے۔ یہ سچ ہے، جیسا کہ ہم بحران کے بنک کاری کے پہلو پر بحث کرتے وقت قریب میں بیان کریں گے، کہ اسی زمانہ میں بنکوں پر نقد زر قانونی کے لیے یورش کا ہونا ممکن ہے، خاص کر ایسے ملکوں میں جہاں "امانتوں" کو استعمال کرنے کا طریق رائج ہے۔ لیکن عام تجارتی طبقہ اس یورش میں شریک نہیں ہوتا؛ گو ممکن ہے کہ بعض کاروباری اشخاص اس میں شرکت کریں۔ کاروباری طبقے کے اطمینان خاطر کے لیے ایک چیز سب سے زیادہ ضروری ہے؛ اور وہ اس امر کا اطمینان ہے کہ ممکنہ عارضی دباؤ کی صورت میں انھیں مالی مدد مل جائے گی۔ نقد زر طلب نہیں کیا جاتا بلکہ قرضے طلب کیے جاتے ہیں؛ یا دوسرے الفاظ میں وہ یہ اطمینان چاہتے ہیں کہ عند الضرورت قرضے مل جائیں گے۔ کاروباری اشخاص اس کے خواہاں ہوتے ہیں کہ ان کی "دستگیری اور حفاظت" کی جائے۔ امانت استعمال کرنے والے ملکوں میں کاروباری اشخاص بنکوں سے قرضہ حاصل کرنے کے متمنی اور طالب ہوتے ہیں؛ گویا وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کے نام اعتباری امانت بنک میں قائم کی جائے، تاکہ وہ اس کی مدد سے اپنے ذمہ کے مطالبات کی ادائی کر سکیں، خواہ اس زمانے میں خود ان کے دیے ہوئے قرضے دوسروں کی جانب سے مستعدی کے ساتھ ادا نہ کیے جائیں۔

۲- اب صورت حال کا دوسرا رخ غور طلب ہے؛ اور وہ یہ کہ اسطرح

باب ۲۹ مالی بحران و اضطراب

و اضطراب کے زمانے میں بہترین اصول ہے"۔

ریاستہائے متحدہ کے بنکوں کو بھی اس حکمت عملی یعنی دلیری اور کشادہ دلی پر عمل کرنا چاہئے۔ سچ پوچھو تو امریکا کے بنک زیادہ تر اسی اصول پر عمل پیرا ہیں۔ بڑے بڑے شہروں کے طاقت ور اور عمدہ بنک احتیاط و باقاعدگی کے ساتھ کام کرتے ہیں، انھوں نے بحران کا مقابلہ بہت پامردی سے کیا اور ایسے اہل معاملہ کو جو ادائے قرض کی صلاحیت رکھتے تھے کبھی مایوس نہیں لوٹایا۔ لیکن انفرادی اور دور دور بکھرے ہوئے بنکوں کے لیے، کسی مسلمہ اور ذمہ دار سرگروہ کے بغیر، ہمت و استقلال کے ساتھ ثابت قدم رہنا بہت مشکل ہے۔ چنانچہ ریاستہائے متحدہ میں امانتی بنکوں کے کاروبار کی غیر معمولی ترقی سے عجیب و غریب مشکلات پیدا ہوگئی ہیں۔ اضطراب کے زمانے میں خود بنکوں ہی کے خطرے میں مبتلا ہو جانے کا قرینہ ہوتا ہے، اور اس طرح وہ دوسرے مصیبت زدوں کی گرمجوشی کے ساتھ اعانت کرنے کے قابل نہیں رہتے۔

دلیری کے ساتھ قرضہ دینے کی راہ میں خطرات لازمی طور سے ہوتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ان لوگوں کو جو ادائے قرض کی صلاحیت رکھتے ہیں قرضہ دیا جا سکتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کا کیسے اندازہ ہو کہ کس میں ادائے قرض کی صلاحیت ہے؟ روپیہ کی ضرورت بالعموم کاروباری گرماگرمی اور وسعت کے دور کے بعد ہوتی ہے، جبکہ متعدد نئے نئے پر جوکھم کاروبار جاری ہوتے ہیں اور قیمتوں میں اعتبار کی توسیع کی وجہ سے، اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں جدید قائم شدہ کارخانے یا نیم مکمل کاروبار کس طرح مصنوعات تیار کریں گے؟ تجارتی معاملات و معاہدات کم قیمتوں کا بار کس حد تک برداشت کر سکیں گے؟ غرض سب معاملات میں عام بے اطمینانی کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک طرف تو ایسی متعدد کاروباری جماعتیں ہوتی ہیں جن کی مالی حالت نہایت استوار اور اچھی ہوتی ہے؛ صرف ممکنہ عارضی مشکلات میں مبتلا ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ دوسری طرف بعض ایسی جماعتیں ہوتی ہیں جن کی مالی حالت سقیم ہوتی ہے اور وہ ادائے قرض کی ذرا بھی قابلیت نہیں رکھتیں اور یہ وہی جماعتیں ہوتی ہیں جن میں غلط طریق پر

404

باب ۲۹
مالی ہراس
و اضطراب

اصل لگایا گیا ہو یا جن کو شروع کرنے سے پیشتر غلط اندازہ قائم کیا گیا ہو۔ ان کا تباہ ہو جانا ایک ناگزیر اور شدنی امر ہے۔ ان دونوں جماعتوں کے بین بین معقول تعداد میں ایسی انجمنیں بھی ہوں گی جو بڑے پیمانے پر کاروبار کر رہی ہوں جن کے ذمہ کثیر رقوم واجب الادا ہوں اور جن کی رقوم واجب الوصول کم و بیش غیر یقینی حالت میں ہوں۔ ان کی امداد کرنے میں کس حد تک قدم آگے بڑھانا چاہیے؟ یہ سوال ماہر بنک کاری کے فیصلے کی اعلیٰ ترین قوتوں کی آزمائش ہے۔ اس صورت میں بھی بڑا پبلک بنک بعض ایسے خطرات برداشت کر سکتا ہے جن کو خانگی بنک، خواہ وہ کتنا ہی بڑا اور طاقت ور کیوں نہ ہو، برداشت کرنے میں پس و پیش کرے گا۔ چنانچہ سنہ ۱۸۹۰ء میں جب انگلستان کے ایک مشہور بینک کا کاروبار کرنے والی انجمن بیرنگس پر آنچ آئی تو بنک آف انگلینڈ نے اس بڑی انجمن کے ذمے کی رقوم واجب الادا کی ضمانت لینے میں اور اپنے آپ کو بہت بڑی حد تک زیر بار کرنے میں پیش قدمی کی علیٰ ہذا سنہ ۱۸۸۹ء میں بینک آف فرانس نے، پیرس کے ایک بہت بڑے بنک کاری کے ادارے کمپائر ڈی اے کونت[1] کے لیے، جس کے بیٹھ جانے میں کوئی شبہ نہ تھا اور جس کی تباہی فرانس کے کاروباری طبقے کی تباہی کے مرادف تھی، تقریباً بنک آف انگلینڈ کے مماثل کام انجام دیا، اسی طرح سنہ ۱۹۰۱ء میں جرمنی کے ریش بنک نے خود خطرہ برداشت کر کے ڈریسڈنر بنک کو سہارا دیا جو معرض خطر میں تھا۔ یہ سب ایسی صورتوں کی مثالیں ہیں جن میں کہ مرکزی بنکوں نے بنک کاری کے دوسرے اداروں کی جانب امداد کا ہاتھ بڑھایا؛ مگر موخر الذکر ادارے اس وجہ سے مشکلات میں پھنسے تھے کہ انھوں نے متعدد کاروباری جماعتوں کو قرضے دئے تھے۔ اسی قسم کی مدد امریکا کے شہروں کے متحدہ بنکوں نے بھی وہاں کے آفت زدہ بنکوں اور انجمنوں کو دی؛ لیکن با دل ناخواستہ اور بعض اوقات خسارے کے اندیشہ کے تحت، اور صرف اس خیال سے کہ اگر وہ قرضہ نہ دینگے تو

---

[1] Comptoir d' Escomptc.

بار ۲۹ نالی بحران و اضطراب

جو اضطراب و آفت رونما ہوگی اس سے خود ان پر نسبتہً زیادہ نقصان عائد ہوگا۔ ان حالات میں انفرادی خاطیوں کو ان کے کئے کی سزا ملنے اور عام کاروباری طبقے کے بے گناہ نقصان اٹھانے کے مابین کوئی خط فاصل بآسانی نہیں کھینچا جا سکتا۔

405

براعظم یورپ کے ملکوں میں، جہاں امانتی بنکوں کا کاروبار بہت کم ترقی یافتہ ہے، صنعتی کساد بازاری کے بعض مظاہر انگلستان اور ریاستہائے متحدہ کے مظاہر سے مختلف ہیں۔ لیکن جس حد تک کہ ان کی صنعت ترقی پذیر ہے اور سرگرمی کی حالت میں ہے اس حد تک یہ مظاہر تجارتی پریشانی و اضطراب کے تابع اور گرم بازاری اور سرد بازاری کے وسیع تغیرات کے تابع ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان میں بھی کاروباری اشخاص کے واجبات اور قرضے ایک دوسرے سے گتھے ہوئے ہوتے ہیں، کاروبار کی عام توسیع اور واجبات اور قرضوں کی عام زیادتی کا ویسا ہی امکان ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ اضطراب اور صنعتی کساد بازاری کا بھی ویسا ہی امکان ہوتا ہے۔

۳۔ عام پریشانی کے بعض پہلو ایسے ہیں جو امانتیں استعمال کرنے والے ملکوں کے بنکوں کو خاص کر، اور سب سے زیادہ، ریاستہائے متحدہ کے بنکوں کو متاثر کرتے ہیں۔

امانتی بنک کے کاروبار کے معنی یہ ہیں کہ بنکوں کے ذمے کثیر رقوم عندالمطالبہ واجب الادا ہیں، اور ان مطالبات کی ادائی کے لیے ان کے پاس نسبتہً بہت کم نقد زر ہے۔ اگر سب بنکوں پر عام اور سخت یورش ہو تو، اس نقد زر کا ناکافی ثابت ہونا ناگزیر ہے؛ اس صورت میں سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا کہ نقد زر کی ادائی عام طور سے موقوف کر دی جائے۔ ایسی عام یورش کو روکنا، جمع کنندوں کے اعتماد کو قائم رکھنا اور آلہ مبادلہ کے اس نازک اور پیچیدہ پرزے کو خوبی کے ساتھ چلانا ہی وضع آئین و قوانین اور بنکوں کی حکمت عملی کا مقصد ہے۔

جب کسی بنک پر غالباً کسی بے بنیاد افواہ کے سبب سے یا اس کے جمع کنندوں میں کسی بے سبب خوف و ہراس کی بنا پر یورش ہو تو یہ بنک

دوسرے بنکوں سے مدد کی درخواست کرتا ہے۔ ان بنکوں کو اپنے نقد ذخیروں سے اس کی اعانت کرنے کی بہت قوی ترغیب ہوتی ہے؛ اس لیے کہ خوف وہراس متعدی ہوتا ہے، اور کسی ایک بنک کی تباہی سے سب بنکوں پر عام یورش کے بہت جلد وقوع میں آنے کا امکان ہوتا ہے۔ لیکن ایک شرط سے اعانت بالعموم منظوری کی جاتی ہے اور ہمیشہ کی جانی چاہیئے، اور وہ یہ ہے کہ مصیبت زدہ بنک ادائے قرض کی صلاحیت رکھتا ہو؛ یعنی یہ کہ اس کے دئے ہوئے قرضے اور دوسری واجب الوصول رقوم، بعد تنقیح، صحیح حالت میں ثابت ہوں، اور وہ اس قدر کافی ہوں کہ معمولی حالات میں ان سے واجب الادا رقمیں ادا کی جا سکیں۔ بنک پر یورش کا امکان، اور اس صورت میں اہل فن کی ناقدانہ نظر میں بنک کے پورے حالات اور حیثیت کے اظہار کی ضرورت، یہ دونوں غیر محتاط اور غیر متدین کاروبار کو روکنے کے لیے طاقت ور ترین قوتیں ہیں۔ ایک بنک، جس کا کاروبار ایک دفعہ عمدگی کے ساتھ چلنے لگا ہو، اگر اس میں فی الحقیقت ادائے قرض کی صلاحیت نہ ہو تو بھی ایک طویل مدت تک عمدگی کے ساتھ چل سکتا ہے۔ ناقابل وصول قرضوں اور تمسکوں کو بھی وہ اپنی کتاب میں قابل اطمینان صورت میں دکھا سکتا ہے۔ جب تک جمع کنندوں کی جانب سے امانتوں، قرضوں اور چیکوں کا روزمرہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے اس وقت تک صحیح حالت کے ظاہر ہونے کا بہت کم موقع ہوتا ہے۔ لیکن جب ایک دفعہ یورش ہو جاتی ہے تو، بنک کے لیے ضروری ہے کہ اعانت کے لیے ہاتھ پھیلائے۔ ایک منظم **حساب گھر** جہاں ہوتا ہے، وہاں اس ادارے کی نمائندگی کرنے والی ایک کمیٹی (یعنی مقامی بنکوں کی جماعت) مصیبت زدہ بنک کی حالت کا معائنہ کرتی اور یہ دریافت کرتی ہے کہ آیا اس بنک کی اعانت کرنا حق بجانب ہوگا۔ اگر وہ اعانت کا مستحق ثابت ہوتا ہے تو سب بنکوں کے نقد سرمایہ ہائے محفوظ خطرے کے مقام پر اکٹھا کئے جاتے ہیں۔ مصیبت زدہ بنک کے ہر جمع کنندے کو یہ کہدیا جاتا ہے کہ اگر وہ چاہے تو، نقد زر لے سکتا ہے؛ اور اسی کے ساتھ حساب گھر کی کمیٹی کی جانب سے عوام کو اس کا اطمینان دلایا جاتا ہے کہ اس بنک میں ادائے قرض

408

باب ۲۹ مالی پریشانی اور اضطراب

کی صلاحیت ہے۔ اور اگر اس میں ادائے قرض کی صلاحیت نہ ہو اور اس کا بند کر دینا ضروری ہو جس سے جمع کنندوں کو نقصان کا احتمال ہو تو سب بنک مل کر اس صورت حال کا دلیری کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں، مضطرب جمع کنندوں کی "خبرگیری" اور عام خوف و ہراس کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی قسم کے طریقوں سے ابتدائی پریشانی رفع کی جا سکتی ہے[1]۔

لیکن جب پریشانی اور یورش عام ہوتی ہے، یعنی جب چند بنک فی الواقع ادائے قرض کی قابلیت نہیں رکھتے اور دوسرے بنکوں کی حالت غیر اطمینان بخش ہوتی ہے تو، اس صورت حالات کا مقابلہ کرنا بہت زیادہ دشوار ہوتا ہے۔ اگر اس صورت میں کوئی ایک بڑا طاقت ور ادارہ موجود ہو جس کے پاس نقد بدست کی وافر مقدار ہو اور جس کا وقار غیر متزلزل ہو تو، بلا شبہ بہت بڑا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ سلطنت متحدہ برطانیہ کے بنک کا کاروبار کرنے والے اداروں کے لیے ایسے زمانے میں بنک آف انگلینڈ ملجا و ماوی ثابت ہوتا ہے۔ جس وقت نقد کی ضرورت ہو وہ اسے فراہم کرنے کا ذمہ لے سکتا ہے؛ اور اگر کسی بنک میں فی الواقع ادائے قرض کی قابلیت ہو تو، وہ اس کی اس قابلیت کا ضامن بھی بن سکتا ہے۔ چنانچہ سنہ ۱۸۹۰ء کی عجیب و غریب مثال ہے، جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے، جبکہ بیرنگس کا کاروبار بیٹھ جانے کے قریب تھا اور اس کے سبب سے ایک تباہ کن پریشانی رونما ہونے والی تھی، بنک آف انگلینڈ نے نہ صرف اس بنک کے ذمے کی رقوم واجب الادا کی ضمانت لینے میں سبقت کی؛ بلکہ ملک کے کل اعتباری نظام کو مضبوط بنانے کے لیے مستعدی کا بھی اظہار کیا۔ اس نے بنک آف فرانس سے نقد کا زائد ذخیرہ حاصل کیا، اور سنہ ۱۸۴۴ء کے قانون بنک (بنک ایکٹ) کے امکانی التوا کے لیے ہمہ تن تیار ہو گیا؛ چنانچہ، جیسا کہ پہلے (باب ۲۶

---

[1] چنانچہ سنہ ۱۹۰۶ء میں شکاگو میں یہی ہوا، جبکہ ایک قریب الوقوع پریشانی متذکرہ بالا طریقے پر رفع کی گئی۔ ان اغراض کے لیے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ فیڈرل ریزرو بنک، حساب گھروں کی انجمنوں کی جگہ لے لیں گے۔

فصل ۳ میں) بیان کیا جا چکا ہے، یہی وہ طریقہ تھا جو نقد کے فاضل ذرائع حاصل کرنے کے لیے اختیار کیا گیا۔ غرض یہ تدابیر کافی ثابت ہوئیں؛ اور پریشانی کوئی نازک صورت اختیار نہ کر سکی۔ بنک آف انگلینڈ کی جڑیں اس قدر مضبوط ہیں، اس کے ذمہ کی عوام کی واجب الادا رقوم کے ادا کرنے کا اس کو اس درجہ خیال رہتا ہے، اور پرخطر کاروبار سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے اس نے ایسا عمدہ اور محفوظ انتظام اپنے لیے کر رکھا ہے کہ وہ غالباً ملک میں ہر مالی پریشانی کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ گرم بازاری کے کساد بازاری کی تکلیف دہ حالت میں متبدل ہونے پر اور صنعت کے دوری و میعادی تغیرات پر قابو پانے کی یہ بنک قابلیت نہیں رکھتا؛ لیکن اس نازک صورت حال کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جو عبوری حالت کا خاصہ ہوتی ہے اور جس سے اس کے مضر اثرات اور زیادہ ہو جاتے ہیں۔ یہ پیشین گوئی کرنا کہ، انگلستان میں سخت مالی پریشانی کبھی دوبارہ رونما نہ ہوگی ایک غیر محتاط بیان ہو گا؛ لیکن عوام میں بے وجہ جو بھگدڑ مچتی اور مالی پریشانی پیدا ہوتی ہے اس کا امکان بڑی حد تک کم ہو گیا ہے۔

۴۔ ریاستہائے متحدہ میں، جو امانتی بنک کے کاروبار کی حیثیت سے دوسرا بڑا ملک ہے، انیسویں صدی کے دوران میں اور بیسویں صدی کے پہلے عشرے کے تجربے میں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس سے ظاہر ہو کہ مالی پریشانی کا آئندہ کے لیے سدباب ہو گیا ہے۔ یہ صورت حال، کئی اعتباروں سے انگلستان کی صورت حالات سے مختلف تھی؛ اور اکثر حیثیتوں سے اس میں خطرے کے نسبتہً زیادہ عناصر موجود تھے۔

یہ سچ ہے کہ سرمایۂ محفوظ کے شہروں کے قومی بنکوں اور بالخصوص نیویارک کے بنکوں کی حیثیت، بنک آف انگلینڈ کی حیثیت کے مماثل تھی۔ لیکن یہ مماثلت عام اور بہت وسیع نہ تھی۔ ان کی تعداد کثیر تھی، اور وہ اگرچہ بعض اغراض کے لیے حساب گھر کی انجمنوں میں متحد تھے، تاہم کسی واحد ادارے کی سی سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ کام نہ کر سکتے تھے۔ اگر وہ عمدہ انتظام کی بدولت بلا تامل عمل کرنے کی صلاحیت رکھتے تو بھی، ان کی حیثیت مطلوبہ اطمینان اور اعانت بہم پہنچانے کی

نہ تھی۔ ان کے محفوظ سرمایوں میں صرف اسی قدر نقد موجود ہوتا تھا جتنا کہ وہ قومی بنک کاری کے لیے رکھنے پر قانوناً مجبور تھے؛ بعض اوقات اس کی مقدار میں کچھ زیادتی بھی ہو جاتی تھی، لیکن جس زمانے میں مالی پریشانی کے رونما ہونے کا امکان ہوتا تھا بہت شاذ ایسا ہوتا تھا کہ اس مقررہ مقدار میں زیادتی ہو۔ اور یہ بات بھی کچھ کم اہم نہیں کہ خود یہ بنک بھی شبہ و بدگمانی سے ارفع نہ تھے۔ یہ صحیح ہے کہ اکثر بنکوں میں ہمیشہ سے ادائے قرض کی صلاحیت ہے، بلکہ ان کی مالی حالت ادائے قرض کی صلاحیت سے بھی زیادہ اچھی ہوتی ہے۔ لیکن عام طور سے کچھ "گندی مچھلیاں" بھی ہوتی ہیں اور اکثروں کے متعلق افواہیں اور بدگمانیاں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ بنک عام طور سے، خواہ ان میں ادائے قرض کی صلاحیت ہو یا نہ ہو، اضطراب کے ساتھ اس چیز کا احساس رکھتے ہیں کہ ان کی حیثیت تمام و کمال مستحکم نہیں ہے؛ جب عوام کے اعتماد میں تزلزل شروع ہو جاتا ہے تو، ان کی حیثیت مستحکم نہیں رہنے پاتی۔

خطرے کے ان اسباب میں اس واقعے سے اور اضافہ ہوا ہے کہ امانتی بنک کا کاروبار بہت وسیع ہو گیا ہے۔ ریاستہائے متحدہ میں نہ صرف امانتوں کی مقدار کثیر ہے بلکہ انفرادی بنکوں اور انفرادی جمع کنندوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ انگلستان کے مقابلے میں یہاں ایسے اشخاص کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کا بے سوچے سمجھے پریشانی سے متاثر ہونے کا قرینہ ہے۔ نہ صرف متمول طبقہ اور وہ لوگ جو بڑے پیمانے پر کاروبار کرتے ہیں بلکہ ٹٹ پونجیئے تاجر، کاشتکار اور عورتیں بھی بنکوں میں امانتی کھاتہ کھولتی ہیں۔ چنانچہ جب کوئی بڑا بنک بیٹھ جاتا ہے اور دوسرے بنکوں کے دیوالیہ ہونے کے متعلق افواہیں گرم ہونے لگتی ہیں تو، یہ لوگ بہت جلد اور آسانی کے ساتھ خوف و ہراس میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس طرح یا تو عام یورش ہوتی ہے یا خاموشی کے ساتھ اور مسلسل زر واپس طلب کرنے کا عمل بہت جلد شروع ہو جاتا ہے۔ برخلاف اس کے بنک منتشر ہوتے ہیں، انھیں اچانک مطالبات کے امکان کا احساس ہوتا ہے، اور وہ خود کسی حال پریشانی کے احساس سے آزاد نہیں ہوتے۔ ان میں سے اکثر تو چھوٹے ہوتے ہیں،

408

اور اکثر جن میں چھوٹے اور بڑے دونوں شامل ہیں معمولی ایام میں اپنا کاروبار اقل ترین نقد سے کرتے ہیں۔ جب خطرہ رونما ہوتا ہے تو، وہ فی الفور اس رزرو بنک یا محفوظ سرمایہ کے بنک، کو جس میں وہ امانت رکھتے ہیں نقد کے لیے پیام برقی روانہ کرتے ہیں۔ وہ نہ صرف اپنے جمع کنندوں کے حقیقی مطالبات کو پورا کرنے کے لیے ایسا کرتے ہیں، بلکہ انتہائی مطالبات کو پورا کرنے کے لیے اور حفظ ماتقدم کے لیے بھی ایسا کرتے ہیں۔ بنکوں میں، ان کے انفرادی جمع کنندوں کے مانند نفسی نفسی کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے؛ اور اس طرح پورے شد و مد کے ساتھ مالی پریشانی رونما ہو سکتی ہے۔

قومی بنکوں کے کاروبار کے قانون میں جو دفعہ تھی اور جس کی رو سے دیہاتی بنک اس امانت کو اپنا محفوظ سرمایہ تصور کر سکتے تھے جس کو وہ رزرو کے شہروں میں رکھتے تھے، اس نے غالباً صورت حالات کے خطرات کو اور بڑھا دیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے یہ دفعہ نقد بدست اور مالی ذمہ داری کی مرکزیت کا واحد یا بڑا سبب نہ تھی۔ اس قسم کی مرکزیت ایک حد تک ناگزیر ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ امانتی بنک کے کاروبار کو کفایت شعاری اور عمدگی کے ساتھ انجام دینے میں سہولتیں پیدا کرتی ہے۔ لیکن قومی بنک کاری کے نظام کے تحت رزرو (سرمایہ محفوظ) کے متعلق قواعد و ضوابط نے منتشر بنکوں کے لیے اس کی مزید ترغیب بہم پہنچائی کہ وہ رزرو کے شہروں میں سود پر امانتیں رکھوائیں؛ اور اس طرح ان محفوظ سرمایوں پر مشکلات کے زمانے میں بہت زیادہ دباؤ پڑنے لگا۔

ان حالات کے نتیجے کے طور پر امریکا کی بنک کاری کے نظام کا شیرازہ متعدد دفعہ بکھر گیا۔ تین نمایاں موقعوں پر، یعنی ۱۸۷۳ء، ۱۸۹۳ء اور ۱۹۰۷ء میں کامل تباہی رونما ہوئی۔ ان بڑی پریشانیوں میں سے ہر ایک میں ملک کے بنکوں نے رقوم کی ادائی یک قلم موقوف کر دی۔ اس طرح وہ دیوالیہ ہو گئے، اور قانون کی سخت گرفت کے تحت وہ اپنا حساب بے باق کرنے پر مجبور کیے جا سکتے تھے۔ اس واقعے کے باعث کہ رقوم کی ادائی کی موقوفی عام اور تقریباً ناگزیر تھی موقوفی کے حقیقی قانونی نتائج نظر انداز کر دیے گئے؛ اور چند ہفتوں اور مہینوں کے بعد ادائی کا معمولی طریق

از سر نو جاری ہوا لیکن ان ہفتوں اور مہینوں کے دوران میں، تینوں موقعوں پر قانونی واجبات کو بالائے طاق رکھا گیا۔ انفرادی جمع کنندوں اور جمع کنندہ بنکوں کو جس نقد کے حاصل کرنے کا حق تھا وہ انھیں میسر نہ آتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ ان کے مطالبات ایک لحاظ سے غیر معقول تھے۔ افراد کو نقد کی اس وجہ سے ضرورت تھی کہ وہ اس کو حاصل کر کے میز کی درازوں میں یا مضبوط تجوریوں میں جمع کرنا چاہتے تھے۔ بیرونی بنکوں کو اس کی ایک تو اس وجہ سے ضرورت تھی کہ خود ان کے جمع کنندے اسی قسم کے مطالبات کرتے تھے، اور دوسرے اس وجہ سے کہ وہ خود خوف زدہ تھے کہ مبادا ان سے بھی مطالبات شروع ہو جائیں۔ سبب خواہ کچھ ہو، کاروبار تقریباً بالکل بیٹھ گیا۔ ۱۸۹۳ء یا ۱۹۰۷ء میں کسی جمع کنندے کو اپنے بنک سے صرف چند ڈالر بقدر جیب خرچ حاصل کرنے کا موقع تھا۔ لیکن اکثر شہروں اور اکثر بنکوں میں بڑی رقوم ادا کرنے سے صاف انکار کر دیا جاتا تھا۔

اگر ان بنکوں کے کاروبار کے بیٹھ جانے کے متعدد مزید نتائج کو بیان کیا جائے تو ہم موجودہ کتاب کے حدود سے متجاوز ہو جائیں گے۔ ۱۸۷۳ء، ۱۸۹۳ء اور ۱۹۰۷ء کی صنعتی کساد بازاری میں، انتہائی پریشانی کی حالت میں، "زر رائج الوقت پر بڑھوتری" کا ایک عجیب و غریب واقعہ رونما ہوا، جس کو غالباً زیادہ صحیح طریق پر "امانتوں کی کم قدری" کہا جا سکتا ہے۔ نقد کی احتیاج رکھنے والے یا اس کے فوری خواہشمند اشخاص ادائے واجبات کی صلاحیت رکھنے والے بنکوں کے نام ۲، ۳ یا ۴ فیصدی بڑھوتری پر چک لکھنے کے لیے آمادہ تھے، اور یہ چک صرف حساب گھروں کی وساطت سے مل سکتے تھے۔ اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب یہ طریقہ تھا، جس پر وسیع پیمانے پر عمل درآمد ہو رہا تھا، کہ مختلف قسم کے آلہ ہائے مبادلہ بطور بدل استعمال کیے جا رہے تھے؛ اور ان کی شکل چکوں کی بھی ہوتی تھی جو حامل کو قابل ادائی ہوتے تھے اور حساب گھر کے صداقت ناموں کی بھی، جو چھوٹی چھوٹی رقموں کے لیے جاری کیے جاتے تھے۔ اس زمانے میں نقد کا حقیقی معنوں میں کال تھا؛ اور جن اشخاص کو نقد کی ضرورت پڑتی تھی، مثلاً: ایسے آجر جنھیں مزدوروں کو کثیر مقدار میں اجرت ادا کرنی پڑتی تھی، انھیں ان بوجھل بدلوں کی جانب متوجہ ہونا پڑتا تھا۔ کسی

سخت مالی بحران کے زمانے میں جتنے حادثات وقوع پذیر ہونے ممکن ہیں ان سب کی نمایاں مثالیں ۱۹۰۷ء کے بحران میں رونما ہوئیں؛ اور وہ یہ تھیں: بعض بڑی بنک کاری کی کوٹھیوں اور ساہوکاروں کا دوالہ، بعضوں کی نیک نامی و شہرت کو صدمہ پہنچنا، خوف زدہ جمع کنندوں اور بنکوں کی جانب سے نقد کے مطالبات، اکثر شہروں میں نقد ادائی کی یک قلم موقوفی، زر پر بڑھوتری، تمسکات اور اہم پیداواروں کی قیمتوں میں تیزی کے ساتھ کمی۔ ۱۹۰۷ء کے واقعات، ۱۸۷۳ء اور ۱۸۹۳ء کے واقعات کی تکرار تھے، جو غیر معمولی شدت کے ساتھ رونما ہوئے؛ چنانچہ ان سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ریاستہائے متحدہ میں مالی اضطراب و پریشانی کا مقابلہ کرنے کے لیے کوئی موثر طریق کار اختراع نہیں کیا گیا تھا۔

کسی شدید بحران کی عام خصوصیت، خواہ وہ تجارتی طبقے میں رونما ہو یا بنکوں کے بارے میں، اعتماد کا کم ہونا ہے۔ کاروباری اشخاص کو یہ اعتماد نہیں رہتا کہ ان کے باہمی واجبات پابندی کے ساتھ ادا کئے جائیں گے؛ عوام اور جمع کنندہ بنکوں کو خود بنکوں پر یہ اعتماد نہیں رہتا کہ ان کے ذمے کے واجبات ادا کئے جائیں گے۔ نقد کی قلت اور بٹہ کی اعلیٰ شرحیں، نتیجہ اور علامت ہیں، نہ کہ سبب۔ علاج ایسا ہونا چاہئے جس سے کھویا ہوا اعتماد واپس آجائے۔ نقد کی رسد کی زیادتی صرف اسی حد تک علاج ہے جس حد تک کہ وہ کھوئے ہوئے اعتماد کو واپس لائے۔ سب سے زیادہ موثر طریقہ یہ ہے کہ بنکوں کی جانب سے دلیرانہ اور فیاضانہ پالیسی پر عمل کیا جائے؛ یعنی یہ کہ وہ بے روک ٹوک قرضے دیں اور جس کسی کو نقد کی ضرورت ہو اس کو آزادی کے ساتھ دیں۔ اس پالیسی پر عمل پیرا ہونے کے لیے بنکوں کا نہ صرف مستحکم ہونا ضروری ہے بلکہ ان کے پاس نقد کا ذخیرہ بھی کثیر مقدار میں ہونا چاہئے اور ان میں عوام کو اس بات کا اطمینان دلانے کی قابلیت ہونی چاہئے کہ ان کے پاس نقد ذخیرہ موجود ہے۔ بنک آف انگلینڈ کی جانب سے بنک ایکٹ کا التوا (اور مالی پریشانیوں کے حکمی علاج کی یہی ایک قدیم مثال ہے) صرف ایک موقع پر زائد نوٹ جاری کرانے کا موجب بنا۔ محض اس بات کا علم کہ زائد زر مل سکتا تھا اور جتنا نقد

باب ۲۹ مالی بحران و اضطراب

درکار ہو اتنا مہیا کیا جا سکتا تھا کھوئے ہوئے اعتماد کو از سر نو قائم کر دینے کے لئے کافی ثابت ہوا، یا زیادہ صحت کے ساتھ یوں کہا جا سکتا ہے کہ قانون کی التوا نے اس بے اطمینانی اور بے چینی کو کم کرنے میں جو بہت جلد اور پورے شد و مد کے ساتھ اضطراب و پریشانی پیدا کر سکتی تھی بہت بڑا حصہ لیا۔

۱۹۰۷ء کے ناخوشگوار تجربات کی بنا پر ۱۹۱۳ء کے زر اور بنک کاری کا نظام قائم ہوا۔ اس وقت عمداً زر رو بنک کے ادارات قائم کئے گئے جن کا مقصد زیادہ تر عوام کی خدمت و محافظت تھا۔ یہ توقع کی گئی تھی کہ وہ نقد کے بڑے بڑے محفوظ سرمائے قائم کریں گے؛ ایسے بنکوں کی مدد کریں گے جن میں گو ادائی قرض کی صلاحیت تھی لیکن یورشوں سے خطرے میں پڑ سکتے تھے؛ اور مستعدی کے ساتھ قرضے دیکر اور نقد کافی مقدار میں ادا کر کے عام پریشانی کو روکینگے۔ زائد نوٹوں کو جاری کرنے کا اقتدار، جس کے لیے اس حد کے سوا جو فیڈرل رزرو بورڈ عائد کر سکتا ہو کوئی حد نہیں ہے، اس نے ان بنکوں کے لیے ضرورت ناگہانی کے واسطے ایسا سامان مہیا کر دیا جس سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ ہر ممکنہ مطالبے کو کافی طور سے پورا کر دیں گے۔ جس قسم کے حادثوں نے گزشتہ زمانے کو تاریک بنا دیا تھا ان کو روکنے کے لیے اس نظام کی خوبی کار کا تعین اس مہیا کردہ آلہ کی وسعت یا قوت پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس امر پر ہے کہ اس کا استعمال کس خوبی سے کیا جاتا ہے۔ 411

۵۔ مالی اضطراب، یعنی صنعتی کساد بازاری کی انتہائی نازک حالت، بہت زمانے تک قائم نہیں رہتی۔ اضطراب اور تشویش کی کیفیت، بنکوں اور تجارتی کوٹھیوں کی تباہی اور اعلیٰ شرح بٹہ پر "زر" (یعنی قرضوں) کی شدید مانگ چند ہی ہفتوں تک قائم رہتی ہے؛ اور اس کے بعد ہی فوراً سکون اور اطمینان کی حالت رونما ہو جاتی ہے۔ اضطراب کے چند ہی ماہ بعد لازمی طور پر بنکوں کی تجوریوں میں نقد جمع ہو جاتا ہے اور شرح بٹہ بہت کم ہو جاتی ہے۔ یہ حالات ایک مدت دراز تک قائم رہتے ہیں، اور تجارتی گرم بازاری اور احیا کے جلد یا دیر میں ہونے کے اعتبار سے یہ حالات بھی تھوڑی یا بڑی مدت تک قائم رہتے ہیں۔ اس زمانے میں، اگرچہ بنک قرضہ دینے کے لیے آمادہ ہوتے ہیں اور ان میں

باب ۲۹ مالی ہراس و اضطراب

اس کی قابلیت بھی ہوتی ہے، لیکن وہ تجارتی طبقے کو ساکت پاتے ہیں؛ اور بنکوں کے پاس قیمتوں کی تخفیف کے ساتھ ساتھ نقد زر کی مقدار بڑھتی جاتی ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہونا ممکن ہے کہ خاص مالی پریشانی، جس کی میعاد مختصر ہوتی ہے، لازمی طور سے زیادہ تر کاروباری طبقے سے اور بنک کاری کرنے والی جماعت سے متعلق ہوتی ہے۔ لیکن بالعموم اس کے اثرات بہت وسیع ہوتے ہیں اور طویل مدت تک باقی رہتے ہیں؛ اور یہ اثرات، اگرچہ محض یا زیادہ تر مالی پریشانی کی بنا پر رونما نہیں ہوتے، ان کو مالی پریشانی سخت اور سنگین کر دیتی ہے۔ اعتماد، جو چند ہی ہفتوں یا زیادہ سے زیادہ چند مہینوں میں بحال ہو جاتا ہے، ایک سست اور مجہول شے ہوتا ہے جو تجارتی گرم بازاری کے زمانے کی زندہ دلی اور خوش طبعی سے بہت مختلف ہوتا ہے۔ جب تجارتی گرم بازاری کا عروج بہت ہی شدید صنعتی کساد بازاری پر ختم ہوتا ہے (اور بالعموم ایسا ہی ہوتا ہے) تو، سرد بازاری کے سلسلے میں دور کی آمد بلاشبہ ناگزیر ہو جاتی ہے۔ لیکن سرد بازاری زیادہ عظیم ہوتی ہے اور اگر مالی پریشانی سخت رہی ہو تو زیادہ طویل مدت تک قائم رہتی ہے۔ نفسیاتی عامل کا بھر اثر پڑتا ہے۔ اس قسم کی سخت آزمائش کے بعد کاروباری اشخاص نئے پر جوکھم کاروبار میں شرکت کرنے میں پس و پیش کرتے ہیں، اور پرانے کاروبار کو انجام دینے میں احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ سوداگر اور درمیانی اشخاص، اشیا کی خریداری میں کمی کر دیتے ہیں، اور بہتر زمانے کے منتظر رہتے ہیں؛ جس کی وجہ ایک حد تک یہ ہوتی ہے کہ قیمتوں کی کمی ان کے پیش نظر ہوتی ہے، مگر زیادہ تر وہ سرد بازاری کے متعدی اثر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ دولت کی حقیقی پیدائش کم ہوتی ہے۔ اصلداروں کی جانب سے مزدوروں کو پیشگیوں کی ادائی کا عمل، جس پر اجرت پانے والے مزدوروں کی اجرت کا کم و بیش مدار ہوتا ہے، سست پڑ جاتا ہے؛ اور مزدوروں میں ایک حد تک بے کاری اور بے روزگاری پیدا ہو جاتی ہے۔ مصیبت کے ایام حقیقت میں سخت ہوتے ہیں، اور اگر مالی پریشانی جو ان ایام کو تیزی کے ساتھ وقوع میں لاتی ہے تیز و تند اور شدید ہو تو مصیبت کے دن اور بھی زیادہ سخت بن جاتے ہیں۔

سرد بازاری کا دور بالعموم صحت بخش ہوتا ہے، کم از کم وہ صنعتی صحت و عافیت کے لیے بہت ضروری ہے۔ بعض اوقات اس میں غیر معمولی اسباب پیچیدگیاں پیدا کر دیتے ہیں اور وہ حقیقی خرابیوں اور مختلف نوعیت کی حقیقی دشواریوں کو رفع کر دیتا ہے۔ چنانچہ ریاستہائے متحدہ امریکا میں، غیر بدل پذیر یا اسی کے مثل زر کاغذی کے جاری کرنے سے زر میں جو افراط رونما ہوئی اس نے اس کی وسعت کے دوروں کو شدید بنا دیا اور اس کے بعد کے دوروں میں جو سرد بازاری نمودار ہوئی اسی کے جزو کی حیثیت سے مضبوط نظام زر کی جانب عود کیا گیا۔ ۱۸۱۸ء اور ۱۸۳۷ء کے شدید بحران، نہ صرف عام تخیلی گرما گرمی کے کمال کی حیثیت سے نمودار ہوئے، بلکہ غیر منظم اور منتشر بنکوں کی جانب سے بہت کثیر مقدار میں نوٹ جاری کئے جانے کی انتہائی حالت کی حیثیت سے بھی نمودار ہوئے۔ کسی ثبات پذیر زر کی جانب عود کرنا، صنعت کی بحال شدہ صحت کے لیے ضروری تھا؛ لیکن چونکہ یہ طریق صنعتی سرد بازاری کی تنظیم جدید کے ساتھ عمل میں آیا تھا، اس لیے وہ ناگزیر طور پر کٹھن اور دشوار تھا۔ ۱۸۷۳ء کے بحران کے متعلق بھی (ریاستہائے متحدہ کے لیے) تقریباً یہی بات صادق آتی ہے۔ ۱۸۷۳ء کے بعد کی تباہی اور قیمتوں کی انتہائی تخفیف، یہ دونوں، اسی عمل کا جزو تھے جس کے ذریعے سے فلزی ادائی کے طریق کی جانب عود کیا گیا۔ اور ان خارجی حالات کے بغیر بھی سرد بازاری کا دور بالعموم حقیقت میں تقویت بخش ہوتا ہے۔ وہ صنعتی عضویہ کے مختلف اجزا میں از سر نو مناسب توازن پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے برعکس گرما گرمی کا دور بظاہر تو خوش حالی کا منبع معلوم ہوتا ہے مگر فی الحقیقت ایسا نہیں ہوتا۔ آغاز میں اس کی جو حالت ہوتی ہے وہ آخر تک قائم نہیں رہتی، اس کی رفتار کا ثابت قدم رہنا ناممکن ہے۔ علاوہ ازیں اس کل نشیب و فراز میں، اساسی قوتیں جو مادی ترقی کے لیے مصروف عمل رہتی ہیں، مسلسل و مستقل اور بالعموم غیر محسوس طریق پر اپنے اثرات پیدا کرتی رہتی ہیں؛ چنانچہ آئے دن اختراع اور ایجادیں ہوتی رہتی ہیں، اصل کی افزائش ہوتی ہے، پس اندازی بڑھتی رہتی ہے، اور مزدوروں میں صنعتی، اخلاقی اور عقلی و ذہنی اصلاح و ترقی رونما ہوتی رہتی ہے۔

باب ۲۹ مالی بحران و اضطراب

سطحی خوش حالی کے زیادہ بدیہی مظاہر اور مرفہ الحالی و مصیبت کے ایام پر بالعموم حد سے زیادہ توجہ صرف کی جاتی ہے؛ مگر ان بڑے عاملوں پر بہت کم توجہ کی جاتی ہے جن پر بہ انجام کار نوع انسانی کی حالت کی ترقی و اصلاح کا مدار ہے۔

بایں ہمہ یہ صحیح ہے کہ مالی اضطراب فی نفسہٖ برا ہے' اور اس کے بعد کے اثرات بھی مضرت رساں ہوتے ہیں۔ شدید بحران متعاقب آنے والی سرد بازاری کے دور کو طویل المدت بنا دیتا ہے' یا کم از کم اس میں بہت زیادہ شدت پیدا کر دیتا ہے۔ صدمہ جس قدر زیادہ برا ہوگا اسی قدر مشکل سے صحت ہوگی۔ مالی پریشانی کے کم کرنے میں جو چیز معاون ہو سکتی ہے وہی صنعتی بحران کی شدت کو رفع کرنے میں بھی مدد دے سکتی ہے۔

413 صنعتی کساد بازاری کے طویل تر دور و تسلسل کے مقابلے میں مالی اضطراب کے لیے علاج یا مسکّن ڈھونڈنا بہت زیادہ آسان ہے۔ زر' اگر وہ مستحکم فلز کی بنیاد پر قائم ہو' اور بنک کاری کا نظام' اگر وہ عمدہ اور اعلیٰ طریق پہ منظم ہو' مالی پریشانی کا مقابلہ کرنے کے یہی بہترین ذرائع ہیں۔ بیسویں صدی کے پہلے عشرے میں' یورپ کے بڑے بڑے ملکوں کے بنک کاری کے نظاموں میں یہ چیزیں معقول حد تک تکمیل کو پہنچائی گئیں؛ اور طویل اور تکلیف دہ تجربات کے بعد فیڈرل رزرو سسٹم کی صورت میں ریاستہائے متحدہ کے لیے بھی ایک امید افزا نظام اختراع کیا گیا۔

بحرانوں کے صنعتی پہلوؤں کی شدید خرابیوں کا علاج دریافت کرنا بہت زیادہ دشوار ہے۔ جن جماعتوں سے کاروباری اشخاص بھرتی کئے جاتے ہیں ان میں اعلیٰ تعلیم کی نشر و اشاعت سے کسی قدر فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اضطراب و تشویش اور کم ہمتی' یہ دونوں نفسیاتی عامل' جو اس قدر اہم عمل انجام دیتے ہیں' زیادہ تر جہالت پر منحصر ہیں۔ کاروباری اشخاص اگرچہ اپنے قریبی کاروبار کے دائرے کے اندر کے حالات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں' صنعت کی وسیع شکلوں سے عجیب طور سے لاعلم ہوتے ہیں؛ اور معاشی تاریخ سے جس میں ماضی کے سبق آموز تجربات تحریر کئے جاتے ہیں' نابلد محض ہوتے ہیں۔ حکومت کی جانب

سے راست کارروائی سے بھی تھوڑا بہت فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ رفاہ عام کے کام مثلاً سڑکوں، عمارتوں، گودیوں، چمنوں کی تعمیر اور ہر قسم کی اصلاح و ترقی کے کام زیادہ تر سرد بازاری کے زمانے میں انجام دئے جانے چاہئیں، اور گرما گرمی کے دور میں ان سے دست کش ہو جانا چاہئے، تاکہ اس طرح خانگی مشغولات اصل کی کمی و بیشی ایک حد تک زائل ہو جائے۔ گزشتہ زمانے میں سرکاری مشغولات اصل اس کے برعکس طریق پر عمل میں آتے رہے ہیں؛ ان کی رفتار خانگی جد وجہد کے مطابق ہمدردانہ طریق پر بڑھتی اور گھٹتی رہی ہے۔ جہاں بڑی بڑی صنعتیں، مثلاً ریلیں، سرکاری انتظام کے تحت کام کر رہی ہوں وہاں، کسی قسم کا توازن قائم کرنے کے مواقع بظاہر خاص طور پر ممکن اور موجود ہوتے ہیں۔ لیکن یہ کسی طرح واضح نہیں ہوتا کہ اس قسم کا عمل کیونکر موثر شکل بنایا جا سکتا ہے؛ اس لیے کہ رفاہ عام کے کام، جو خاص اور حقیقی ضرورتوں پر نظر کر کے انجام نہیں دیے جاتے، بلکہ صنعت اور بے روزگاری پر عام اثرات ڈالنے کے خیال سے کیے جاتے ہیں، ان کا بے ہنگام طریق پر چلے پانا اور اس طرح آخر الامر ناکام اور بے قاعدہ ثابت ہونا ممکن ہے۔

فی الجملہ خانگی ملکیت کے نظام کو اور صنعت کے مدوجزر کو عام طور سے لازم و ملزوم تسلیم کرنا چاہئے۔ صنعت کے مدوجزر اور تغیرات میں کمی کی جا سکتی ہے، لیکن ان کا کلیتہً سدباب کر دینا ناممکن ہے۔ یہ، خانگی ملکیت اور کارگر اصل داری سے حاصل کردہ ترقی کی قیمت ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ صنعت کا مدوجزر موجودالوقت نظام کے مذموم خصوصیات میں سے ایک ہے۔ بیکسانہ سراسیمگی و حیرانی، پیدائش دولت میں تامل کرنا، اور بے روزگار فردوں کی تکالیف اور مصیبتیں، ان کو نقاد اشتراکئیین بجا طور پر زشت و زبون واقعات قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ پیدائش دولت کی ایک باقاعدہ مرتب اسکیم ان خرابیوں کا قلع قمع کر دے گی۔ لیکن صنعت کے دستورالعمل کو عمداً بنانا اور اس پر کاربند ہونا (جو در اصل اشتراکیت کا مرادف ہے) اس جوش و خروش، لچک اور ترقی کی صلاحیت کا فقدان بھی پیدا کر دے گا جو موجودہ صنعت کی

باب ۲۹ مالی بحران و اضطراب

امتیازی خصوصیت ہے، صنعت میں، کل انسانی معاملات اور یقیناً سب معاشی انتظامات کی طرح، انتہائی کمال کے حاصل کرنے کی توقع عبث ہے۔ قبح کے مقابلے میں حسن کو جانچنا چاہیئے؛ اور صنعت کو سرانجام دینے کا وہ طریق قبول کرنا چاہیئے جس سے عظیم ترین اور بیشترین نفع حاصل ہو سکتا ہو، خواہ اس کے نتیجے کے طور پر خاصا نقصان بھی کیوں نہ ہوتا ہو۔
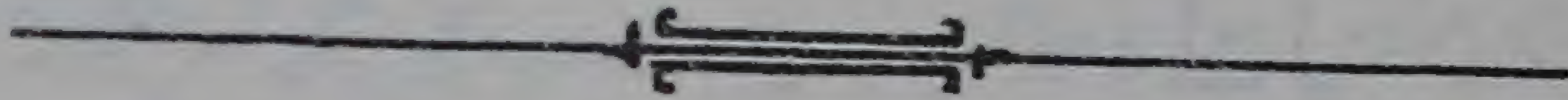
باب سوم

نظریۂ قیمت پر مکرر بحث

(۱) اعتبار معمولاً زر کا جانشین نہیں بن جاتا، بلکہ اس کے استعمال کو ملتوی کر دیتا ہے۔ قلیل مدت کے لیے اعتبار کی توسیع قیمتوں کو متاثر کر سکتی ہے۔ (۲) اعتبار قابل بیع پرزی کاغذ کی شکل میں، خاص کر بنک کے نوٹ، زر کا کامل بدل ہو سکتے ہیں۔ اعتبار معاملات کو ایک دوسرے کے مقابلے میں زائل کرنے کے ذریعے سے، کامل طور سے زر کا جانشین بن جاتا ہے۔ حساب گھر اس کو بڑے پیمانے پر انجام دیتا ہے۔ (۳) قیمتیں، قوت خرید بحوالہ زر پر منحصر ہوتی ہیں؛ زر میں نہ صرف فلزی زر بلکہ کاغذی زر، اعتبار، بنک کے نوٹ اور امانتیں شامل ہیں۔ بنک کے زر خاص کر "امانتوں" کے متعلق مخصوص مسئلہ قوتِ خرید اور معاملات کی مقدار کا باہمی انحصار۔ (۴) امانتوں کی مقدار کس طرح فلز کی مقدار پر منحصر ہوتی ہے؛ ا۔ راست ضرورت کی بنا پر؛ ب۔ رسم و رواج کی پابندی کی بنا پر؛ ج۔ قانونی لزوم کی بنا پر؛ (۵) د۔ امانتوں، نوٹوں اور فلز کے باہمی عمل سے؛ (۶) ہ۔ کاروباری طبقے کے مزاج سے۔ (۷) تجارت خارجہ کا اثر۔ اعتبار اور امانت استعمال کرنے والے ملکوں کی قیمتیں دوسرے ملکوں کی قیمتوں سے متاثر ہوتی ہیں۔ (۸) پچھلے اصول کی تمثیل و تشریح اس طریقے کی تحلیل سے جس کے ذریعے سے سونے کی رسد کا اضافہ قیمتوں کو متاثر کرتا ہے۔ (۹) کس مفہوم میں "زر" کی اصطلاح بہترین طریق پر استعمال کی جاتی ہے؟

باب ۳۰
نظریۂ قیمت پر کچھ بحث

ا۔ اب ہم نظریۂ زر کے اصل موضوع کی جانب پھر رجوع کرتے ہیں؛ اور یہ موضوع "زر کی مقدار کا تعلق قیمتوں سے" اور "قیمتوں کی سطح کو متعین کرنے والے اسباب" ہے۔ موجودہ کتاب کے ابتدائی حصے[1] میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ سادہ ترین حالات میں، زر کی مقدار کے ٹھیک مطابق قیمتوں میں تغیر واقع ہوتا ہے؛ لیکن یہ کہا گیا تھا کہ سادہ ترین حالات کے علاوہ دوسرے سب حالات کے تحت یہ اصول، شرائط و مستثنیات کا طالب ہے۔ اب ہم انھی شرائط و مستثنیات کی نوعیت پر اور نظریۂ زر کی بہتر ترتیب پر اس باب میں غور کرنے کے لیے تیار ہیں۔

قیمتوں سے اعتبار کے تعلق کی ابتدا ہی میں کچھ تشریح کر دینی چاہیئے۔ اس کی تحلیل بھی ہم پہلے سادہ ترین حالات کو لے کر کر سکتے ہیں۔ فرض کرو کہ حالات حسب ذیل ہیں: روزمرہ کا زر، مثلاً سکہ ہی واحد زر رواں ہے؛ لیکن چند خریداریاں اعتبار پر کی جاتی ہیں، یعنی ادھار کاروبار کیا جاتا ہے اور نقد ادائی ملتوی رکھی جاتی ہے۔

416 نقد خریداری کا جو فوری اثر قیمتوں پر پڑتا ہے وہی ادھار خریداری کا بھی پڑتا ہے۔ اگر نقد ادا کرنے والے خریداروں کی ایک مقررہ تعداد کے علاوہ اتنے ہی اشخاص ایسے ہوں جن کا اعتبار اچھا ہو اور جو ادھار خریداری کریں تو بحیثیت مجموعی بیوپار پر ویسا ہی اثر پڑے گا، گویا کل تعداد نقد ادا کرنے والوں کی ہی ہے۔ اگر رسد اشیا بدستور رہے تو ہر دو صورتوں میں قیمتیں دونی ہو جائیں گی۔ لیکن صرف ابتدائی حالت میں یہ اثر پڑتا ہے۔ ادھار خریدی ہوئی اشیا کی قیمت جلد یا دیر سے ادا کرنا ضروری ہے۔ جب ان کی نقد قیمت ادا کی جاتی ہے تو، زر کا استعمال ہونا ضروری ہے۔ اعتبار فی نفسہٖ کاروبار میں زر کے استعمال کو مستقل طور سے موقوف نہیں کر دیتا؛ وہ صرف زر کے استعمال کو ملتوی کر دیتا ہے۔ کسی مابعد تاریخ پر جبکہ قرضہ ادا کیا جاتا ہے، زر استعمال کیا جائے گا؛

---

[1] دیکھو باب ۱۸۔

۲۰ … زر قیمت … پر بحث

اور جو زر اس طرح استعمال کیا جائے گا وہ دوسری قسموں کے کاروبار کے لیے دستیاب نہ ہوسکے گا۔ جس حد تک زر کا استعمال ابتدا میں موقوف رہتا ہے اس حد تک آخر میں اس زر کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے آخرالامر اعتبار قیمتوں کے تعین میں کسی آزاد عامل کا درجہ نہیں رکھتا؛ اور وہ زر کا حقیقی بدل نہیں ہے؛ یعنی وہ اشیا کی طلب بجوالۂ زر میں اضافہ کرنے کا کوئی حقیقی سبب نہیں ہے۔ وہ صرف اس وقت پر اثر ڈالتا ہے جبکہ زر کا ادا کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔

لیکن ایک زمانے تک اعتبار کی توسیع کا قیمتوں پر وہی اثر پڑ سکتا ہے گویا کہ زر کی مقدار میں اسی قدر اضافہ ہوگیا ہے۔ موجودہ زمانے کی صنعت کے عظیم مدوجزر میں ایسے طویل المدت وقفوں یعنی ایک یا دو یا غالباً اس سے زیادہ سالوں کے وقوع میں آنے کا قرینہ ہے جبکہ سابقہ خریداریوں کے لیے ادا کردہ نقد رقوم کے مقابلے میں بہت زیادہ آزادی کے ساتھ اعتبار پر خریداریاں کی جاتی ہیں۔ ایسے دور میں اعتباری کاروبار، اس فرق کی حد تک جو دونوں قسموں کے کاروبار کی مقدار کے مابین ہوتا ہے قیمتوں کو بڑھانے کا عمل انجام دیتا ہے۔ سرد بازاری کے زمانے میں اس کی برعکس صورت رونما ہوتی ہے؛ یعنی: خریداری کرنے میں پس و پیش کیا جاتا ہے اور اعتباری کاروبار گھٹ جاتا ہے۔ اس زمانے میں قدیم قرضوں کی ادائی بمقابلہ اعتبار پر نئی خریداریوں کے بڑھ جاتی ہے، اور پلہ دوسری طرف جھک جاتا ہے۔ اس قسم کے تغیرات، اگرچہ غالباً زیادہ نتیجہ خیز نہیں ہوتے تاہم قیمتوں کے تغیرات میں مدوجزر کا میلان پیدا کرنے میں تھوڑا بہت حصہ ضرور لیتے ہیں۔

۲۔ لیکن اعتبار کی توسیع، زر کے استعمال کے التواء کے علاوہ دوسری چیزوں کو بھی وجود میں لاسکتی ہے۔ وہ اسباب کے ایسے سلسلے کو بروئے کار لاسکتی ہے جس کی بنا پر زر کا استعمال موقوف ہوسکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی عمدہ ساکھ رکھنے والا تاجر اشیا خریدے اور زر کے عوض تحریری وعدہ دے تو، یہ معاملہ فی نفسہٖ زر کے استعمال کو اس وقت تک ملتوی کرسکتا ہے جب تک اس کے تحریری وعدے کی مدت ختم ہوجائے۔ لیکن اس کاغذی وعدے کا حامل یا قابض تحریر ظہری کی تکمیل کے بعد

417

باب ۳۰
نظریۂ قیمت
پر مکرر بحث

اس کاغذ کو اپنی خرید کردہ اشیا کی قیمت کی ادائی کے طور پر بظاہر کسی دوسرے شخص کو دے سکتا ہے۔ اگر یہ دوسرا شخص اس کو قبول کرلے تو، دوسرا معاملہ زر کے استعمال سے قطعاً بے نیاز ہو جاتا ہے؛ پھر بھی قیمتوں پر اس کا جو اثر پڑتا ہے وہ ٹھیک ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ حقیقی زر کے استعمال ہونے کی صورت میں پڑتا۔ علاوہ ازیں یہ خیال کرنا بھی ممکن ہے کہ یہ دوسرا شخص کسی دوسری خریداری میں زر کے عوض اسی کاغذ کو ادا کرسکتا ہے۔ چنانچہ انیسویں صدی کے ابتدائی حصے میں افراد کے مابین اسی قسم کے کاغذی وعدے تحریر اور قبول کرنے کا طریق انگلستان میں عام طور پر رائج تھا۔[1]

بدیہی طور سے، بنک کے نوٹ، اعتباری دستاویز کے اس نتیجہ و اثر کی مکمل ترین مثال ہیں۔ کسی فرد واحد کا نوٹ (تحریری وعدہ)، جو کاروبار کی معمولی حالت میں دیا جائے، بہت زیادہ گردش نہیں کرسکتا، خواہ یہ شخص کتنا ہی مشہور اور نیک نام کیوں نہ ہو؛ اس لیے کہ ایسا نوٹ محض حسن اتفاق ہی سے دوسرے کاروبار کے لیے موزوں ثابت ہوسکتا اور یہ سہولت مطلوبہ رقم پیش کرسکتا ہے۔ لیکن بنک کے نوٹ، جو بشرطیکہ کوئی قانونی ممانعت نہ ہو[2] نہ صرف کسی فرد واحد بلکہ انجمن کی بھی جانب سے جاری کیے جاسکتے ہیں، بالارادہ ایسی رقموں کے جاری کیے جاتے ہیں جو گردش کے لیے موزوں ہوں، اور دست بدست اسی طرح گھومتے ہیں جس طرح کہ زر۔ اس قسم کے اعتبار کا اثر

---

[1] ہنڈی یا ڈرافٹ (رقعہ) کی قبولیت یا سکارنا قانوناً ویسی ہی ذمہ داری عائد کرتی ہے جیسی کہ کاغذی وعدہ (پرامیسری نوٹ) کے دستخط۔ ان اسباب کی بنا پر جو تاریخ قانون کی جڑ میں پیوست ہیں، ہنڈی سکارنے کا طریقہ ہی انگلستان میں بہت زیادہ عام طور سے مروج رہا ہے۔

[2] چین میں تاجروں کے جاری کردہ نوٹ جو حامل کو قابل ادائی ہوتے ہیں، صدیوں سے بطور زر رواں رائج ہیں۔ "بڑے بڑے کوٹھی والے انھیں جاری کرتے ہیں اور سب بڑے بڑے شہروں میں انھیں قبول کرلیا جاتا ہے"۔ دیکھو ہک کی کتاب موسوم بہ "سلطنت چین" (Chinese Empire) جلد دوم صفحہ ۱۵۱۔

باب ۳
نظریۂ قیمت
پر مکرر بحث

قطعی و حکمی ہوتا ہے۔ بنک کے نوٹ، زر کے کامل بدل یا نائب کا کام انجام دیتے ہیں، اور قیمتوں کو اسی حد تک متاثر کرتے ہیں جس حد تک کہ زر فلزی متاثر کرتا ہے (بجز چند مستثنیات کے جن پر عنقریب بحث کی جائے گی)۔

ایک اور طریقہ جس سے اعتبار، زر کے استعمال کو معطل کر دیتا ہے، یہ ہے کہ مختلف معاملات آپس میں پٹ جائیں یا زائل کر دیئے جائیں۔

اگر یہی سوداگر آس پاس کے کاشتکاروں کے ہاتھ ادھار مال فروخت کرے، اور کاشتکار اس کے عوض اپنی پیداوار سوداگر کے ہاتھ ادھار فروخت کریں؛ اور اگر میعادی طور سے باہمی قرضے زائل کر دئے جائیں اور صرف 418 فاضلات بصورت نقد ادا کئے جائیں (بلکہ یہ فاضلات غالباً نقد ادا نہ کئے جائیں اور دوسرے تصفیے تک ایک مد کی حیثیت سے ویسے ہی رکھے جائیں) تو، اگرچہ بہت کم زر فی الاصل استعمال ہوتا ہے، تاہم سب کاروبار بحوالۂ زر طے پاتے ہیں؛ اور قیمتوں پر اتنا ہی اثر پڑتا ہے جتنا کہ زر استعمال کرنے کی صورت میں پڑتا۔ صنعتی ترقی کے ابتدائی دور میں کاروبار کو ایک دوسرے کے مقابلے میں زائل کرنے کا یہی طریقہ ریاستہائے متحدہ کے اکثر علاقوں میں غالباً عام طور سے رائج تھا۔ نیو انگلینڈ کے بعض علاقوں میں اب بھی، دیہی دوکاندار دیہاتیوں سے اسی طریق پر انڈے باقاعدہ وصول کرتے ہیں، اور ان کے عوض اپنی دوکان کا مال ان کے ہاتھ ادھار فروخت کرتے ہیں؛ یہ ایک قسم کی "دو جنسی مبادلت" کا طریق ہے، تاہم بحوالہ زر انجام پاتا ہے اور فریقین پر زر ادا کرنے کی قانونی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ لیکن تجارتی کاروبار کے تخصیص یافتہ بن جانے کی وجہ سے اس قسم کا رواج تقریباً مفقود ہو گیا ہے۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ اشیا خریدنے والے بیوپاری ہی کے ہاتھ اشیا فروخت بھی کی جائیں۔ دوسرے ممالک کی طرح، یہاں تقسیم عمل نے اس درجہ ترقی کر لی ہے کہ اس کی بنا پر مبادلات، جو فی نفسہٖ بہت سادہ ہوتے ہیں، ایک پیچیدہ اور منقسم نظام کے ذریعے سے انجام پاتے ہیں۔

منتشر مبادلات کو کسی واحد مرکز پر لانے والا موثر اور بڑا آلہ، جو قرضوں کے

ایک دوسرے کو زائل کرنے کے طریق کو بڑے پیمانے پر بروئے عمل لاتا ہے حساب گھر
ہے۔ کسی بنک کے واجب الوصول چک حساب گھر میں پیش کئے جاتے ہیں، اور
وہ ان چکوں سے زائل کر دئے جاتے ہیں جو اس بنک کے ذمہ واجب الادا
ہوتے ہیں۔ چکوں کے ذریعے سے طے کردہ خریداریوں میں قیمتوں پر ٹھیک
ویسا ہی اثر پڑتا ہے جیسا کہ فلزی زر استعمال کرنے کی صورت میں پڑتا۔ حساب گھر
میں چکوں کا محض مبادلہ عمل میں آتا ہے۔ کاروبار اخیر میں چل کر فلزی زر یا نقد
کے استعمال کے بغیر تصفیہ پاتے ہیں؛ یا زیادہ صحت کے ساتھ یوں کہا جا سکتا
ہے کہ زر بہت کم مقدار میں استعمال ہوتا ہے، یعنی اسی اقل مقدار کی حد تک
جس سے کہ حساب گھر کے فاضلات بصورت نقد تصفیہ پاتے ہیں۔
جب بنک کے نوٹ حساب گھر میں سے گزرتے ہیں تو بھی قدرتی
طور پر اسی قسم کا نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔ لیکن چکوں کے مقابلے میں بنک کے نوٹوں
کے لیے اس کا زیادہ قرینہ ہوتا ہے کہ وہ اثنائے گردش میں جب کہ متواتر ادائیوں
419 میں دست بدست گھومتے ہیں، کاروبار انجام دیں اور ان میں استعمال کئے جائیں
چک عام طور سے فوراً کسی بنک میں بطور امانت داخل ہو جاتے ہیں، جہاں
سے وہ حساب گھر بھیجدے جاتے ہیں؛ اور عمل ازالہ کے ذریعے سے وہ تقریباً
بلا استثنا زر کے استعمال کی نوبت نہیں آنے دیتے۔

۳۔ اب ہم مقدار زر اور قیمتوں کے درمیانی تعلق کو صحت اور عمدگی
کے ساتھ بیان کرنے کی جانب توجہ کر سکتے ہیں۔
کسی اعلیٰ درجے کی ترقی یافتہ قوم میں قیمتوں کا تعین کرنے والی شے،
مقدار اشیا اور مقدار قوت خرید بحوالۂ زر کا باہمی تعلق ہے۔ اگر مقدار زر
کے نظریے کو اس طرح ترتیب دیا جائے تو وہ صادق آتا ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے
کہ اگر قابل فروخت اشیا کی مقدار مقررہ رہے تو، قیمتوں کی عام سطح کا مدار قوت
خرید کی مقدار بحوالۂ زر پر ہوتا ہے۔ لیکن یہ مقدار، کسی طرح وہی نہیں ہوتی
جس کو فلز کی مقدار یا عام طور سے "زر" کہا جاتا ہے۔ چنانچہ فی الحقیقت
دشوار اور بحث طلب مسئلہ یہ ہے کہ فلز یا "زر" کی مقدار کا اضافہ یا تخفیف،

باب ۳ نظریۂ قیمت پر مکرر بحث

کس حد تک اس دوسری مقدار، یعنی "مجموعی قوتِ خرید" کو متاثر کرتی ہے۔

بعض چیزیں بدیہی ہیں۔ فلز کے بعض قسم کے کاغذی بدل ٹھیک اسی طرح عمل کرتے ہیں جس طرح کہ فلز۔ نوٹ جو قابض کو قابل ادائی ہوتے ہیں، اور سرکاری زر کاغذی، خواہ وہ بدل پذیر ہوں یا غیر بدل پذیر، اپنی قیمت مرقومہ کی مقدار کے لحاظ سے مجموعی قوتِ خرید میں اضافہ کرتے ہیں۔ اس قسم کی چیزیں معمولی رواج میں اصطلاح "زر" کے تحت شمار کی جاتی ہیں، اور یہ عام طور سے تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ قیمتوں کو ٹھیک اسی طرح سے متاثر کرتی ہیں جس طرح کہ فلزی زر۔ یہ امر کہ ان کا اثر ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ فلزی زر کا، بنک آف انگلینڈ کے ایسے نوٹوں کے ماثل نوٹوں کی حد تک جو کسی فلزی بنیاد پر مبنی نہیں ہوتے، بالکل واضح ہے۔ امریکا کے قومی بنکوں کے نوٹوں اور دوسرے بنک کے نوٹوں کا اثر بھی تقریبًا ایسا ہی ہوتا ہے؛ گو ان صورتوں میں، یہ امر اس قدر واضح نہیں ہے کہ نوٹ کی پوری قیمت مرقومہ کے لحاظ سے قوت خرید میں خالص اضافہ ہوگا۔

اعتبار (یعنی محض ادائی رقم کا التوا نہ کہ بنک کے نوٹوں کی طرح کے اعتباری دستاویزات) بھی قوت خرید کی رسد میں اضافہ کرتا ہے۔ ایک ایسے شخص کی جانب سے اشیا خریدی جانے کی صورت میں جس کے اعتبار پر کسی قسم کے شک کی گنجائش نہ ہو، قیمتوں پر ٹھیک ویسا ہی اثر پڑے گا۔ جیسا کہ دوسرے شخص کے اشیا کو بعوض نقد خریدنے کی صورت میں۔ لیکن اعتبار، جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا، اپنی معمولی صورت میں، محض زر کے استعمال کو ملتوی کرنے کا کام انجام دیتا ہے۔ اگرچہ وہ کسی مقررہ وقت میں موثر قوتِ خرید کی مجموعی مقدار میں اضافہ کر سکتا ہے؛ لیکن آخر الامر مجموعی قوت خرید میں اضافہ نہیں کرتا۔ 420

امانتیں، مجموعی قوت خرید کا ایک جزو ہوتی ہیں؛ اور امانتوں کے اضافے کے معنی مجموعی قوت خرید کا اضافہ ہیں۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ہمارا مطلب محض امانتوں سے ہے نہ کہ چیکوں سے؛ اس لیے کہ، جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا[۱] چک

---

[۱] ۔ دیکھو باب ۴ فصل (۳)۔

اس قوت کی اسی حد تک نمائندگی کرتے ہیں جس حد تک کہ وہ حقیقی استعمال میں ہے نہ کہ مجموعی فراہم شدہ رسد کی۔ اس طرح قوت خرید بجوالۂ زر کی مجموعی رسد متعدد و مختلف النوع مدوں پر مشتمل ہوتی ہے؛ لیکن اس کی سب شکلیں، اشیا کے لیے زر کی اس طلب میں اضافہ کرتی ہیں جو قیمتوں کی سطح متعین کرتی ہے۔

امانتوں کا مسئلہ سب سے زیادہ پیچیدہ ہے۔ اشیا کی خریداری، تجارتی کاغذ کا بٹہ، اور امانتوں کی تخلیق، یہ سب ایک ساتھ عمل میں آتے ہیں۔ اشیا کی مقدار کا اضافہ اور کاروبار کی مقدار کی زیادتی، مجموعی قوتِ خرید اور موثر آلۂ مبادلہ میں اضافہ کر دیتی ہے۔ قیمتوں کے نظریۂ مقدار کا محتاط بیان، دو آزاد تغیر پذیر اجزا کی شکل اختیار کرتا ہے: ایک تو، مجموعی زر یا مجموعی قوتِ خرید، اور دوسرے، اشیا کی مجموعی رسد یا کاروبار کی مجموعی مقدار۔ لیکن امانتوں کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک، یہ دونوں عامل بظاہر ایک دوسرے پر منحصر معلوم ہوتے ہیں، اور اس لحاظ سے ان کا اساسی مفروضہ بظاہر صحیح یا قائم نہیں رہتا۔

یہی سوال ان بنک کے نوٹوں کے بارے میں پیدا ہوتا ہے جن کا اجرا آزادی اور تغیر پذیری کے شرائط کے تحت ہوتا ہے۔ وہ بھی بظاہر بطور خود متغیر نہیں معلوم ہوتے۔ وہ اس طلب کے جواب میں جاری کئے جاتے ہیں جو زیادہ اشیا فروخت کرنے کی شکل میں ہوتی ہے۔ بنک آف فرانس، بنک آف جرمنی اور اسکاٹ لینڈ اور کینیڈا کے بنکوں کے جاری کردہ نوٹوں کی مقدار میں ہر ہفتہ طے شدنی کاروبار کی مقدار کی کمی یا زیادتی کے مطابق تغیرات ہوتے ہیں۔

اس کے برعکس امانتوں کی مقدار (اور ایک حد تک نوٹوں کی مقدار بھی) جس پر اشیا اور کاروبار کی اسی مقررہ مقدار کا اثر پڑتا ہے، اس خلزیا دوسرے ذخیرۂ زر نقد پر لازمی طور سے منحصر نہیں ہوتی جو بنک میں رکھا جاتا ہے۔ ایک ایسی قوم کی انتہائی حالت فرض کی جا سکتی ہے جس میں تمام ادائیاں چک کے ذریعے سے کی جائیں، اور کل کاروبار حساب گھر کی وساطت سے تصفیہ پائیں۔ اس صورت میں خلزیا "زر" کی قطعی کوئی ضرورت نہ ہوگی۔ حساب گھروں کے روزانہ

یا ہفتہ وار فاضلات کو ویسے ہی رہنے دیا جا سکتا ہے، یہاں تک کہ جلدی یا بدیر وہ متوازن و مساوی ہو جائیں۔ ایسی قوم میں اگر اشیا اور کاروبار کے مقابلے میں، امانتوں کی مقدار بہت زیادہ سرعت کے ساتھ بڑھے تو، قیمتیں غیر معین طور سے بڑھ سکتی ہیں۔ لیکن جہاں امانتوں (یا نوٹوں) کا بہت زیادہ استعمال کیا جاتا ہے کیا وہاں بھی ایسی صورت سے ملتی جلتی صورت نہیں ہوتی؟ اور کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہاں قیمتیں، فلز کی مقدار پر یا اس چیز کی مقدار پر جس کو بالعموم "زر" کہا جاتا ہے منحصر ہیں؟

۴۔ گو یہ صحیح ہے کہ جہاں اس قسم کے بہت زیادہ تغیر پذیر اعتباری دستاویزات استعمال کئے جاتے ہیں وہاں، مجموعی قوتِ خرید اور مقدار "زر" کا باہمی تعلق ڈھیلا پڑ جاتا ہے؛ پھر بھی ان دستاویزات پر فلز کی مقدار کی صورت میں ایک حقیقی تحدید باقی رہتی ہے۔ یہ تحدید دو صورتیں اختیار کرتی ہے۔ پہلی صورت تو یہ کہ امانتوں (اور امانتوں کے مثل تغیر پذیر نوٹوں) کی مقدار اور فلز کی مقدار کے مابین متعدد تعلقات ہوں۔ دوسری یہ کہ کسی ایک ملک کی قیمتوں اور دنیا کی قیمتوں کے مابین تعلق ہو۔ فی الحال ہم عاملین کی پہلی قسم کی جانب زیادہ تر توجہ کریں گے؛ دوسری قسم کے عاملین کا تعلق نظریۂ تجارت بین الاقوام سے ہے جس پر متعاقب بحث کی جائے گی۔

زر نقد (یعنی نہ صرف فلزی زر بلکہ ہر قسم کا زر قانونی، مثلاً زر کاغذی اور دوسرے سرکاری دستاویزات جو بطور سرمایۂ محفوظ رکھے جا سکتے ہیں) کی مقررہ رسد کی بنیاد پر امانتوں اور نوٹوں کی تعمیر کردہ عمارت کی وسعت مندرجہ ذیل حالات سے متاثر ہوتی ہے:

ا۔ راست ضرورت، ب۔ لازمی رسم و رواج، ج۔ قانونی لزوم، د۔ امانتوں، نوٹوں اور زر رواں کی دوسری شکلوں کے استعمال کا ایک دوسرے کے ساتھ عمل اور ھ۔ کاروباری جماعت کا مزاج یا نفسیاتی کیفیت۔ ان حالات پر ترتیب وار غور کرنا مناسب ہوگا۔

ا۔ راست ضرورت۔ ہر بنک کے لیے ضروری ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ نقد اپنے پاس رکھے، خواہ اس کی مقدار رقوم واجب الادا کے تناسب سے کم ہی کیوں

نہ ہو۔ پچھلے صفحوں میں، ۵ فی صد کا عدد بتایا گیا تھا۔ اسی قسم کی کسی اقل مقدار کا رکھنا بنک کے لیے ضروری ہے۔ گاہ گاہ یہ پایا گیا ہے کہ اس سے بھی کم، یعنی ۴ فی صد یا ۳ فی صد میں کام چل جاتا ہے؛ گو بہت کم بنک اس کو پسند کریں گے کہ خطرے سے اس قدر قریب رہ کر کاروبار کریں۔ لیکن کسی نہ کسی جگہ ایک حد ہوتی ہے۔

یہ حد، ایک وجہ سے، دیہی بنک کے مقابلے میں شہری بنک کے لیے کم تر ہوتی ہے، اور دوسری وجہ سے زیادہ ہوتی ہے۔ کسی بڑے شہری بنک کے لیے اس کا بہت کم امکان ہوتا ہے کہ اسے حساب گھر میں نسبتۃً کثیر فاضلات ادا کرنے پڑیں گے؛ اس لیے کہ اس کے گاہکوں کی جمع کردہ امانتوں سے ممکن ہے کہ گاہکوں کے چکوں کے ذریعے سے وصول ہونے والے روزمرہ کے ڈرافٹوں کی ادائی مساوی طور سے ہو جائے۔ اسی طریقے سے اس کا قرینہ ہے کہ گاہکوں کی جانب سے بنک پر نقد کے روزمرہ کے مطالبات بنک میں روزمرہ وصول ہونے والی امانتوں سے متوازن و مساوی ہو جائیں۔ محض یہ واقعہ کہ بنک کا کاروبار وسیع اور متنوع ہے، اس کے لیے اس کا زیادہ امکان پیدا کرتا ہے کہ اس قسم کی مدیں ایک دوسرے کے مقابل میں زائل ہو جائیں گی۔ دوسری طرف شہری بنک محفوظ سرمایہ (یعنی ناگہانی ضرورتوں کے مقابلے میں زر کا زائد ذخیرہ) رکھنے پر نسبتۃً زیادہ مجبور ہوتا ہے۔ امانتوں کی شکل میں رقوم واجب الادا کی مقدار کثیر ہونے کی وجہ سے اس کے یورشوں یا پریشانیوں سے بہت جلد متاثر ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ اگر وہ نقد کے زائد ذخیرے کی نمائش کرے تو اس سے اس کی نیک نامی میں اضافہ ہو سکتا ہے، اور اس طرح اس کا عمل بالواسطہ سودمند ثابت ہو سکتا ہے۔ پھر بھی اس کا میلان لازمی طور سے منافعے کی جانب نہیں ہوتا؛ اس لیے کہ دوراندیشی کی بنا پر نقد کا بڑا ذخیرہ رکھنے اور اس سے انجام کار فائدہ ہونے کا انحصار کاروبار کرنے والے عوام کی نفسیاتی حالت اور باخبری پر ہوتا ہے۔ مگر ریاستہائے متحدہ کے بنکوں میں یہ کسی طرح عام تجربہ نہیں ہے کہ اس قسم کا تحفظ منفعت بخش اشتہار ہے۔

جہاں کوئی شہری بنک یورشوں کی صورت میں کسی بڑے سرکاری ادارے کی جانب امداد کے لیے ہاتھ پھیلا سکتا ہے وہاں، اس کے لیے نقد ذخیرہ رکھنے کیلئے محرک موجود نہیں ہوتا۔ اس وقت اس کی حالت ایک ایسے دیہی بنک کی سی ہوتی ہے جو اس قسم کی

422

باب ۲
نظریۂ قیمت
پر گورت بحث

شدید ضرورتوں کے وقت شہری بنک پر انحصار و توکل کرتا ہے۔ چنانچہ انگلستان کے بنک، جو مصیبت کے وقت بنک آف انگلینڈ پر بھروسا کر سکتے ہیں، انھوں نے حفظ ماتقدم کے طور پر نقد ذخیروں کا رکھنا ترک کر دیا ہے؛ تھرڈ نیڈل اسٹریٹ کی یہ بڑی بی[1] اس کا بندوبست کرتی ہیں۔ لیکن پھر بھی روزمرہ کی ضرورتوں کے لیے تھوڑا سا نقد، خواہ وہ بہت قلیل کیوں نہ ہو، انھیں پاس رکھنا ہی پڑتا ہے۔

(ب) رسم و رواج کی پابند بنانے والی قوت کی سب سے ظاہر مثال بنک آف انگلینڈ بہم پہنچاتا ہے۔ اس کا نقد کا کثیر المقدار ذخیرہ، جس پر نہ صرف اس کی اپنی امانتوں کا بلکہ تمام برطانیۂ عظمیٰ کی امانتوں کا مدار ہے، محض رسم و رواج کی بنا پر متعین ہوتا ہے۔ اس طرح کا مقررہ تحفظ ان محفوظ سرمایوں پر بہت زمانے تک اثر ڈالتا رہا جو بنک آف فرانس، بنک آف جرمنی اور براعظم کے دوسرے قومی بنکوں کے جاری کردہ نوٹوں کے مقابلے میں ان بنکوں میں رکھے جاتے تھے۔ یہ بات بے خوف وخطر کہی جا سکتی ہے کہ ان بنکوں کے ذمے کی واجب الادا رقوم بمد امانت کے بارے میں بھی اسی قسم کی پالیسی اختیار کی جاتی، اگر ان میں اسی پیمانے پر ترقی رونما ہوتی جیسی کہ انگریزی بولنے والے ملکوں میں رونما ہوئی۔

423

رسم و رواج بدلتا رہتا ہے؛ بعض اوقات اس میں تبدیلی بہت آہستہ آہستہ ہوتی ہے، جیسی کہ انیسویں صدی میں بنک آف انگلینڈ کی مقررہ پالیسی کی تدریجی ترقی کی صورت میں ہوئی، اور بعض اوقات اچانک اور سریع ہوتی ہے، جیسا کہ اسی ادارے کے بارے میں ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ کے صدمے کے نتیجے کے طور پر ہوا۔ بنک کا محفوظ سرمایہ متعدد سالوں تک جن لچک دار مگر سخت قواعد و ضوابط کا تابع تھا وہ مجبوراً ترک کر دیے گئے، اور ایک جداگانہ روایت کے قائم ہونے اور بڑھنے کا امکان پیدا ہو گیا۔ اسی طریقے سے ریاستہائے متحدہ امریکا کے فیڈرل رزرو بنک، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، جنگ کی ضرورتوں کی بنا پر اپنی امانتوں کو بڑھانا جائز سمجھنے لگے اور بمقتضائے قانون محفوظ ذخیرے کی اقل مقدار رکھنے کی جانب سرعت کے ساتھ مائل ہو گئے، حالانکہ اگر یہ

---

[1] Old lady of the Thread needle street یعنی بنک آف انگلینڈ کی جانب اشارہ ہے۔

باب ۲۰ نظر ثانیت پر بحث

پالیسی امن کے زمانے میں ارادی طور سے اختیار کی جاتی تو اس عمل کو اچھی نظر سے نہ دیکھا جاتا۔ اس قسم کے عظیم تغیرات کا خوگر بننے کے لیے لوگوں کو زیادہ مدت نہیں لگتی، خواہ وہ ابتدائً فوری عملی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ہی تدابیر کیوں نہ اختیار کریں۔

(ج) براہ راست قانون کے ذریعے سے تنظیم، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، ریاستہائے متحدہ امریکا کی حد تک مخصوص ہے۔ اگر سب بنکوں کے لیے ۲۵ فی صد کا نقد ذخیرہ رکھنا لازمی قرار دیا جاتا، جیسا کہ شہر نیویارک کے قومی بنکوں کے لیے سابق میں کیا گیا تھا تو، امانتیں، نقد کے مقابلے میں صرف ۴ : ۱ کے تناسب سے بڑھ سکتی تھیں۔ یوں تو بحیثیت مجموعی قومی بنکوں پر جو حد بندی حقیقت میں قائم کی گئی اس سے یہ مختلف تھی، لیکن پھر بھی کافی تحدید موجود تھی۔ قانونی سرمایۂ محفوظ کے لیے جتنا نقد رکھنا لازمی تھا اس میں تناسب اضافہ کیے بغیر امانتیں نہیں بڑھائی جا سکتی تھیں۔ اس قسم کی بندش اسی نہج پر جس کو بیان کیا جا چکا ہے[1] اس وقت بھی قائم رہی جبکہ فیڈرل ریزرو بنکوں کا طریق رائج کر کے نظام میں اصلاح کی گئی۔

اس قسم کے قوانین و ضوابط کے نتائج کو جانچنے میں نہ صرف ان اداروں کا لحاظ کرنا ضروری ہے جو براہ راست ان قوانین سے متاثر ہوتے ہیں، بلکہ نظام اعتبار کا بھی بحیثیت مجموعی لحاظ کرنا ضروری ہے۔ قدیم قومی بنک کاری کے نظام کے آخری سالوں میں، سرکاری بنکوں کا قیام بڑے پیمانے پر عمل میں آیا۔ یہ بنک اپنے پاس نقد سرمایہ بہت قلیل مقدار میں رکھتے تھے، اور قومی بنکوں میں نقد سرمایہ جمع کیا کرتے تھے۔ اس طرح جس بنیاد پر مجموعی امانتوں کی عمارت قائم تھی وہ نسبتہً محدود ہو گئی۔ وفاقی نظام سرمایہ محفوظ کے تحت، یہی صورت حالات باقی رہی، بلکہ بہت زیادہ نمایاں ہو گئی؛ اس لیے کہ ریزرو بنکوں کو قدیم قومی بنکوں کے مقابلے میں نقد کا کم تناسب رکھنا پڑتا تھا، پھر بھی وہ بدستور سرکاری بنکوں اور قومی بنکوں کے کفیل و مددگار رہے۔ اس کے معنی لازمی طور سے ان کی طاقت میں ضعف پیدا ہونے کے نہ تھے؛ لیکن یہ معنی ضرور تھے کہ بنک کی تجوریوں کے نقد کی وہی مقررہ مقدار قوت خرید کی مجموعی مقدار کے بڑھانے میں زیادہ موثر اور قوی ہو گئی۔

---

[1] دیکھو باب ۲۷ فصل (۵)

۵۔ (د) تحدید کا چوتھا سبب بہت زیادہ پیچیدہ ہے۔ امانتوں اور چکوں سے کل کاروبار اور معاملات میں کام نہیں لیا جا سکتا۔ نقد، یعنی فلز یا نوٹ کا کثیر خردہ خریداریوں، ادائی اجرت اور ہر قسم کے روزمرہ کے لین دین میں استعمال ہونا ضروری ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکا میں چک بہت ہی حیرت انگیز پیمانے پر استعمال کئے جاتے ہیں۔ پھر بھی جیبی زر یا خردے یا چلر کے استعمال سے مفر نہیں۔ انگلستان میں، اگرچہ چک تھوک کاروبار کے لیے عام طور سے استعمال کئے جاتے ہیں، پھر بھی صارفوں کی جانب سے جو رقمیں ادا کی جاتی ہیں ان میں متمول طبقے کی بہت ہی قلیل تعداد چک استعمال کرتی ہے، سکے یا نوٹ کی خردہ کاروبار اور اجرت کی ادائی میں اکثر ضرورت پڑتی ہے۔

لیکن قوتِ خرید کی کسی شکل میں، اگر وہ دوسری شکلوں سے قابل مبادلہ ہو، یہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ قیمتوں پر غیر مشروط اثر ڈالے۔ پچاس ڈالر کی ہنڈیاں یا دس پونڈ کے نوٹ، اگر وہ حقیقی کاروباری ضرورت سے زیادہ مقدار میں جاری کئے جائیں تو، ریزگاری سے مبادلے کے لیے جاری کرنے والے کے پاس واپس آجائیں گے۔ اگر حقیقت میں ان ہی حالات کے تحت چھوٹی رقموں کے نوٹ قابل اجرا ہوں، یعنی اگر بنک کے چھوٹی بڑی رقموں کے نوٹ اسی آزادی کے ساتھ جاری کئے جا سکتے ہوں جس آزادی کے ساتھ بڑے نوٹ اور امانتیں جاری کی جاتی ہیں تو، یہ واپسی اور مراجعت کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی۔ لیکن اگر خردہ زر صرف طلائی سکوں کی شکل میں دستیاب ہو تو نتائج بہت اہمیت حاصل کر لیتے ہیں۔ اس صورت میں سکوں کی ایک مقررہ مقدار ملک میں کسی نہ کسی جگہ موجود رہنی چاہئے، اور ان سکوں کا ضروری استعمال زر کی دوسری شکلوں کی مقدار پر تحدید قائم کرتا ہے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ بڑی رقوم تک بنک کے نوٹوں کی تحدید کس قدر موثر ہوتی ہے؛ وہ فلز کی برآمد کو روکتی ہے، اور نوٹ جتنے میدان پر جاری و ساری ہو سکتے ہیں اس کو سختی کے ساتھ محدود کرتی ہے[1]۔

ٹھیک اسی قسم کی تحدید، امانتوں پر بھی اثر ڈال سکتی ہے۔ انگلستان ایک زمانے تک اس کی مثال پیش کرتا رہا۔ ۵ پونڈ سے کم کے نوٹ جاری نہیں کئے جاتے تھے، اور چکوں کا

[1] دیکھو باب ۲۴ فصل (۲)

استعمال (رسم ورواج کی بنا پر) صرف بڑے کاروبار میں ہوتا تھا؛ اسی وجہ سے ساورن لازمی طور سے روزمرہ کے کاروبار میں استعمال کیے جاتے تھے۔ اگر اس کے نتیجے کے طور پر امانتوں میں زیادتی ہوئی اور قیمتوں میں اضافہ ہوا تو' روزمرہ کے معاملات کے لیے اور زیادہ سونے کے سکے طلب کیے جاتے تھے۔ اس کے نتیجے کے طور پر بنکوں سے جو سونا باہر نکلتا تھا وہ امانتوں کی زیادتی پر فوری روک قائم کرتا تھا۔ اس طرح انگلستان کے زر کا نظام (جس میں طلائی سکوں کی گردش لازمی طور سے ہوتی تھی) بحیثیت مجموعی زر رواں کے مختلف اجزاے ترکیبی کے باہمی تعلق کی مثال پیش کرتا تھا۔

ساورن (یعنی طلائی سکوں) کے بجائے ایک پونڈ اور دس شلنگ کے نوٹوں کا اجرا، جس کی وکالت انگلستان میں ایک زمانۂ دراز سے اس بنا پر کی جارہی تھی کہ بنک آف انگلینڈ میں اس طریقے سے سونا مرتکز ہو سکے گا،' دفعتہً جنگ عظیم کی ضرورتوں کی وجہ سے عمل میں لایا گیا۔ اگرچہ اس تدبیر کو جنگی ضرورت کی بنا پر اختیار کیا گیا تھا اور اس وقت کے عام معاشی حالات اس کے محرک نہ تھے، لیکن اس کے نتائج غالباً مستقل رہیں گے؛ اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ' خواہ نئے نوٹ براہ راست حکومت کی جانب سے جاری کیے جائیں (جیسا کہ جنگ کے زمانے میں ہوا) یا بنک آف انگلینڈ کی جانب سے' نتائج وہی مقررہ رہتے ہیں۔ بہرصورت' سونے کا سکہ روزمرہ کی گردش میں نہیں رہتا۔ اس طرح ایک پونڈ اور نصف ساورن کی رقم کے زر کی زائد مانگ' جو قیمتوں کے عام اضافے کے نتیجے کے طور پر رونما ہو، صرف ان چھوٹی رقموں کے نوٹوں کے زیادہ تعداد میں جاری کرنے سے پوری کی جا سکتی ہے۔ بنک اپنے تہ خانوں اور تجوریوں میں صرف کاغذی زر رکھتے ہیں۔ روزمرہ کا لین دین انھیں طلائی سکوں سے نہیں کرنا پڑتا۔ اس لحاظ سے وہ سونے کی طلب بغرض برآمد سے براہ راست متاثر نہیں ہوتے، جس کا رونما ہونا قیمتوں کے بڑھ جانے کی وجہ سے درآمد اشیا کے اضافہ کے نتیجے کے طور پر ممکن ہے۔ برآمد کی غرض سے مطلوبہ سونا صرف بنک آف انگلینڈ کی تجوریوں سے آسکتا ہے؛ اور بنک آف انگلینڈ سے سونے کا باہر نکلنا' عام قیمتوں پر صرف اس حد تک اثر ڈال سکتا ہے جس حد تک کہ یہ ادارہ دوسرے بنکوں پر اور عام قوم پر اپنی بٹہ کی شرح کو بڑھا کر دباؤ ڈالے۔ زر رواں پہلے کے مقابلے میں اپنے اساسی جزو ترکیبی کی مقدار کے تغیرات سے بہت کم متاثر ہوتا ہے۔

426

تجارت خارجہ و داخلہ کے تغیر پذیر حالات کا زرِ رواں پر کم اثر پڑنا' بڑے مرکزی مخزنوں میں سونے کے ارتکاز کا ناگزیر نتیجہ ہوتا ہے؛ یہ اثر پذیری اس وقت ظاہر ہوتی ہے جبکہ زر کے نظام میں طلا کا نفوذ کم ہو جائے اور مستحکم سرمایۂ ہائے محفوظ کی مجموعی مقدار بہت نمایاں ہو جائے۔

ریاستہائے متحدہ میں نظامِ وفاقی سرمایۂ محفوظ کے قیام' اور اس کے تحت اجرائے نوٹ کی ترقی نے ایسی صورت حالات پیدا کرنے کی جانب رہبری کی جو اساسی حیثیت سے اس کے مماثل ہے؛ یعنی سونے کے ذخائر کی مرکزیت' اور قیمتوں پر سونے کے ذخیروں کے تغیرات کے براہ راست اثر کی کمی۔ قومی بنکوں کے نظام کے تحت' نوٹوں کا اجرا تغیر پذیر نہ تھا' اور نوٹوں کی کمی لازمی طور سے زر کی دوسری شکلوں سے پوری کردی جاتی تھی۔ یہ سچ ہے کہ زر کی یہ دوسری شکلیں' ایک تو سرکاری زرِ کاغذ؛ اور دوسرے' بیش قیمت نقروی سکہ' تھیں؛ لیکن قدیم نظام کے آخری ایام میں سونا بھی' سکے یا صداقت ناموں کی شکل میں' روزمرہ کی گردش میں بڑی حد تک استعمال کیا جاتا تھا۔ پھر بھی نئے نظام کے تحت' جس میں زرِ رو بنکوں کے واجبات بمد امانت اور بنک نوٹ کے ساتھ تقریباً یکساں طور سے سلوک کیا جاتا تھا' زرِ رو نوٹ بڑی آزادی کے ساتھ جاری کیے جا سکتے تھے اور سونے سے انھیں مستعدی کے ساتھ بدل دیا جا سکتا تھا۔ سرکاری کاغذی زر اور بیش قیمت نقروی سکے کی حیثیت اب بھی مقررہ اساسی عامل کی رہی' اور تقسیمی عامل سونا نہیں نوٹ بن گئے۔ روزمرہ کی گردش کے لیے زر کی ضرورت ہمیشہ کی طرح زیادہ رہی اور ہمیشہ کی طرح عظیم تغیرات کے تابع رہی۔ لیکن زر کی ضرورت کے تغیرات پہلے کی طرح براہ راست سونے کی رسد پر اثر انداز نہیں ہوتے' اس لیے کہ زرِ رو نوٹ ان دونوں کے مابین درمیانی عامل کا کام انجام دیتے ہیں۔

روزمرہ کی زندگی کے عام کاروبار کے لیے' فلزی زر یا اس کے معادل کی ضرورت' ایک انوکھے واقعے کی تشریح و توجیہ کرنے میں مدد دیتی ہے۔ یہ واقعہ یا مظہر' جس کو پہلے بیان کیا جا چکا ہے' یہ ہے کہ ٹھیک اسی زمانے میں جبکہ مجموعی قوتِ خرید کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے اور قیمتوں کی سطح بہت بلند ہو جاتی ہے' زر کی قلت کی شکایت عام ہوتی ہے۔ اگر امانتوں اور دوسرے اعتباری دستاویزات کی توسیع' قیمتوں کے اضافہ کا موجب ہوتی ہے تو' بنکوں میں روزمرہ کے استعمال کے زر کی مانگ اور زیادہ بڑھ جاتی ہے؛

اس لیے کہ قیمتوں کے بڑھ جانے کی صورت میں چھوٹی رقموں کا زر، مبادلات کی سہولت کی غرض سے زیادہ مقدار میں درکار ہوگا۔ اسی وجہ سے بنکوں سے کثیر مقدار میں نقد طلب کیا جاتا ہے، اور وہ اس کے اخراج کو محسوس کرتے اور اس کی قلت کے شاکی ہوتے ہیں، اور کاروباری طبقہ میں بھی اسی شکایت کی صدائے بازگشت گونج اٹھتی ہے کہ زر کافی مقدار میں نہیں ہے۔ حقیقی دشواری یہ ہوتی ہے کہ مجموعی قوت خرید بڑھ جاتی ہے، اور یہ کہ اس لحاظ سے ہر قسم کے زر کو زیادہ مقدار میں استعمال کرنے کا موقع پیدا ہوتا ہے؛ بخلاف اس کے اسی زمانے میں بنکوں کے نقد ذخائر جن پر کثیر المقدار اعتباری زر مبنی ہوتا ہے نسبتہً گھٹ جاتے ہیں، بلکہ بعض اوقات قطعی طور سے بہت زیادہ قلیل المقدار ہو جاتے ہیں۔

427

۶۔ (ھ) آخر میں، کاروباری طبقے کا مزاج یا اس کی نفسیاتی کیفیت، ان امانتوں کی مقدار کو متاثر کرتی ہے جو نقد کی مقررہ بنیاد پر قائم کی جا سکتی ہیں۔ یہ فرض نہ کر لینا چاہیے کہ امانتوں اور نقد میں کوئی معین تناسب خود بخود ۴ : ۱ یا ۱۰ : ۱ یا ۲۰ : ۱ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جب بنکوں کے ذخائر میں نقد مقابلتہً کثیر مقدار میں ہوتا ہے (یعنی جب ان تمام عاملوں کے اثر کے تحت جنھیں ابھی بیان کیا گیا نقد کی مقدار انھیں ضرورت سے زیادہ معلوم ہوتی ہے) تو بنک اپنے بٹہ کی شرحیں گھٹا دیتے ہیں، ہر قرضہ مانگنے والے کا خیر مقدم کرتے ہیں اور قرضوں اور امانتوں کو بڑھانے کے لیے بہت زیادہ آمادہ اور خواہاں ہوتے ہیں۔ لیکن بسا اوقات وہ ان کو بڑھانا ناممکن پاتے ہیں۔ کاروباری طبقہ اس کے جواب میں ساکت رہتا ہے۔ ایک عام واقعہ، جو عجیب وغریب باقاعدگی کے ساتھ ہمیشہ وقوع پذیر ہوتا ہے، یہ ہے کہ کساد بازاری کے زمانے میں بنکوں کے ذخائر میں نقد بکثرت موجود ہوتا ہے، زر کا بازار پرسکون ہوتا ہے، اور پھر بھی قرضے طلب نہیں کیے جاتے۔ اس کی برعکس حالت گرم بازاری کے دور میں ہوتی ہے، جبکہ ہر شخص رجائی ہوتا ہے، قرضوں کی ہر طرف مانگ ہوتی ہے؛ اور اس صورت میں بنک، اگرچہ ممکن ہے کہ ان کے نقد ذخائر اقل ترین مقدار میں ہوں اور ان کے بٹہ کی شرحیں بڑھی ہوئی ہوں، نہ صرف امانتیں اور قرضے بڑھانے میں آسانی محسوس کرتے ہیں بلکہ ان کے اضافے کو روکنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں۔ اس طرح کاروباری طبقے کی نفسیاتی حالت بحیثیت مجموعی ایک اہم عامل ہے۔

چند سال پیشتر، اس بارے میں طویل بحث مباحثہ ہوتا رہا کہ اگر بنک کے نوٹ

باب ۳۰ نظریۂ قیمت پر مکرر بحث

آزادی کے ساتھ جاری کئے جائیں تو، کاروباری سرگرمی اور قیمتوں کے اضافے پر اس اجرا کا کس طریقے پر اثر پڑے گا۔ آیا نوٹوں کا آزادا اجرا، گرم بازاری اور قیمتوں کی زیادتی کا سبب تھا؟ یا گرم بازاری زائد نوٹوں کے اجرا کا سبب تھی؟ دوسرے الفاظ میں، ان میں سے سبب کونسا تھا اور نتیجہ کونسا تھا؟ یہی سوال امانتوں کے بارے میں بھی اٹھایا جا سکتا ہے؛ چنانچہ موجودہ زمانے میں انگریزی بولنے والے ملکوں میں یہ سوال اسی شکل میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ آیا امانتوں کا اضافہ گرم بازاری اور اعلیٰ قیمتوں کا سبب ہے؟ یا گرم بازاری کے سبب سے امانتوں میں اضافہ ہوتا اور اس کے نتیجے کے طور پر قیمتیں بڑھ جاتی ہیں؟ حقیقت بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان دونوں میں باہمی علاقہ موجود ہے اور وہ ایک دوسرے کا سبب ہیں۔ چنانچہ جب رجائیت ہر طرف پھیلی ہوئی ہوتی ہے تو، کشادہ دلی کے ساتھ بنک کاری کی سہولتوں کی فراہمی اس رجائیت کی پرورش کرتی اور اس کو ترقی دیتی ہے؛ عام رجائیت کے بغیر ان سہولتوں سے استفادہ نہیں کیا جا سکتا اور ان کی موجودگی عدم موجودگی کے برابر ہوتی ہے۔ 428

اسی وجہ سے قلیل مدت کے لیے بلکہ خاصی طویل مدت کے لیے بھی، اس اصول میں کہ "قوت خرید کی رسد میں اضافہ کرنے والے حالات و شرائط ہی طلب یعنی اشیا یا کاروبار کی مقدار میں بھی اضافہ کر دیتے ہیں"، صداقت پائی جاتی ہے۔ گرم بازاری کے زمانے میں اشیا کثیر مقدار میں تیار کی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں تیار کردہ اشیا بہت زیادہ سرعت کے ساتھ دست بدست گھومتی اور منتقل ہوتی ہیں؛ چنانچہ متعدد درمیانی اشخاص کے مابین بالعموم بکثرت خرید و فروخت ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں، زر کی طلب، یا کاروبار میں پیش کردہ اشیا کی مقدار، بڑھ جاتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ، اعتباری سہولتیں حاصل کرنے کے لیے بنکوں سے زیادہ کام لیا جاتا ہے، امانتیں زیادہ مقدار میں تخلیق کی جاتی ہیں اور اس طرح قوتِ خرید کی رسد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ دُہرا یا ہم آہنگ وہمدردانہ اضافہ بڑے بڑے صرافوں مثلاً تمسک، غلہ اور روئی کے صرافوں کے کاروبار کی حد تک بہت نمایاں طریقے پر ظاہر ہوتا ہے۔ ان میں قرضوں اور امانتوں کے اضافے اور حساب گھروں کے کاروبار کی زیادتی کے ساتھ ساتھ فروخت کی مقدار بھی بڑھتی جاتی ہے۔ تقریباً اسی قسم کی صورت حال معمولی تجارتی کاروبار میں بھی ظاہر ہوتی ہے۔

لیکن یہ صورت حال صرف ایک قلیل مدت تک باقی رہتی ہے۔ بالآخر امانتوں

اور نقد ذخائر کے درمیان عام تعلق خود بخود قائم ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ زمانہ جس میں یہ تعلق کوئی فوری اثر نہیں پیدا کرتا، بہت طویل ہو سکتا ہے۔ کساد بازاری کے زمانے میں اور گرم بازاری کی ابتدائی حالتوں میں قیمتوں کی رفتار بظاہر سب سے زیادہ بنکوں اور کاروباری طبقے کے مزاج یا نفسیاتی حالت پر مبنی معلوم ہوتی ہے۔ نقد سرمایۂ محفوظ کی کچھ بنیاد کے بغیر، حقیقت یہ ہے کہ، بنک اپنے کاروبار کو وسیع کر ہی نہیں سکتے؛ لیکن بنیاد کا وسیع ہونا یا محدود ہونا کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ جب کساد بازاری کا ایک زمانے تک دور دورہ رہتا ہے تو، امید و رجا میں ابتدائً آہستہ آہستہ اور بعد میں چل کر بہت تیزی کے ساتھ حیات تازہ کے آثار پیدا ہوتے ہیں۔ بنکوں میں بٹہ کی ادنیٰ شرحیں ترغیب دینے والی ثابت ہوتی ہیں، اور بنک اپنے قرضوں کو وسیع کر سکتے ہیں۔ کاروبار بتدریج زیادہ سرگرمی کے ساتھ انجام پانے لگتا ہے، اشیا کثیر مقداروں میں تیار ہوتی ہیں، اور ان کی زیادہ مقدار فروخت ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ جب اضافے اور توسیع کا میلان ظاہر ہو جاتا ہے تو، روز افزوں بڑھتا چلا جاتا ہے؛ یہاں تک کہ وہ گرم بازاری کے انتہائی تموج کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس حالت میں نقد ذخائر کے مقابلے میں امانتوں کی مقدار بہت کثیر، زر کی مقدار قلیل اور بٹہ کی شرح بہت اعلیٰ ہوتی ہے؛ بلکہ مستقل مشاغل اصل پر سود کی شرح بھی انھی حالات سے متاثر ہو کر بہت زیادہ ہوتی ہے۔ انجام کار اس صورت حال میں بالعموم تجارتی پریشانی کی وجہ سے وقفہ رونما ہوتا ہے، اور اس کے بعد ہی کساد بازاری کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے جس میں نقد ذخائر کی مقدار کثیر اور بٹہ کی شرح کم ہو جاتی ہے۔

429

اس طرح بنکوں کے نقد ذخائر کے تغیرات اور بنک کے کاروبار کی توسیع میں بہت ہی سرسری اور غیر یقینی تعلق ہوتا ہے، بنکوں کی تجوریوں کے نقدی کی مقدار سے بنک کا کاروبار (اگرچہ وہ بہت کچھ گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے) قریبی تعلق نہیں رکھتا، اور اس کاروبار کا اس نقد زر کی مقدار سے اور بھی کم قریبی تعلق ہوتا ہے جو قوم میں عام طور سے پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ جہاں بنک کا زر، خواہ امانتوں کی شکل میں ہو یا نوٹوں کی شکل میں، مجموعی قوتِ خرید کا اہم جزو ہوتا ہے وہاں، عام قیمتوں اور مقدار "زر" کے مابین بے قاعدہ اور غیر معین تعلق ہوتا ہے۔

۷۔ ان عام قوتوں میں سے جو اعتباری دستاویزات، خاص کر امانتوں، کے

باب ۳۰ نظریۂ قیمت پر کلی بحث

بالقوہ اثر کی تحدید کرتی ہیں، دوسری قوت تجارت خارجہ کے عمل میں پائی جاتی ہے۔ اس موضوع کی موجودہ بحث میں ہمیں لازمی طور پر کچھ باتیں قبل از وقت کہنی پڑیں گی، لیکن سردست جن اہم اصول کو بیان کرنا ہے وہ بہت سادے ہیں، اور ان کی بحث کو نظریۂ تجارت بین الاقوام کے کامل بیان تک ملتوی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔[1]

جب مختلف ملک ایک دوسرے سے تجارت کرتے ہیں، اور اس تجارت میں کوئی مشترک آلۂ مبادلہ استعمال کرتے ہیں تو ایک ملک کی قیمتوں کی سطح دوسرے ملکوں کی قیمتوں کی سطح سے بے تعلق اور آزاد نہیں ہوتی۔ اس میں شک نہیں کہ ان مختلف ممالک میں قیمتیں یکساں نہیں ہوتیں، چنانچہ اس کے متعلق بعد میں چل کر تفصیلی بحث کی جائے گی۔ لیکن قیمتوں کی سطحیں اپنے آپ کو یکسان و مقررہ تعلقات کے ساتھ قائم کر لیتی ہیں۔ اگر ایک ملک کی قیمتیں اس سطح سے بلند ہو جائیں جو اس ملک میں معمولاً رہتی ہے تو، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس ملک میں اشیا کی درآمد شروع ہو جاتی ہے اور قیمتی فلزات کی برآمد ہونے لگتی ہے۔ اور اگر اس ملک کی قیمتیں معمولی سطح سے گھٹ جائیں تو، اس ملک سے اشیا کی برآمد زیادہ مقدار میں ہونے لگتی ہے اور قیمتی فلزات کی درآمد شروع ہو جاتی ہے۔

لیکن، جیسا کہ اس کے قبل متعدد دفعہ بیان کیا جا چکا ہے، امانتوں کا وسیع استعمال آلۂ مبادلہ کی حیثیت سے، انگریزی بولنے والے ملکوں کی حد تک محدود ہے۔ براعظم یورپ میں اس قسم کا آلۂ اعتبار مقابلتہً بہت کم رائج ہے۔ گو نوٹ بڑی حد تک استعمال کئے جاتے ہیں، پھر بھی وہ کسی طرح (معمولی حالات کے تحت) اس قدر آزادی کے ساتھ اور اس قدر قوی اثرات کے ساتھ جاری نہیں کئے جاتے جس قدر انگلستان اور ریاستہائے متحدہ میں امانتیں قائم و تخلیق کی جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے براعظم میں مجموعی قوت خرید اور مادی زر کے مابین (یعنی قیمتی فلز اور کاغذی بدلوں کے مابین) بہت گہرا تعلق ہے۔ یہاں نظریۂ مقدار کی سادہ شکل، واقعات پر بہت زیادہ صادق آتی ہے۔ یہ چیز جنوبی امریکا، ایشیا اور آفریقہ سے دور افتادہ صنعتی علاقوں پر اور بھی زیادہ صادق آتی ہے۔ انگلستان یا ریاستہائے متحدہ میں غالباً کاروباری گرماگرمی اور بنک کاری کی توسیع کے میعادی طور سے شد و مد کے ساتھ ظاہر

430

[1] دیکھیں بین الاقوامی تجارت کی بحث حصۂ چہارم باب (۳۲) اور (۳۳) میں۔

ہونے ہی کی وجہ سے اگر قیمتوں میں اضافہ ہو تو اس کا اثر تمام دنیا کی تجارت پر پڑتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اشیا کی درآمد بڑھ جاتی ہے اور قیمتی فلزات کی برآمد شروع ہو جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قیمتوں میں اسی طرح کا اضافہ دوسرے ممالک میں بھی ظاہر ہو سکتا ہے؛ اس قسم کے تغیرات بالعموم بین الاقوامی نوعیت رکھتے ہیں؛ لیکن پھر بھی اس کا قرینہ ہے کہ جن ملکوں کا آلۂ اعتبار نسبتہً کم ترقی یافتہ ہو ان میں فلزی زر کی مانگ بڑھ جائے۔ اسی وجہ سے ان ملکوں سے جہاں آلۂ اعتبار میں سریع توسیع کے عظیم ترین امکانات ہوتے ہیں جلد یا دیر سے قیمتی فلزات کی برآمد دوسرے ممالک کو کی جاتی ہے، اور اس سے اضافہ قیمت پر بندش عائد ہو جاتی ہے۔

اس سبب کا عمل بہت آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ سبب کبھی شدومد کے ساتھ عمل کرتا ہے اور کبھی بہت تاخیر کے ساتھ، اس لئے کہ بین الاقوامی تجارت کی لہریں دوسرے اسباب سے بھی متاثر ہوتی ہیں جن میں یہ اساسی سبب بالعموم پوشیدہ ہوتا ہے۔ پھر بھی اساسی اثر یہی ہے کہ قیمتیں صرف ایک ہی ملک میں نہیں بڑھ سکتیں؛ جلدی یا دیر سے سب ملکوں میں قیمتوں میں اضافہ ہونا لازمی ہے۔ دنیا کے اکثر ملکوں میں "زر" میں حقیقی اضافہ ہوئے بغیر قیمتوں کی سطح نہیں بڑھ سکتی۔ اسی وجہ سے اعتبار استعمال کرنے والے ملکوں میں قیمتیں کسی طویل زمانے تک یا کسی بڑی حد تک نہیں بڑھ سکتیں، تاوقتیکہ دوسرے تمام ممالک میں زر کی مقدار کے کثیر اضافے کی بنیاد پر متوازی اضافہ واقع نہ ہو۔

۸۔ ان اصول کی تمثیل کی غرض سے جو ابھی بیان ہوئے، اب ہم ان حالات پر غور کریں گے جن کے تحت عالمگیر اضافہ واقع ہو سکتا ہے؛ دوسرے الفاظ میں، اس طریق پر غور کریں گے جس میں قیمتی فلز کا نمایاں اضافہ قیمتوں پر اثر ڈالتا ہے۔ فرض کرو کہ معادن سے سونا بہت کثیر مقدار میں نکالا گیا، جیسے کہ بیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں نکلا تھا۔ اب کس طریقے سے قیمتیں متاثر ہوں گی؟

4:31 کانوں سے سونا نکلنے کے بعد اول کان کن ملکوں کی ٹکسالوں میں یا ان ملکوں کی ٹکسالوں میں جاتا ہے جن سے یہ کانیں بہت ہی قریبی تعلق رکھتی ہیں۔ ریاستہائے متحدہ کی کانوں سے نکلا ہوا سونا ایگل وغیرہ جیسے سکوں کے ڈھلنے کی غرض سے امریکا کی ٹکسالوں میں جاتا ہے؛ آسٹریلیا کی کانوں کا سونا آسٹریلیا کے دار الضرب میں جاتا ہے۔ اور جنوبی

باب ۳۰
نظریۂ نسبیت پر مکرر بحث

آفریقہ سے نکلا ہوا سونا زیادہ تر انگلستان کے دار الضرب جاتا ہے۔ ان ملکوں میں سونا، تسکیک کے بعد، پہلے بنکوں کی تجوریوں میں داخل ہوتا ہے خواہ براہ راست سکوں کی شکل میں یا طلائی صداقت ناموں یا بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں[۱] کی شکل میں۔ اگر تجارتی کساد بازاری کے زمانے میں ایسا ہو تو، اس کا نتیجہ محض یہ ہوتا ہے کہ بنک کے محفوظ سرمائے بڑھ جاتے ہیں اور بٹہ کی بازاری شرح میں جو پہلے ہی سے کم ہو مزید تخفیف واقع ہوتی ہے۔ اس کا بھی بہت قرینہ ہوتا ہے کہ قبل اس کے کہ سونا قیمتوں پر یا عام کاروباری جد و جہد پر کسی طرح اثر ڈال سکے، اس کی مقدار کثیر ہو جانے کی وجہ سے دوسرے ممالک کو خاص کر براعظم یورپ میں سرعت کے ساتھ برآمد ہونے لگے۔ جیسا کہ آئندہ چل کر زیادہ تفصیل کے ساتھ معلوم ہوگا، بڑے بڑے ملکوں میں زر اور بنک کاری کے بازار ایک دوسرے سے قریبی تعلق رکھتے ہیں، اور خفیف سی ترغیب پر بھی ایک ملک سے دوسرے ملک میں زر برآمد ہو جاتا ہے۔ پھر بھی اعتبار کی توسیع پر اور قیمتوں پر اول ان ملکوں میں اثر پڑنے کا قرینہ ہے جن میں سونا پہلے جاتا ہے۔ ان ملکوں میں اس وقت اس اثر کے سب سے زیادہ ظاہر ہونے کا قرینہ ہے جبکہ کسی نا قابل فہم سبب کی بنا پر تجارتی اولوالعزمی کا جذبہ ابھر گیا ہو۔ اگر اتفاقاً سونا ایسے وقت میں درآمد ہونا شروع ہو جبکہ یہ جذبہ ابھر چکا ہو؛ یا اگر کاروباری جد و جہد شروع ہو جانے کے بعد بھی رسد کا سلسلہ باقی رہے تو ایسی صورت میں اعتبار کی سریع توسیع کے عناصر پوری قوت کے ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ اس طرح کساد بازاری کے حالات کے تحت دوسرے ملکوں پر جو اثر پڑتا اس کی نسبت اب ان پر بھی بہت زیادہ پڑے گا۔ قیمتی فلز کا کچھ حصہ ان ملکوں میں پہنچیگا اور ان میں بھی اعتبار کی توسیع ان کے مالی اور اعتباری نظام کی تغیر پذیری کے لحاظ سے کم و بیش سرعت کے ساتھ عمل میں آئے گی۔ اگر معادن سے سونے کی نئی رسد نکلنے کا سلسلہ برابر جاری رہے تو، کان کن ملکوں اور ان کے مقبوضات سے مستقل برآمد کی وجہ سے جو کمی واقع ہوتی ہے وہ نئی رسد کے مزید اضافوں سے پوری ہو جاتی ہے اور اعتبار کی وسیع عمارت کو قائم رکھنے میں براہ راست کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اس عمارت

---

[۱] یا تہا ے تجدید ہیں تسکیک کے بغیر بھی ایسا ہو سکتا ہے، اس لیے کہ طلائی صداقت نامے، سونے کی سلاخوں کی امانت کی بنیاد پر جاری کئے جاتے ہیں۔

کے وسیع ہونے کا سلسلہ عام رجائیت کے اثر کے تحت جاری رہے گا، یہاں تک کہ انجام کار وہ بہت بلند ہو کر اپنی بنیاد کے لیے بھاری ہو جائے گی۔ اگرچہ فلزی بنیاد خود بہت وسیع ہو جاتی ہے، لیکن اس پر جو عظیم الشان عمارت تعمیر کی جاتی ہے اس کا بار یہ بنیاد زیادہ مدت تک نہیں اٹھا سکتی۔ محفوظ سرمائے مقابلۃً کمزور پڑتے جاتے ہیں، بٹہ کی شرحوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور کوٹھی کے کاروبار کی اصطلاح میں زر کمیاب اور گران ہو جاتا ہے۔ تجارتی بحران کے نمودار ہونے کا قرینہ ہوتا ہے؛ اس کے بعد کساد بازاری اور محفوظ سرمایوں میں بافراط نقد کی موجودگی کا دور دورہ ہوتا ہے؛ نتیجہ یہ کہ پرانا دور از سر نو شروع ہوتا اور اس کا اعادہ ہوتا ہے۔ جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے قیمتوں میں عام مگر بے قاعدہ اضافہ ظہور پذیر ہوتا ہے، جو کاروباری توسیع کے زمانے میں بہت سریع اور کساد بازاری کے زمانے میں محدود ہوتا ہے؛ یہ اضافہ بعض ملکوں میں، دوسرے ملکوں کے مقابلے میں، جلدی ظاہر ہوتا ہے؛ اور موسمی حالات، پیدائش دولت کی توافق پذیری اور افادہ و طلب کے تغیرات کے مطابق مختلف اشیا پر زیادہ یا کم اثر ڈالتا ہے۔ پھر بھی بحیثیت مجموعی اگر حالات کچھ مدت تک قائم رہیں اور ممالک اور اشیا کو وسیع حد تک متاثر کریں تو قیمتوں کا یہ اضافہ حکمی اور قطعی ہوتا ہے۔

کیلی فورنیا اور آسٹریلیا میں ۱۸۵۰ء میں سونے کی کانیں دریافت ہونے کے دس سال بعد کے زمانہ میں کچھ اسی قسم کے حالات رونما ہوئے؛ علاوہ ازیں ۱۸۹۵ء کے بعد کے دس یا پندرہ سالوں میں بھی اسی قسم کے حالات واقع ہوئے۔ قیمتی فلزات یا سونے کی رسد کا اضافہ، جو اشیا کی رسد کے اضافے کے تناسب سے بہت زیادہ ہو، بالآخر اپنا اثر عام قیمتوں پر ڈالتا ہے۔

۹۔ اب ہم ایک آخری موضوع پر اجمالی طور سے بحث کر سکتے ہیں؛ اور وہ یہ ہے کہ "زر" کیا ہے؟ قاری کو یاد ہوگا کہ پچھلی بحثوں میں یہ لفظ واوین میں لکھا گیا جس سے یہ ظاہر کرنا مقصد تھا کہ اس کا کوئی معین مفہوم نہیں ہے۔ اس لفظ کے عام معنی کیا ہیں؟ اور کس مفہوم میں اس کا بہترین طریق پر استعمال کیا جاتا ہے؟

"زر" کا مطلب بالعموم ہر وہ شے ہے جو کاروبار کے تصفیہ کے لیے مستعدی کے ساتھ دست بدست گردش کرے۔ اس میں قیمتی فلز بلاشبہ شامل ہیں، نہ صرف پوری قدر رکھنے والے

ابواب ۲
نظریہ قیمت
پر کچھ بحث

قیمتی فلز، بلکہ بیش قدر فلز اور ذیلی سکے بھی۔ اس میں بنک کے نوٹ اور سرکاری نوٹ، جو فلز سے بدل پذیر ہوں، شامل ہیں۔ اس میں زر کاغذی شامل ہے، خواہ وہ غیر بدل پذیر ہی کیوں نہ ہو؛ مگر صرف جس وقت تک وہ فی الحقیقت آزادی کے ساتھ رائج رہے۔ اس طرح لفظ "زر"، مجموعی قوت خرید بحوالہ زر کی کل مقدار کو محیط نہیں ہے؛ جو، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، قیمتیں معین کرنے میں نہایت گہرا اثر ڈالتی ہے۔ اس میں امانتوں کی بڑی مد شامل نہیں ہے۔ اس لحاظ سے یہ اصطلاح صرف زر رواں کے ایک جزو کو بیان کرتی ہے۔

چنانچہ ایک ایسا لفظ یا فقرہ استعمال کرنے کے متعلق مشورے دیئے گئے ہیں جس پر ہر قسم کے آلہ مبادلہ کی تعریف کا اطلاق ہو سکے۔ چنانچہ یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ خود لفظ "زر" ہی کو ان وسیع معنوں میں استعمال کرنا چاہئے۔ "کرنسی" کا لفظ ہر اس شے کو اس میں شامل کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے جو کاروبار طے کرنے میں دست بدست گھومتی ہے؛ اس طرح اس میں وہ امانتیں بھی شریک ہیں جو چک کی عملی صورت اختیار کرتی ہیں۔ لیکن معاشی اصطلاحات میں عمداً اس قسم کی تبدیلیاں کرنے کی تجاویز کبھی بار آور نہیں ہوئیں۔ اس قسم کی تجاویز پیش کرنے والے مصنفین نے اپنے مشورے کے مطابق خود عمل کرنے میں کبھی استقلال ظاہر نہیں کیا، اور رجحان طور سے ہمیشہ ان ہی عام الفاظ کو استعمال کرتے رہے جو عام معنوں میں استعمال ہوتے ہیں؛ اور تبدیلی کرنے کے بارے میں عام اتفاق اس سے بھی کم ہوا ہے۔ اسی وجہ سے لفظ "زر" مسلمہ عام مفہوم کے لحاظ سے بہت آسانی کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات لفظ "زر" کے ساتھ کوئی ایسا لفظ لگا دیا جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے ہر قسم کے زر رواں پر وہ صادق آتا اور اس کو محیط ہوتا ہے؛ اور سیاق و سباق سے لفظ کے استعمال و اطلاق کی وسعت کافی طور سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات "زر" کے معنی صحیح مفہوم کے لحاظ سے محض "نقد" ہوتے ہیں۔ جہاں امتیاز قائم کرنا اہم ہو وہاں "زر رواں" Circulating medium یا "آلہ مبادلہ" Machinery of exchange وغیرہ اصطلاحیں، خواہ وہ کتنی ہی بوجھل اور ثقیل کیوں نہ ہوں، استعمال کی جا سکتی ہیں۔

433

باب سی و یکم

اصلاح زر کی تجاویز

(۱) معیار مرکب ناقابل عمل ہے۔ (۲) قیمتوں کے اضافے اور تخفیف کے ساتھ زر کی مقدار میں معکوس تبدیلی کرنے کی تجویز مطلوبہ استقلال کی وقوع پذیری کا عدم احتمال۔ (۳) ثابت القدر ڈالر اسی کی مماثل مشکلات۔ (۴) سادہ معیار طلا' بہترین ممکنہ نظام ہے۔

۱۔ قیمتوں کے تغیرات' یعنی اتار چڑھاو کے متواتر تجربوں اور ان تغیرات کی جانب منسوب کی جانے والی خرابیوں نے زر کے نظام میں اصلاح کے لیے متعدد تجاویز کا موقع بہم پہنچایا ہے۔ جنگ عظیم کے زمانے میں تمام عالم میں قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ عمل میں آیا' اور یہ ایسے ممالک میں بھی عدیم النظیر تھا جہاں معیار طلا قائم تھا؛ چنانچہ اسی نے کامل اصلاح کی ضرورت کو اور بھی زیادہ بڑھا دیا۔ پیش کردہ تجاویز میں سے بعض کا مقصد فلزی سکے کا رواج سے کامل اخراج رہا ہے؛ اور بعضوں کے پیش نظر یہ رہا ہے کہ صرف ملتوی شدہ ادائیوں کے معیار کی حیثیت سے اس کو خارج کر دیا جائے۔ یہ تصور کیا گیا ہے کہ موجودہ آلۂ مبادلہ کی بنیاد طلا ہی کو رہنا چاہیئے' لیکن قرضوں کے تصفیے کے لیے کوئی خاص اور جداگانہ انتظام کرنا چاہیئے۔

لین داروں اور دین داروں کے مابین ناانصافی کو رفع کرنے کی ایک قدیم تجویز یہ ہے کہ فلزی سکے کو آلۂ مبادلہ کی حیثیت سے ہٹائے بغیر ایک مرکب معیار قائم کیا جائے۔ تجویز مختصراً یہ ہے کہ کثیر التعداد اشیا کی قیمتوں کو صحت کے ساتھ قلمبند کر لیا جائے' اور مقررہ

باب ۱۳ اصلاح زر کی تجاویز

اوقات میں مرتب کردہ انڈکس نمبروں سے یہ ظاہر کیا جائے کہ عام قیمتوں کی سطح میں کتنی تبدیلی ہوئی ہے۔ اس طرح دین داروں کو اپنے لیے ہوئے قرضے لین داروں کے پاس اس طریقے سے واپس کرنے چاہئیں کہ لین داروں کو اشیا کی مقررہ مقدار وصول ہو۔ مثلاً اگر عام انڈکس نمبر ۱۰۰ سے بڑھ کر ۱۱۰ ہو جائے تو، ایسا انتظام کرنا چاہئے کہ جس دین دار نے ۱۰۰ ڈالر حاصل کئے ہوں وہ ۱۱۰ ڈالر لین دار کو واپس کرے؛ اس لیے کہ صرف یہ زائد رقم ادا ہونے کی صورت ہی میں لین دار کو بحوالۂ اشیا اتنی مقدار ملے گی جو اس نے بطور قرض دی تھی۔ اس کے برخلاف اگر انڈکس نمبر ۱۰۰ سے گھٹ کر ۹۰ ہو جائے تو، دین دار کو ہر ۱۰۰ ڈالر کے لیے جو بطور قرض حاصل کیے گئے ہوں ۹۰ ڈالر واپس ادا کرنے چاہئیں۔

435 اس قسم کی تجویز کو عمل میں لانے کے خلاف متعدد اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ انڈکس نمبر مرتب کرانے کے بہترین طریق کے متعلق عدم تیقن، مساوی صحت کے مختلف طریقوں سے حاصل کردہ نتائج کا اختلاف، قیمتوں میں حقیقی تبدیلیوں کو صحت کے ساتھ قلمبند کرنے کی دشواری، غلطی واقع ہونے کا ناگزیر امکان؛ یہ متعدد دیگر اعتراضات کے منجملہ چند اعتراض ہیں۔ ایک اور اعتراض، جس کا بیان پہلے آچکا ہے[۵] اس امکان کی بنا پر پیدا ہوتا ہے کہ اشیا کی قیمتوں سے جداگانہ سمت میں آمدنیوں بحوالۂ زر میں تغیرات واقع ہو سکتے ہیں؛ اشیا کی قیمتوں کے مقابلے میں زر کی آمدنیوں میں کم یا زیادہ بلکہ معکوس تغیر بھی واقع ہو سکتا ہے۔ اس مسئلے کو مرکب معیار کے مباحث میں یہ فرض کر کے نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ مماثلت بحوالۂ اشیا لازمی طور سے منصفانہ ہوگی۔ لیکن قطعی اعتراض یہ ہے کہ ایسے جملہ کاروبار میں جو ملتوی شدہ ادائیوں پر مبنی ہوں، مرکب معیار کے تحت، تیقن اور حسابی صحت باقی نہ رہے گی۔ قرضے حاصل کرتے وقت کسی شخص کو اس کا علم نہ ہوگا کہ اس کی مدت ختم ہونے پر اس کو کتنی رقم ادا کرنی پڑے گی؛ اس کے لیے ضروری ہوگا کہ محکمۂ انڈکس نمبر (اشاری اعداد) کی ماہانہ یا سہ ماہی رپورٹ کا مطالعہ کرتا رہے، اور اسی اثنا میں اپنے کاروبار کی آیندہ نظم و ترتیب کے متعلق بھی قیاس آرائی کرتا رہے۔ یہ صحیح ہے کہ موجودہ حالت میں عدم تیقن کا عنصر پایا جاتا ہے؛ اس لیے کہ ہر شخص جن خاص اشیا کی خرید و فروخت کرتا ہے ان کی قیمتوں میں تغیرات

[۵] باب (۲۲)، فصل (۵) و (۶)۔

واقع ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن ہر کاروباری شخص ان تغیرات پر لازماً نظر رکھتا ہے اور بدلنے والے حالات کے لحاظ سے اپنے روزمرہ کاروبار کو منظم کرتا ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ بدلنے والے حالات پر اس طرح نظر رکھنا اس کے کاروبار کا اساسی جزو ہے۔ لیکن عدم تیقن کے اس ناگزیر سبب میں ایک اور سبب کا اضافہ کرنا، جو انڈکس نمبروں کے ایسے تغیرات پر مبنی ہو جن کا پہلے سے اندازہ نہیں کیا جا سکتا، تمام صنعتی کاروبار میں بے قاعدگی اور جمود پیدا کرنے کا موجب ہوگا۔ اگر اس تجویز کو بروئے عمل لایا جائے تو، عوام پہلی ہی آزمائش میں اس کے خلاف بغاوت کر بیٹھیں گے۔ یا اگر اس کو زبردستی قائم رکھا گیا تو، تمام کاروبار میں تخمینی عنصر بہت زیادہ نمایاں ہو جائے گا، خطرات بڑھ جائیں گے، درمیانی اشخاص کے لیے منافعے کی گنجائش زیادہ ہو جائے گی اور مسابقت کا عمل بہت ناہموار اور کم موثر ہو جائے گا۔ بالآخر کاروباری طبقے بقیہ قوم سے اپنے برداشت کئے ہوئے مصائب اور عائد کئے ہوئے خطرات و نقصانات کی تلافی کر لیں گے۔ اس تجویز کو واجبی طور سے "خیالی معیار زر" کی تجویز کہا گیا ہے۔ کیا بہ لحاظ نظم و نسق میں دشواری پیدا ہونے کے اور کیا بہ لحاظ بہترین نظم و نسق کی حالت میں بھی اس کے نتائج کے، غرض ہر نقطہ نظر سے ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرنے کے بعد اس کو نامنظور و مسترد کرنا پڑے گا۔

436

۲۔ دوسری تجویز یہ ہے کہ جوں جوں قیمتیں گھٹیں یا بڑھیں زر کی مقدار میں خود بخود اضافہ یا تخفیف ہونے کا انتظام کیا جائے۔ سرکاری طور سے انڈکس نمبر مرتب کئے جائیں اور ان کی بنیاد پر گردش سے زر کاغذی واپس لے لیا جائے یا رائج کیا جائے۔ جب ان انڈکس نمبروں سے یہ ظاہر ہو کہ قیمتیں گھٹ رہی ہیں تو زر کی زائد مقدار رائج کی جائے، اور قیمتیں بڑھ رہی ہوں تو کچھ حصہ واپس لے لیا جائے۔ زر کے زائد حصے کو ضبط کرنے کے عمل کو سرکاری مداخل کی معمولی رسیدات کا اندوختہ کرنے کے ذریعے سے یا تمسکات کو ایسی قیمت پر فروخت کرنے کے ذریعے سے وقوع میں لایا جا سکتا ہے جس سے شغل اصل کرنے والوں کو ترغیب ہو۔

اس قسم کی سب تجاویز نظریۂ مقدار کی سیدھی سادی شکل پر مبنی ہیں۔ ان میں یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ قیمتیں، زر یا اس کے مساوی یا نائب کی مقدار کے اضافے اور تخفیف کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں، اور متناسب طریقے سے بدلتی رہتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ

باب ۳۰ اصلاح زر کی تجاویز

زمانے کی پیچ در پیچ قوموں میں قیمتوں اور زر کی مقدار کے مابین کوئی گہرا تعلق نہیں ہے یا کوئی ایسا تعلق نہیں ہے جس کے متعلق پہلے سے بہ آسانی اندازہ کیا جا سکے۔ یہ ممکن ہے کہ قیمتوں کی تخفیف کے ساتھ ساتھ فلزی زر کی مقدار میں اضافے کا سلسلہ جاری رہے، اور قیمتوں کے اضافے کے ساتھ ساتھ زر کی مقدار گھٹتی رہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حکومت کی جانب سے زائد زر جاری کرنے کا اثر قیمتوں کی تخفیف کو روکنے میں ایک وقت کچھ بھی نہ پڑے، اور دوسرے وقت میں بہت زیادہ پڑے حتیٰ کہ حکومت کو اس مفرط اجرا کے مضر اور گوناگوں عواقب کا اچانک مقابلہ کرنا پڑے۔

لیکن اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ: اگر اس تجویز پر عزم مصمم کے ساتھ کئی سال تک مسلسل عمل کیا گیا تو، مطلوبہ نتائج کی قریبی شکل حاصل ہو جائے گی۔ اس میں شک نہیں کہ قیمتوں میں تغیرات کا واقع ہونا موقوف نہیں ہوگا؛ لیکن یہ تغیرات مسلسل کئی سالوں تک ایک ہی سمت میں واقع نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ طویل مدت کا لحاظ کرتے ہوئے فلزی معیار کی وجہ سے زر کی قدر میں جتنی ثبات پذیری اس وقت حاصل ہے اس سے بدرجہا زیادہ حاصل ہو جائے گی۔

لیکن کامل ثابت قدمی اور استقلال کی ضرورت ہے؛ عارضی ناکامیوں اور عوام کی مخالفتوں سے پست ہمت نہ ہونا چاہئے۔ اس قسم کا انتظام ٹھیک کس عمل کے ذریعے سے موثر ثابت ہوگا اس کا پہلے سے اندازہ قائم کرنا قطعاً ناممکن ہے۔ ممکن ہے کہ قیمتوں میں اچانک تغیرات واقع ہوں، یعنی قیمتیں جلد جلد ناہموار طریقے سے گھٹیں اور بڑھیں، یا ممکن ہے کہ قیمتوں کے تغیرات ہموار ہوں۔ ان واقعات کا قبل از قبل صحیح اندازہ قائم کرنا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا کہ غیر بدل پذیر زر کاغذی کے اجرا کے تحت قیمتوں کا اندازہ قائم کرنا۔ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ مفرط اجرائے زر کے نتائج آخر الامر کیا ہوتے ہیں؛ لیکن اس زر کی تاریخ وار کم قدری یا ان کے تفصیلات کو بیان کرنے میں ہم کو بہت احتیاط سے کام کرنا چاہئے۔ اور زر کی معمولی مقدار میں کمی اور زیادتی کے اثرات کے متعلق پیشین گوئی کرنے میں ہمیں بدرجہا زیادہ محتاط رہنا چاہئے۔ سال بہ سال رونما ہونے والے نتائج یکساں نہیں ہو سکتے؛ غیر متوقعہ واقعات لازمی طور سے رونما ہوں گے، اور صبر سے کام لینا ناگزیر ہوگا۔ اس حالت میں کم کوتاہ بین، بے صبر اور جاہل عوام کو مطمئن کرنا ایسا ہی

437

شکل ہوگا جیسا کہ بہت زیادہ مفرط اجرائے زر کے سادہ حالات میں مشکل ہے۔ نہ صرف عامتہ الناس، بلکہ نام نہاد ذہین طبقہ یعنی کاروباری اشخاص، متمول لوگ اور مالی صحیفہ نگار مبہم تصورات اور لازوال تعصبات سے مملو ہوتے ہیں۔ تقریباً ہر شخص قیمتوں کے اضافے کا خیر مقدم کرتا اور تخفیف سے متنفر ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جس زمانے میں قیمتیں گھٹنے کی جانب مائل ہوں، اس وقت تمام لوگ زر کی مقدار کے اضافے کو بہ نظر پسندیدگی دیکھیں گے۔ لیکن قیمتوں کے اضافے کے زمانے میں عوام کا زیادہ حصہ زر کی مقدار کی تخفیف کے خلاف احتجاج کرے گا۔ زر کی مقدار کے اضافے کا عمل سیاسی حیثیت سے آسان کام ہے؛ مگر زر کی مقدار کی تخفیف دشوار ہے۔ کاروباری طبقہ اس پر زور دیگا کہ ملک کی مادی خوشحالی کے لیے زر کی زیادہ مقدار کی ضرورت ہے؛ اور جوشیلا اور سریع الاعتقاد طبقہ زر کی تخفیف کے خلاف آواز بلند کرے گا کہ یہ عمل سنگدل ساہوکاروں کے منافعے حاصل کرنے کی ایک چال ہے۔ اور اس قسم کے لاطائل بحث مباحث کا غیر متناہی سلسلہ جاری رہے گا؛ اور سیاسیات حاضرہ سے زر کے نظام کا مسئلہ کبھی خارج نہ ہوگا۔ یہ تجویز زر کے معیاروں کا تصفیہ کرنے کے بجائے ان کو غالباً ہمیشہ غیر منفصل حالت میں رکھے گی۔

۴۔ اسی کے مماثل ایک اور تجویز، جس کو ایک ممتاز عالم معاشیات نے مرتب کرکے شد و مد کے ساتھ پیش کیا ہے، یہ ہے کہ ڈالر کو ثبات پذیر بنایا جائے[1]۔ اس تجویز میں، دوسری تجاویز کے مثل، قیمتیں اور انڈکس نمبر رہنما عامل ہیں؛ لیکن اس کا طریق کار

---

[1] پروفیسر ارونگ فشر نے اس تجویز کو ذکاوت طبع کے ساتھ نہایت مدلل طریقے پر پیش کیا ہے اور اس کی وکالت میں بہت قابلیت سے کام لیا ہے۔ اس کے مختصر بیان کیلئے دیکھو انکی کتاب موسوم بہ (Stabilizing the Dollar) شائع شدہ سنہ ۱۹۲۰ء۔

برآمد کردہ اشیا پر اثر ڈالنے والے حالات اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتے جب تک تجارت خارجہ اور مبادلات خارجہ کے نظریے پر بحث نہ ہو جائے۔ علاوہ ازیں ایسے مظاہر جن کا بیان متن میں کیا گیا ہے بین الاقوامی تجارت کے سب سے پیچیدہ مظاہر میں سے ہیں۔ ان کا اجمالی بیان باب ۳۲ فصل (۶ و ۷) میں کیا گیا ہے۔ ڈالر کو ثبات پذیر بنانے کی تجویز پر مبادلات خارجہ کی پیچیدگیوں کے نتائج کی بحث کیلئے دیکھو سنہ ۱۹۱۳ء کے (Quarterly Journal of Economics) میں میرا ایک مضمون۔

باب ۳۱ طلائی زر کی تجاویز

مختلف ہے قیمتوں کے تغیرات کے مطابق طلائی ڈالر میں سونے کی مقدار کو گھٹانا بڑھانا پڑتا ہے۔ جب انڈکس نمبروں سے یہ ظاہر ہو کہ قیمتیں بڑھ رہی ہیں تو' ہر طلائی ڈالر میں سونے کا وزن زیادہ کرنا پڑتا ہے؛ اور اس طرح فلز کی ایک مقررہ مقدار سے تیار ہونے والے ڈالروں کی تعداد گھٹ جاتی ہے۔ جب قیمتیں گھٹ جائیں تو ہر طلائی ڈالر میں سونے کا وزن گھٹا دیا جاتا ہے؛ اور اس طرح ڈالروں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ لیکن فلزی سکے ہرگز گردش میں نہ رہینگے۔ سکوں کی بجائے طلائی صداقت نامے پوری طرح استعمال کئے جائیں گے۔ صرف یہی زر کاغذی' جس کے عوض سرکاری خزانے سے سونا حاصل کیا جا سکتا ہے' گردش میں رہے گا۔ لیکن سرکاری خزانے سے ان صداقت ناموں کو پیش کرنے پر حاصل ہونے والے طلائی ڈالر (یا سونے) کا وزن قیمتوں کے اضافے یا تخفیف کے مطابق زیادہ یا کم ہوگا۔ کانوں سے نکلے ہوئے تازہ سونے کی بنیاد پر نئے صداقت نامے جاری کئے جائیں گے؛ لیکن انڈکس نمبر کے تغیرات کے مطابق' بحوالہ ڈالر' کم یا زیادہ مقدار میں جاری کئے جائیں گے۔ جہاں تک عامۃ الناس کا تعلق ہے' کوئی شخص بھی ان یکے بعد دیگرے' آنے والے تغیرات سے واقف نہ ہوگا۔ طلائی صداقت نامے ہمیشہ "ڈالروں" کے نمایندے ہوں گے۔ صرف انہی لوگوں کو جنہیں حقیقی سونا حاصل کرنے کا اتفاق ہوگا اس امر کا احساس ہوگا کہ صداقت ناموں کی مقررہ قیمت مرقومہ کے عوض کبھی سونے کی زیادہ مقدار حاصل ہوگی اور کبھی کم۔

438

اس تجویز میں صرف ایک بڑی دقت پیش نہیں آتی' جو معیار مرکب کو عمل میں لانے کی صورت میں حائل ہوتی ہے؛ یعنی' کاروباری معاہدات کو مفلوج کرنے والا عدم تیقن باقی نہیں رہتا۔ قرضوں کی ادائی میں ڈالروں کی تعداد میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوگی' لیکن ان ڈالروں کے عوض قابل حصول سونے کی مقدار میں تبدیلی واقع ہو سکتی ہے؛ گو کہ ڈالروں کی شکل وہی رہے گی۔ اگر اس قسم کا نظام جاری کیا گیا تو عامۃ الناس کو اس کا علم نہ ہوگا کہ ڈالر کی قدر میں تبدیلی ہو رہی ہے' اور اس تبدیلی کی وجہ سے ان کے کاروباری حالات میں تغیر واقع نہ ہوگا؛ ٹھیک۔ اسی طرح جس طرح کہ موجودہ حالت میں جبکہ ڈالر کی قدر تغیر پذیر ہے عامۃ الناس ناواقف ہوتے ہیں یا کاروباری معاہدات اور لین دین میں کوئی پس و پیش نہیں کرتے۔ صرف وہ لوگ' جنہیں سونا بحیثیت فلز استعمال کرنے کا موقع ملے گا' یعنی: چند صناع جو سونا استعمال کریں گے اور اکثر اشخاص' جو تجارت خارجہ میں مصروف ہوں یا جن کو

ممالک غیر میں رقم ادا کرنی ہو، اس واقعے کو محسوس کریں گے کہ ڈالر کی قدر میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اکثر لوگ، اہل کاروبار اور دوسرے اشخاص کاروبار میں اسی طرح سرگرمی کے ساتھ مصروف رہیں گے جس طرح موجودہ حالت میں مصروف ہیں، جبکہ ڈالر میں حقیقی ثبات پذیری مفقود مگر پوشیدہ ہے۔

لیکن اس تجویز کے حقیقی اثرات کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک اس تجویز کے خلاف وہی اعتراضات پیش کیے جا سکتے ہیں جو گزشتہ فصل میں پیش کیے گئے۔ اس تجویز کا مدار نظریۂ مقدار زر کی حد درجہ فرضی سادگی پر ہے۔ اس کے عمل میں بے ترتیبی ہوگی، اسکے نتائج کے متعلق پہلے سے اندازہ قائم کرنا ناممکن ہوگا، اچانک اور غیر متوقع واقعات ظہور پذیر ہوں گے اور مایوسیوں کا شکار ہونا پڑے گا۔ لوگ اس تجویز کے شاکی ہوں گے اور اس کے خلاف غم و غصہ کا اظہار کریں گے۔ لیکن اگر اس پر پورے استقلال کے ساتھ عمل کیا گیا تو اس سے گو کہ قیمتوں کی سطح ہموار اور مستقیم نہ ہوگی لیکن غیر منظم فلزی معیار کے مقابلے میں اس میں قیمتوں کی ثبات پذیری زیادہ دیرپا اور طویل المدت ہوگی۔

جب ہم ڈالر میں مقدار طلا کی کمی بیشی کے متعلق اور زر رواں اور بالآخر قیمتوں کی سطح پر اس کمی بیشی کے اثر کے متعلق غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان مسائل کی دقتوں اور پیچیدگیوں کو نظر انداز کیا گیا ہے اور ان کو بہت آسان فرض کر لیا گیا ہے۔ کاغذی ڈالر کے عوض قابل حصول سونے کی کمی عام قیمتوں یا انڈکس نمبر پر خفیف سا فوری اثر بھی نہ ڈالیگی۔ فرض کیجئے کہ انڈکس نمبر میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اس طرح صداقت ناموں کو پیش کرنے سے طلا کی زیادہ مقدار حاصل ہوتی ہے۔ لیکن صداقت ناموں کی وہ تعداد جو گردش میں ہو لازمی طور سے نہیں گھٹتی۔ یہ تعداد صرف اس وقت اور اس حد تک کم ہوگی جبکہ یہ صداقت نامے سونا حاصل کرنے کے لیے پیش کیے جائیں اور بشرطیکہ ان صداقت ناموں کی تعداد نئے صداقت ناموں کی تعداد سے جو کانوں سے برآمد شدہ نئے سونے کی بنیاد پر جاری کیے جائیں زیادہ ہو۔ صداقت نامے حقیقت میں صرف دو صورتوں میں سونا وصول کرنے کی غرض سے پیش کیے جائیں گے؛ ایک تو اس وقت، جبکہ سونے کو برآمد کرنے کی ضرورت ہوگی؛ دوسرے ممکن ہے اس وقت جبکہ صنعتوں میں سونے کی طلب ہو اور وہ دوسرے ذرائع سے مطمئن اور قانع نہ ہوں۔ یہ صحیح ہے کہ سونے کی برآمد کی ضرورت

اس وقت ظاہر ہونے کا قرینہ ہے جبکہ قیمتیں بڑھ رہی ہوں، یعنی: اس وقت جبکہ دوسرے ملکوں کے مقابلے میں ثبات پذیر ڈالر والے ملک میں قیمتیں نسبتہً زیادہ سرعت کے ساتھ بڑھ رہی ہوں۔ لیکن برآمد کی ضرورت کا مدار عام قیمتوں کی سطح پر نہ ہوگا، بلکہ ان اشیا کی قیمتوں پر ہوگا جو تجارت خارجہ میں داخل ہوتی ہیں۔ ان اشیا کو "داخلی" اشیا کے مقابلے میں "خارجی" اشیا کہا جا سکتا ہے، اور ان خارجی اشیا کی طویل المدت قیمتوں کا مدار تقریباً خارجی اثر یا حالات پر اتنا ہی ہوتا ہے جتنا داخلی حالات یا اثرات پر۔ اس میں شک نہیں کہ بہت زیادہ طویل زمانے میں قیمتوں میں تغیر پیدا کرنے والے اندرونی اثرات ہر قسم کی شئے پر پڑیں گے، خواہ وہ داخلی ہو یا خارجی، یا برآمد کی جاتی ہو یا ملک ہی میں فروخت کی جاتی ہو لیکن معمولی زمانے کے لیے، یعنی: چند سالوں کے لیے خارجی اشیا کی قیمتوں کا مدار زیادہ تر ان کے مخصوص اسباب پر ہوگا؛ جن کے منجملہ ایک اہم سبب وہ مقدار طلا ہے جو کاغذی ڈالر کے عوض حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس لیے کہ مبادلہ خارجہ کی شرح اسی مقدار کی بنا پر متعین ہوگی، اور اس طرح خارجی اشیا کی قیمتوں کے مقرر کرنے میں ایک خارجی عنصر شامل ہو جائے گا۔

عامۃ الناس میں غلط فہمی، بے صبری، شکایت، ناواجب غصہ ہمیشہ بآسانی پیدا ہوتا ہے؛ اور قیمتوں کے تغیرات کے اسباب کے متعلق اگر عامۃ الناس کو بدگمانی ہو تو اظہار غم و غصہ میں اور زیادہ شدت ہو جاتی ہے؛ علیٰ ہٰذا اس نظام کے تحت عوام کو شکایات کا ویسا ہی موقع ملے گا جیسا کہ دوسرے کسی نظام کے تحت جہاں حکومت کو مداخلت کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس قسم کی تجاویز، خواہ وہ کتنی ہی عمدہ طریق پر مرتب کیوں نہ کی جائیں اور ان کا عمل بیرونی سہارے اور مداخلت سے کتنا ہی بے نیاز کیوں نہ ہو، سیاسی خطرے سے خالی نہیں ہو سکتیں۔ ان کو استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ عمل میں لانے کے لیے ہمیشہ دشواریاں پیش آئیں گی۔ ان تمام تجاویز میں صرف ایک امر واضح ہے، اور وہ یہ کہ ایسی قوت عمل میں آئے گی جس کو اگر اپنا عمل انجام دینے کے لیے ایک خاص مدت تک چھوڑ دیا جائے تو وہ (قوت) پہلے نظام زر کی بنیاد میں تبدیلی پیدا کر دے گی، اس کے بعد زر کی مجموعی ترکیب میں اور بالآخر زر کی مجموعی قوت خرید میں تغیر پیدا کر دے گی اور اس تبدیلی کا مجموعی نتیجہ یہ ہوگا کہ قیمتوں کے مسلسل اور طویل المدت اتار چڑھاؤ پر روک قائم ہو جائے گی۔

۴۔ دنیا کا موجودہ نظام زر کامل نہیں ہے قیمتوں کی سطح معین کرنے والے اسباب

بظاہر پیچیدہ اور بے ترتیب ہیں، یعنی: نہ صرف فلز کی رسد اور اشیا کی مقدار میں کمی اور زیادتی؛ زر کے استعمال اور اشیا کے لین دین میں لوگوں کے عادات و اطوار کے تغیرات؛ اور مختلف ممالک کے آئین و قوانین زر کی بے ہنگام تبدیلیاں؛ بلکہ اعتباری کاروبار کا مد و جزر بھی جو سوائے عدم ثبات پذیری اور تلون کے کسی دوسرے قانون کا پابند نہیں ہے۔
لیکن جب نظام زر، فلزی بنیاد سے ہٹ جاتا ہے تو، اس کی وجہ سے قیمتوں میں سب سے زیادہ عام بدنظمی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے حالات کے تحت جیسے کہ زمانۂ جنگ عظیم میں رونما ہوئے تھے، آلہ مبادلہ محض تقسیم عمل کو فروغ دینے اور صنعت کو عمدگی کے ساتھ چلانے کا آلہ نہیں رہتا؛ بلکہ وہ ایک فوجی حربہ بن جاتا ہے، جس سے عام بدنظمی اور عالمگیر ناانصافی رونما ہوتی ہے۔ اس قسم کی خرابیوں کا سبب زر کا وہ پسندیدہ نظام نہیں ہے جس کی بنیاد فلز ہے اور جو بڑی حد تک ثبات پذیری کا ضامن ہے۔ کم قدر کاغذی زر اور اس کے تمام اثرات (بہ شمول ان اثرات کے جو فلزی معیار کے عمل پر پڑتے ہیں) جنگ کے مضرات اور مصائب میں سے شمار کیے جانے چاہئیں؛ یعنی یہ سب کچھ تمدن کی اس پست حالت کا نتیجہ ہے جس میں کروڑہا انسان ایک دوسرے کا گلا کاٹنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ جب تک یہ مذموم و مضرت رساں صورت حال قائم رہے گی اس وقت تک، معاشی نظام کی کسی چیز کا محفوظ و مامون رہنا دشوار ہے؛ اور یہ ممکن ہے کہ اس کا ہر جزو پرامن مسالک سے ہٹا کر جنگی اغراض کے لیے استعمال کیا جائے۔

441

اگر زر کے نظام کا مدار سونے پر بھی ہو تو بھی، جیسا کہ پہلے واضح طور سے بیان کیا جا چکا ہے، اس کے قیام میں کافی دقتیں پیش آتی ہیں۔ پھر بھی اس کا کوئی کارگر علاج دستیاب نہیں ہوتا۔ جس وقت تک انسان واجبی یا غیر واجبی طریقے پر خانگی ملکیت کی رسم کو مع اس کے لوازم، یعنی: خرید و فروخت، قرض کے لین دین، شغل اصل، اور مصنوعات کی پیدائش کی رفتار کی کمی و تیزی کے، قائم رکھے گا اس وقت تک، زر کی قدر کے تغیرات بظاہر ناگزیر معلوم ہوتے ہیں۔ انسانی معاملات کے کل نظام کے استقلال کے لیے بظاہر صرف ایک ہی طریقہ بہترین معلوم ہوتا ہے؛ اور وہ یہ کہ زر رواں کی بنیاد فلز پر قائم کی جائے۔ اس میں سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ طلا کی دستیاب ہونے والی مقدار، بالآخر طبعی حالات کے حدود پر منحصر ہوتی اور انسان کی تلون پسندی کے تابع نہیں رہتی۔ یہ طریق زر تمام مہذب

وغیر مہذب دنیا کے عادات و روایات کی تہ میں مضمر ہے۔ اس تاریخی و نفسیاتی عنصر کی اہمیت کا بڑی حد تک لحاظ کرنا ضروری ہے۔ ایک ایسی دنیا میں جو اپنے آپ کو ماضی سے فوراً منقطع نہیں کر سکتی، ایسی تجاویز جو حالات موجودہ سے مغائر ہوں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ "زر" کی مقدار اور زر کے اعتباری بدلوں کی مقدار کے بے قاعدہ تغیرات کی بہترین روک تھام ایک ہی طریق پر ہو سکتی ہے؛ اور وہ یہ کہ دنیا بھر میں ان کی بنیاد طلا پر ہو۔ جس وقت تک یہ حالت قائم رہیگی اس وقت تک، کسی ایک نسل کے دوران میں نہ تو قیمتوں کی سطح میں کوئی بڑی تبدیلی واقع ہوگی، اور نہ کسی خاص زمانے یا کسی خاص ملک میں اچانک اور غیر متوقعہ تبدیلیاں ظہور پذیر ہوں گی۔ یہ نظام کوئی کامل نظام نہیں ہے؛ لیکن یہی ایک بہترین قابل عمل نظام ہے جو دستیاب ہو سکتا ہے۔
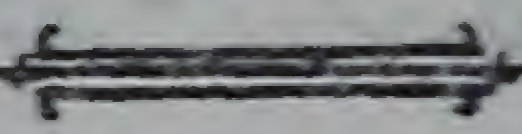
تعلیقات حصۂ سوم

(۱) زر کی بحث میں (K. Helfferrich) کی کتاب موسوم بہ (Das Geld 1910) زر کے اصول کی نہایت عمدہ تشریح و تحلیل ہے۔ زر اور قیمتوں کے نظرئیے میں ارونگ فشر کی کتاب موسوم بہ "زر کی قوت خرید (The Purchasing power of Money) شائع شدہ ۱۹۱۳ء بھی عمدہ تصنیف ہے، اور قدامت پسند اور تعمیری ہے (R. G. Hawtrey) کی کتاب موسوم بہ "زر اور اعتبار" (Currency and Credit 1919) نہایت قابلانہ اور محتاط تصنیف ہے، اور اکثر اعتبارات سے اس میں جدت پائی جاتی ہے، لیکن وہ کسی قدر بھدے پن سے لکھی گئی ہے۔ اس سے بالکل مختلف نقطۂ نظر جو خیال آفرین اور محرک فکر ہے، لیکن میری رائے میں اساسی امور کے بارے میں اعتراضات سے خالی نہیں ہے، بی۔ یم۔ انڈرسن (جونیر) کی کتاب موسوم بہ "قدر زر" (The Value of Money) شائع شدہ ۱۹۱۷ء میں اختیار کیا گیا ہے۔

بنک کاری پر ڈبلیو بیجہٹ کی کتاب موسوم بہ "لمبارڈ اسٹریٹ" شائع شدہ ۱۸۷۳ء ایک قدیم اور مستند کتاب ہے، جو اس کے تحریر ہونے کے بعد کے متعدد تغیرات کے باوجود اب بھی بنک کاری کی پالیسی کی حد تک پڑھنے کے قابل ہے۔ سی۔ یف۔ ڈنبار کی کتاب موسوم بہ "نظریہ و تاریخ بنک کاری" (The Theory and History of Banking) شائع شدہ ۱۸۹۱ء بار اول، و بار سوم ۱۹۱۷ء زیر نظر ثانی او۔ یم۔ ڈبلیو اسپریگ ایک دوسری قدیم اور معتبر کتاب ہے، اور اس میں بافراط حوالے اور تعلیقات موجود ہیں۔ اس میں فیڈرل رزرو سسٹم کو بیان کیا گیا ہے۔ علیٰ ہذا اسی نظام کے

باب ۳۱ تعلیقات

بارے میں کیمرر کی کتاب موسوم بہ (ABC of Federal Reserve System) شائع شدہ ۱۹۱۹ء بہت مفید ہے۔ ایچ۔ وتھرس کی کتاب موسوم بہ "مفہوم زر" (The Meaning of Money) میں جنگ عظیم سے قبل کے انگلستان کے بنک کاری کے حالات کو نہایت سلیس اور دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ نیشنل مانیٹری کمیشن (National Monetary Commission) کے مطبوعات میں بنک کاری کے مسائل اور تجربات کے متعلق کثیر و وسیع معلومات حاصل ہوتے ہیں۔

فلزینیت کے اساسی اصول کے متعلقہ مسائل کے بارے میں دیکھو ایل۔ ڈارون کی کتاب موسوم بہ "فلزینیت" (Bimetallism) شائع شدہ ۱۸۹۷ء زر کے مختلف معیاروں کے استعمال کی وجہ سے بین الاقوامی تجارت میں پیدا شدہ بے ترتیبی کے متعلق دیکھو ڈی۔ باربر کی کتاب موسوم بہ "معیار قدر" (The Standard of Value) شائع شدہ ۱۹۱۲ء؛ اور اسی کے ساتھ دیکھو جے۔ یم۔ کینس کی کتاب "ہندی زر و مالیات" (Indian Currency and Finance) شائع شدہ ۱۹۱۳ء جو نہایت قابلیت کیساتھ لکھی گئی ہے، اور عنوان سے جو موضوع ظاہر ہوتا ہے اس سے بہت زیادہ وسیع حد تک اس میں مسائل سے بحث کی گئی ہے۔ جے۔ یل۔ لاف لن کی کتاب موسوم بہ "ریاستہائے متحدہ میں تاریخ فلزینیت" (History of Bimetallism in the United States) میں اسی بحث پر ۱۸۸۶ء تک بحث کی گئی ہے۔ ای۔ ڈبلیو۔ کیمرر کی کتاب موسوم بہ "جدید اصلاحات زر" (Modern Currency Reforms) شائع شدہ ۱۹۱۶ء میں نظام زر کے حالیہ تغیرات اور دوسرے علاقوں میں معیار طلا کی توسیع کے متعلق معلومات موجود ہیں۔

انڈکس نمبروں اور قیمتوں کی پیمائش کے متعلق ڈبلیو۔ یس۔ جیونس کی کتاب موسوم بہ "زر اور مالیات کی تحقیق" (Investigation in Currency and Finance) شائع شدہ ۱۸۸۴ء گو قدیم تصنیف ہے، مگر اب بھی پڑھنے کے لائق ہے۔ نیز پروفیسر ایف۔ وائی۔ ایجورتھ کی قابلانہ یادداشت انجمن ترقی علوم برطانیہ (British Association for the Advancement of Science) کی رپورٹ شائع شدہ ۱۸۸۷ء میں صفحہ ۲۴۷ تا صفحہ ۳۰۳۔ انڈکس نمبروں کے طریقوں اور نتائج کا بہترین خلاصہ

ڈبلیو۔ سی۔ مچل کے ایک مضمون میں موجود ہے جو ریاستہائے متحدہ امریکا کے محکمۂ اعداد و شمار محنت" (U. S. Bureau of Labour Statistics) کے شائع کردہ رسالہ موسوم بہ (Bulletin No. 173) سنہ ۱۹۱۵ء میں طبع ہوا۔

صنعتی بحرانوں پر بہترین تاریخی کتابیں یہ ہیں :-

(۱) جگلر کی کتاب موسوم بہ (Des crises commerciales et de leur retour periodique en France, en Angleterre, et aux Etats-Unis) دوسرا ایڈیشن شائع شدہ سنہ ۱۸۸۹ء۔

(۲) او۔ یم۔ ڈبلیو۔ اسپریگ کی کتاب موسوم بہ قومی بنک کاری کے نظام کے تحت بحرانوں کی تاریخ' (A History of Crises under the National Banking System) جس کو سنہ ۱۹۱۰ء میں نیشنل مانٹری کمیشن نے شائع کیا۔

(۳) سنہ ۱۸۹۰ء تا سنہ ۱۹۱۰ء کے بحرانوں کے واقعات کی محتاط و مکمل تحلیل ڈبلیو۔ سی۔ مچل کی کتاب موسوم بہ "کاروباری دور و تسلسل" (Business Cycles) شائع شدہ سنہ ۱۹۱۳ء میں موجود ہے؛ اس کتاب کے طریق تحقیق کو بحرانوں کی تحقیق میں ایک عہد آفرین رتبہ حاصل ہے۔

(۴) نیز ایک مشہور تصنیف جس میں نظری تعمیمات قائم کرنے میں بہت زیادہ جرأت اور جوکھم سے کام لیا گیا ہے۔ لے۔ افتالین کی کتاب موسوم بہ (Les crises periodiques de surproduction) شائع شدہ سنہ ۱۹۱۳ء ہے۔
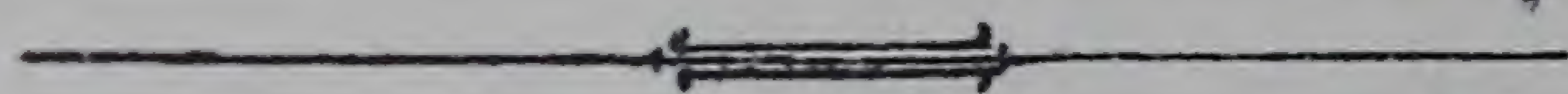
حصۂ چہارم

تجارت بین الاقوام

باب سی و دوم

مبادلات خارجہ

447

(۱) "مبادلات خارجہ"، مختلف ملکوں کے زروں کے مختلف نظاموں پر مبنی ہیں۔ نقل فلز کے بغیر ہنڈیاں مطالبات کی کس طرح ادائی کرتی ہیں۔ (۲) مساوات مبادلہ، اور مبادلے کی بڑھوتری اور بٹہ؛ اس کی مثال نیویارک کے اسٹرلنگ کے مبادلے سے۔ (۳) مبادلات خارجہ میں ساہوکاروں کی حیثیت درمیانی اشخاص کی ہے۔ شرح کے تغیرات بازار کی کشمکش اور نفعت و تحدید کے باعث۔ (۴) مختلف ممالک کے سلسلے کے مابین کاروبار کا انصرام؛ ریاستہائے متحدہ، انگلستان اور برازیل کے باہمی معاملات کی مثال۔ دنیا کے تمام حصوں کے مابین تجارت کے لیے اسٹرلنگ بلس کا عام و وسیع استعمال۔ (۵) قیمتوں پر کس طرح اثر پڑتا ہے: طویل مدت میں فلز کی برآمد و درآمد سے؛ قلیل المدت کے لیے بٹہ کی شرحوں سے۔ پیچیدگی پیدا کرنے والے متعدد عامل۔ (۶) معیار طلا اور معیار نقرہ رکھنے والے ملکوں کے مابین مبادلات خارجہ؛ برطانوی ہند کی حالت سنہ ۱۸۹۳ء تک۔ (۷) مبادلات خارجہ جب زر کاغذی کم قدر ہو۔ غیر منتظم مبادلات اور ان کے خلل آفرین اثرات۔ برآمد اور درآمد عام قیمتوں اور فلز کی بڑھوتری کا باہمی تعلق۔

۱۔ بین الاقوامی تجارت کا آلہ مبادلہ، تجارت داخلہ کے آلہ سے اساسی حیثیت سے مختلف نہیں ہے۔ وہ معمولی آلۂ مبادلہ کا ایک جزو ہے؛ اور مختلف ممالک کے زر کے نظام اور بنک کاری سے بہت گہرا تعلق رکھتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ تجارت بین الاقوام کا

کل نظریہ کوئی اساسی خصوصیات نہیں پیش کرتا؛ وہ محض قدر مبادلہ کے عام نظریۂ کا ایک رخ ہے۔ لیکن اس پر اس قدر بحث مباحثہ ہو چکا ہے، اس کی راہ میں سیاسی اور قومی تعصبات اس قدر حائل ہیں، اور معمولی مباحث میں عوام اس کے سمجھنے میں اس قدر غلطیاں کرتے ہیں کہ اس پر جداگانہ بحث کرنے میں فائدہ ہے۔

تجارت بین الاقوام، موجودہ زمانے کے تقریباً سب ممالک کی تجارت کے مثل، بحوالۂ زر اور خرید و فروخت کے ذریعے سے انجام پاتی ہے۔ دوسری تمام تجارتوں کے مثل بالآخر اس سے ایک ہی مقررہ نتیجہ، اشیا کا ادل بدل رونما ہوتا ہے؛ یعنی: اشیا یا خدمات کا مبادلہ دوسری اشیا یا خدمات سے کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے معنی تقریباً زر کے عوض خرید و فروخت کے ہیں۔ اس کی بحث کے آغاز میں اگر ہم پہلے زر کے نظام کو بیان کریں جس کے ذریعے سے خرید و فروخت ہوتی ہے تو بہت مناسب ہوگا۔

448 جب کوئی تاجر کسی شخص کے ہاتھ ایک ہی ملک کے اندر اشیا فروخت کرتا ہے تو، ادائی کا طریق بہت سادہ اور آسان ہے؛ اس کو اپنی اشیا کے عوض خود اسی کے ملک کا زر وصول ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ کسی دوسرے ملک کے کسی شخص کے ہاتھ اشیا فروخت کرتا ہے تو، ادائی کا طریق اس قدر آسان نہیں ہوتا۔ انگلستان میں کاروبار کا تصفیہ پونڈ شلنگ اور پنس کے حوالے سے ہوتا ہے؛ ریاستہائے متحدہ میں ڈالروں اور سینٹ کے ذریعے سے کاروبار طے پاتا ہے۔ ایک امریکن اگر انگلستان میں کسی شخص کے ہاتھ اشیا فروخت کرے تو، وہ وہاں انگریزی زر کے حوالے سے فروخت کر سکتا ہے؛ اس کے بعد، قیمت جیب میں داخل کرنے سے قبل، اسے انگریزی پونڈوں کو ڈالروں میں تبدیل کرنا پڑے گا۔ یا، اگر وہ انگلستان میں امریکا کے ڈالروں کے حوالے سے اشیا فروخت کرے تو، وہ انگریز خریدار کے سر یہ ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ وہ ڈالروں کو پونڈوں میں تبدیل کرے، کیونکہ انگلستان میں صرف پونڈ کا رواج ہے۔

ایک ملک کے زر کو اس کے معادل دوسرے ملک کے زر میں تبدیل کرنے کا یہ عمل، مبادلہ خارجہ کی ہنڈیوں کے ذریعے سے انجام دیا جاتا ہے۔ سچ پوچھو تو ہنڈی، محض ایک شخص کی جانب سے دوسرے کے نام تحریر کردہ حکمنامہ ہے جس میں دوسرے

شخص کو ہدایت کی جاتی ہے کہ مندرجہ رقم کسی تیسرے شخص کو ادا کی جائے۔ اس طرح ہنڈی کے لیے تین جماعتیں ضروری ہیں، یعنی: ہنڈی تحریر کرنے والا؛ ہنڈی قبول کرنے یا سکارنے والا؛ اور ہنڈی کی رقم ادا کرنے والا۔ جب ہنڈی ٹھیک قانون کی مقرر کردہ شکل میں لکھی جاتی ہے تو، وہ تحریر کرنے والے پر، مندرجہ رقم مکتوب الیہ کے ادا نہ کرنے کی صورت میں، یہ ذمہ داری عائد کرتی ہے کہ وہ مقررہ رقم ادا کرے؛ اور جب مکتوب الیہ اس کو قبول کر لیتا ہے (اور اس طرح وہ ہنڈی کو "سکارنے والا" بن جاتا ہے) تو، ہنڈی اس پر یہ غیر مشروط ذمہ داری عائد کرتی ہے کہ مدت معینہ کے ختم پر وہ مندرجہ رقم ادا کر دے۔ ملک کے اندر داخلی کاروبار میں ہنڈیاں آزادی کے ساتھ استعمال کی جاتی ہیں، اور اس طرح ان کو داخلی ہنڈیاں کہا جاتا ہے۔ چک، داخلی ہنڈی ہی کی ایک قسم ہے؛ چنانچہ چک جمع کنندے کی جانب سے بنک کے نام تحریر کیا جاتا ہے اور بنک کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ مندرجہ رقم تیسرے شخص کو ادا کر دے۔ خارجی ہنڈیوں میں کوئی قانونی خصوصیات موجود نہیں ہوتیں۔ ان کی معاشی خصوصیات محض مختلف ملکوں کے زر کے نظاموں کے اختلافات کی وجہ سے رونما ہوتی ہیں۔ آیندہ بحث میں جب کبھی "ہنڈی" کا لفظ استعمال ہوگا اس سے خارجی مبادلے کی ہنڈی مطلب لیا جائے گا۔ اس قسم کی ہنڈیوں کے ذریعے سے تجارت خارجہ میں ادائی کرنے کا طریق بالعموم "مبادلات خارجہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یوں تو مختلف ملکوں کے باہمی مبادلات کی سب قسموں کو بیان کرنے کے لیے اس اصطلاح کو نہایت موزونیت کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے؛ لیکن رسم و رواج کی بنا پر اس اصطلاح کا استعمال محض خارجی ہنڈیوں کے لین دین کی حد تک محدود ہے۔

سہولت تفہیم کی خاطر ہم یہ فرض کیے لیتے ہیں کہ ہنڈیوں کے استعمال کی جانب رہنمائی کرنے والا واحد کاروبار صرف وہی ہے جس کے ذریعے سے اشیا فروخت کی جاتی ہیں۔ ہم عنقریب یہ بیان کریں گے کہ دوسرے کاروبار بھی اس سے کچھ کم اہمیت کے نہیں ہیں؛ لیکن اساسی اصول، تجارتی کاروبار کے سلسلے میں سب سے زیادہ آسانی کے ساتھ بیان کیے جا سکتے ہیں۔

یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ تجارتی ملکوں میں معیار طلا رائج ہے، ان میں طلائی سکے آزادی کے ساتھ ڈھالے جاتے ہیں اور آزادی کے ساتھ ایک ملک سے دوسرے ملک

میں منتقل ہوتے ہیں۔ جن ملکوں میں معیار طلا رائج نہیں ہے وہاں کے پیچیدگی پیدا کرنے والے حالات پر بعد میں غور کیا جائے گا؛ یہ حالات اساسی اصول پر کوئی اثر نہیں ڈالتے۔

نیویارک کا ایک تاجر، جو لندن کے ایک تاجر کے ہاتھ اشیا فروخت کرتا ہے، موخرالذکر سے زر وصول کرنے کا حق رکھتا ہے؛ وہ انگریز کے نام اپنی قیمت وصول کرنے کے لیے ہنڈی تحریر کر سکتا ہے۔ وہ یا تو ہنڈی تحریر کر کے براہ راست رقم وصول کر سکتا ہے یا اپنا حق منتقل کر سکتا ہے۔ اشیا برآمد کرنے والے کو ہنڈی تحریر کر کے فروخت کرنی پڑتی ہے۔ اس کے برخلاف نیویارک کا ایک تاجر، جس نے لندن کے ایک تاجر سے اشیا خریدی ہوں، اس انگریز کا دین دار بن جاتا ہے یا اس کے ذمے انگریز کی رقم واجب الادا ہوتی ہے؛ لہٰذا اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی طریقے سے قیمت ارسال کر دے؛ یعنی: اشیا درآمد کرنے والے کو ہنڈیاں خریدنی پڑتی ہیں۔ ہم یہاں سلاست بیان کی خاطر پھر یہ فرض کرتے ہیں کہ یہ دونوں کاروبار نیویارک میں طے پاتے ہیں؛ نیویارک کا اشیا برآمد کرنے والا تاجر اپنی لندن کی موسومہ ہنڈی نیویارک میں فروخت کرتا ہے، اور نیویارک کا اشیا درآمد کرنے والا تاجر اپنی لندن کی موسومہ ہنڈی نیویارک میں خرید کرتا ہے۔ اب فرض کیجیے کہ دونوں کے ذمے کی واجب الادا رقمیں ایک ہی مقدار یعنی ... ا پاونڈ کی ہیں۔ درآمد کرنے والا برآمد کرنے والے سے موخرالذکر کی ہنڈی خرید سکتا ہے، جو اس رقم کے لیے اس کے لندن کے دین دار کے نام لکھی گئی ہے۔ درآمد کرنے والا اس ہنڈی کو اپنے لندن کے لین دار کے پاس بھیجتا ہے؛ لندن کا لین دار اپنا زر لندن کے دین دار سے وصول کر لیتا ہے۔ نیویارک کا لین دار اپنا زر نیویارک ہی کے دین دار سے، اور لندن کا لین دار اپنا زر لندن ہی کے دین دار سے وصول کر لیتا ہے۔ گویا ایک ملک سے دوسرے ملک کو فلز ارسال کئے بغیر، نیویارک میں ایک ادائی اور لندن میں ایک ادائی کے ذریعے سے معاملات بے باق ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ہنڈی کے نظام کے ذریعے سے برآمد، درآمد کی قیمت کی ادائی کا کام انجام دیتی ہے۔

۳۔ لیکن نیویارک کا درآمد کرنے والا نیویارک کے برآمد کرنے والے کو بجائے امریکی زر کتنی رقم ادا کریگا؟ ... ا برطانوی ساورن میں خالص سونے کی اتنی ہی مقدار رہتی ہے جتنی کہ ۸۶۶ء۴ ڈالروں میں۔ اسی وجہ سے جب ... ا پونڈ کی ہنڈی، ۸۶۶ء۴ ڈالر یا اس کے

باب ۳۲ مبادلات خارجہ

450

صحیح فلزی معادل کے عوض فروخت ہوتی ہے تو، اس حالت کو "مبادلے کی مساوات" کہا جاتا ہے۔ اگر امریکا کا لین دار انگلستان سے اپنا زر طلب کرے اور لندن سے ریاستہائے متحدہ میں سونا لائے؛ اور اس سونے سے امریکن ڈالر ڈھلوائے تو اس کو ٹکسال سے ڈالروں کی ٹھیک یہی تعداد، یعنی: ۴۸۶۶ ڈالر وصول ہوگی۔

اب یہ فرض کیجیے کہ ان دونوں ممالک میں متعدد برآمد کرنے والے اور متعدد درآمد کرنے والے ہیں اور ان کے مابین کثیر المقدار کاروبار طے پاتا ہے۔ اس صورت میں بھی وہی ہوگا؛ برآمد کرنے والے ہنڈیاں فروخت کریں گے، اور درآمد کرنے والے ہنڈیاں خریدیں گے۔ اگر درآمد کردہ اشیا کی قدر بحوالۂ زر، برآمد کردہ اشیا کی قدر بحوالۂ زر کے بالکل مساوی ہو تو، ہنڈیوں کے ذریعے سے کاروبار کا پورا پورا تصفیہ ہو جائے گا۔ ان حالات میں مبادلہ مساوات پر ہوگا۔ تجارت خارجہ میں توازن کی حالت قائم رہیگی، برآمد کردہ اشیا درآمد کردہ اشیا کی قیمت پوری پوری ادا کر دیں گی، اور ایک ملک سے دوسرے ملک کو فلز کی نقل نہ ہوگی۔

اس کے بعد یہ فرض کیجیے کہ کسی وجہ سے ریاستہائے متحدہ کی برآمد کی قدر بحوالۂ زر، درآمد کی قدر بحوالۂ زر سے زائد ہے۔ یہ دو قسم کے کاروبار یعنی: ایک تو انگلستان کے لوگوں سے اشیا خریدنا، اور دوسرے انگلستان کے لوگوں کے ہاتھ اشیا فروخت کرنا، ایک دوسرے سے بالکل آزاد ہیں۔ ممکن ہے کہ امریکا کے برآمد کرنے والے، درآمد کردہ اشیا کی قیمت سے زیادہ قیمت کی اشیا انگلستان کے اشخاص کے ہاتھ فروخت کریں۔ اس صورت میں وہ اس مقدار سے زیادہ رقم کی ہنڈیاں فروخت کے لیے پیش کریں گے جتنی کہ درآمد کرنے والوں کو خریدنے کا موقع ہے۔ ان حالات میں، کل ہنڈیاں، درآمد کرنے والوں کے ہاتھ فروخت نہیں کی جا سکتیں۔ درآمد کرنے والوں کی ضرورت کو پورا کرنے کے بعد لازمی طور سے کچھ بچ رہیں گی۔ برآمد کرنے والے جن کے پاس زائد ہنڈیاں بچ جائیں گی، اس کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے کہ ان ہنڈیوں کو فلز وصول کرنے کی غرض سے انگلستان روانہ کریں۔ لیکن اس میں مصارف عائد ہوں گے۔ فلز کو وصول کرنے سے قبل جانچ لینا، ڈبے میں بحفاظت بند کرنا، بیمہ کرانا اور بحری یا بری راستے سے اس کا منتقل کرنا ضروری ہے۔ جب یہ فلز امریکا میں

لین دار کے پاس پہنچے تو، اس کو ٹکسال میں پیش کرنا اور امریکن ڈالروں میں اس کی تشکیک کرنا ضروری ہے؛ اور اس عمل میں بہت وقت صرف ہوتا ہے۔ اس کا امکان بھی ہے کہ بعض ساورن پورے وزن کے نہ ہوں، خواہ انگلستان میں ان کا وزن اس قدر کم خیال نہ کیا جائے کہ اس کی بنا پر وہ ناقابل قبول قرار پائیں۔ اور سب سے اہم بات یہ کہ انگلستان سے فلز کے روانہ ہونے اور ریاستہائے متحدہ امریکا میں پہنچکر بشکل زر دستیاب ہونے کی درمیانی مدت میں سود کا بھی نقصان ہوتا ہے۔ ان سب حالات پر نظر کر کے امریکا کا برآمد کرنے والا، اس طریق کو ترجیح دیتا ہے کہ ایک ہزار پونڈ کی ہنڈی کو ساوات سے کم شرح، یعنی: ۴۸۶۶ ڈالر سے کم، پر فروخت کر دے۔ اس میں کمی کی مقدار کو وہ صرف اس حد تک روا رکھے گا جو فلز کو انگلستان سے براہ راست طلب کرنے کے اخراجات کے مساوی ہو۔ یہ اخراجات انگلستان اور ریاستہائے متحدہ کے مابین بہت ہی کم ہوتے ہیں؛ یعنی: تقریباً ½ فی صد۔۔۔۔ ایوند کی ہنڈی ۴۸۴۵ ڈالر یا فی پاونڈ ۴۸۴۵ ڈالر سے کم پر فروخت نہ ہوگی۔ اسی کو "نقطۂ درآمد فلز" کہا جاتا ہے۔ جب مبادلۂ خارجہ اس مقام پر ہو تو فلز کی درآمد شروع ہو جاتی ہے۔

451

ان حالات میں تمام برآمد کرنے والوں کی ہنڈیوں پر بٹہ کٹے گا؛ یعنی: کل ہنڈیاں مساوات سے کم شرح پر فروخت ہوں گی۔ چونکہ برآمد کرنے والوں کے درمیان مقابلہ سرگرمی کے ساتھ ہوگا، اس لیے ان میں سے کوئی شخص بھی اپنی ہنڈی کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ قیمت پر فروخت نہ کر سکے گا۔ ان میں سے کسی نہ کسی کو فلز بذریعۂ جہاز روانہ کرنے کے اخراجات ادا کرنے پڑیں گے؛ ان میں سے کسی پر اس امر کا اثر نہیں پڑ سکتا کہ آیا وہ اپنی ہنڈی کو بٹہ کے ساتھ فروخت کرے گا یا فلز طلب کرے گا۔ جب برآمد کی مسلسل زیادتی ہو تو کل ہنڈیوں کی بازاری شرح، فلز درآمد کرنے کے نقطے پر ہوگی۔

اس کی برعکس صورت حالات اس وقت ظاہر ہوتی ہے جبکہ درآمد برآمد سے زائد ہوتی ہے۔ اس صورت میں درآمد کرنے والوں کو اس مقدار سے زیادہ ہنڈیاں خریدنے کی ضرورت ہوگی جتنی کہ برآمد کرنے والے بہم پہنچا سکتے ہیں۔ ان میں سے بعضوں کو فلز باہر بھیجنا پڑے گا، اور اس میں بھی اتنے ہی اخراجات لاحق ہوں گے جتنے فلز درآمد کرنے میں۔ اشیا درآمد کرنے والا جسے رقم لندن بھیجنی ہو فلز روانہ کرنے کے بجائے ایک ہزار

پونڈ کی ہنڈی کے لیے ۴٫۸۶۶ ڈالر سے زیادہ ادا کر سکتا ہے؛ مثلاً وہ ۴٫۸۸۵ ڈالر تک ادا کر سکتا ہے۔ اگر اس سے ۴٫۸۸۵ ڈالر سے زیادہ ادا کرنے کے لیے کہا جائے تو وہ انکار کر دیگا؛ اس لیے کہ وہ ۴٫۸۶۶ ڈالر بذریعۂ جہاز انگلستان روانہ کر سکتا ہے، اور اس رقم کو وہاں ساورن سے مبدل کرنے کا انتظام کر سکتا ہے[۱]۔ نیویارک میں مبادلۂ خارجہ بڑھوتری کے ساتھ ہوگا، اور اس بڑھوتری کی مقدار ان تمام اخراجات پر مبنی ہوگی جو فلز کو منتقل کرنے میں عائد ہوں گے۔ فلز برآمد کرنے کا نقطہ، جو ان اخراجات کی بنا پر متعین ہوگا، تقریباً ۴٫۸۸۵ ڈالر ہے۔ جب برآمد کے مقابلے میں درآمد صریحاً زائد ہو تو، مبادلہ اس بڑھوتری پر ہوگا، اور اول الذکر حالت کے مماثل طریقے پر تمام درآمد کرنے والوں کو یہ بڑھوتری ادا کرنی پڑے گی، گو اکثر کاروبار ہنڈیوں کے ذریعے سے ہی تصفیہ پائیں گے۔

۴۔ یہ سادہ ترین حالات ہیں جو فرض کیے جا سکتے ہیں۔ حقیقی زندگی کے حالات پر ان کا انطباق شاذ ہی ہوتا ہے۔ اس صورت میں، موجودہ قوموں کی جملہ خرید و فروخت کے مثل، درمیانی اشخاص کی ایک جماعت موجود ہوتی ہے۔ برآمد کرنے والے اور درآمد کرنے والے براہ راست ایک دوسرے سے کاروبار نہیں کرتے؛ اور نہ فلز کو درآمد یا برآمد کرنے کے امکانات سے ان کا کوئی تعلق ہوتا ہے۔ یہ، مبادلات خارجہ کا کاروبار کرنے والوں سے معاملہ کرتے ہیں۔ مبادلات خارجہ کا کاروبار کرنے والے بعض اوقات ایسی فرمیں ہوتی ہیں جو اس قسم کے کاروبار میں مخصوص مہارت رکھتی ہیں؛ چنانچہ انھیں "خارجی مبادلہ گھر"[۲] کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے؛ بعض اوقات بنک کا کاروبار کرنے والی جماعتیں بھی اس کاروبار کے علاوہ مبادلات خارجہ کا کاروبار بھی کرتی ہیں۔ سب درمیانی اشخاص برآمد کرنے والوں سے ہنڈی خرید کرتے اور انھیں درآمد کرنے والوں کے ہاتھ ہمیشہ فروخت کرتے ہیں۔

ف۱: غیر ممالک کی فلز یا سکے جب انگلستان پہنچتے ہیں تو وہ سب سے پہلے ہمیشہ بنک آف انگلینڈ کے صیغۂ اجرا میں داخل ہوتے ہیں، جو از روئے قانون (تا وقتیکہ فلز کی صورت میں ادائی موقوف نہ کی جائے) سونے کے عوض مقررہ شرح پر نوٹ ادا کرنے پر مجبور ہے؛ اس صورت میں سونے کے مالک کو خفیف سی زائد رقم ادا کرنی پڑتی ہے۔ اس طرح بنک آف انگلینڈ فلز یا غیر ممالک کے سکوں کو انگلستان کے زر میں تبدیل کرنے کے لیے ایک درمیانی جماعت کے طور پر کام کرتا ہے۔

ف۲: Foreign Exchange Houses

غیر ممالک میں ان کے مخصوص اور مشہور گماشتے اور کارندے موجود ہوتے ہیں؛ اور یہ یا تو ان ہی کی قائم کردہ شاخوں کی شکل میں ہوتے ہیں یا دوسری بنک کار فرموں کی شکل میں، چنانچہ وہ اپنی ان ہی شاخوں کے نام ہنڈی فروخت کرتے ہیں اور ان شاخوں کی تحریر کردہ ہنڈیاں خرید کرتے، اور ان کی رقم ادا کرتے ہیں۔ جب برآمد کرنے والے اس مقدار سے زیادہ ہنڈیاں فروخت کرتے ہیں جتنی درآمد کرنے والے خرید کر سکتے ہیں تو، درمیانی اشخاص پھر بھی ہنڈی خریدیں گے؛ لیکن وہ یہ حساب کرکے کہ سب ہنڈیوں کا فروخت کرنا ناممکن ہے اور بعضوں کو باہر بھیجنا پڑے گا اور ان کے عوض فلز حاصل کرنا پڑے گا، ہنڈی کو بٹہ پر خریدیں گے۔ اس کے برخلاف جب درآمد کرنے والوں میں برآمد کرنے والوں کی فراہم کردہ رسد سے زیادہ مقدار طلب کی جائے تو، درمیانی اشخاص درآمد کرنے والوں کے ہاتھ بڑھوتری کے ساتھ ہر وہ ہنڈی فروخت کریں گے جو درآمد کرنے والے طلب کریں گے، اور خود ان ہنڈیوں کو جب وہ پیش کی جائیں ادا کرنے کے لیے فلز باہر بھیجیں گے۔ چونکہ یہی کاروبار ان کا پیشہ ہے، اور اس کے لیے ان کے پاس سازوسامان موجود ہے، اس لیے وہ درآمد کرنے والوں یا برآمد کرنے والوں کے مقابلے میں بہت زیادہ کفایت کے ساتھ فلز بذریعۂ جہاز روانہ کر سکتے ہیں۔ اگرچہ انھیں منافعہ وصول ہوتا ہے، لیکن اس منافع کی مقدار بہت ہی قلیل ہوتی ہے۔

درمیانی اشخاص کی موجودگی کے ساتھ ساتھ لین دین چکانے، تخمین کرنے اور تسویہ کرنے کا عمل بھی لازمی طور سے بروے کار آئے گا، جو تجارت کی تخصیص طلبی کا فطری نتیجہ ہے۔ ابھی جو سیدھی سادی مثال بیان کی گئی، جس میں برآمد کرنے والے براہ راست درآمد کرنے والوں کے ہاتھ ہنڈیاں فروخت کرتے ہیں، اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اگر بٹہ کاٹا گیا یا بڑھوتری لی گئی تو وہ مصارف ترسیل فلز کی آخری حد تک ہوگی۔ لیکن درمیانی اشخاص کی باہمی کشمکش اور تخمینی کاروبار کی بنا پر ایسا بٹہ یا بڑھوتری رونما ہوگی جو ان حدود کے بخوبی اندر ہو سکتی ہے؛ مثلاً جتنی ہنڈیاں درآمد کرنے والے خرید کر رہے ہیں اگر اس سے زیادہ مقدار میں برآمد کرنے والے فروخت کے لیے پیش کریں تو درمیانی اشخاص پھر بھی یقین کے ساتھ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بہت زمانہ نہ گزرے گا جب کہ حالت اس کے برعکس ہو جائے گی اور انجام کار درآمد کرنے والوں کی طلب برآمد کرنے والوں کی

رسد سے زیادہ ہو جائے گی ۔ وہ برآمد کرنے والوں کی ہنڈیوں کو خریدیں گے ، اور صورت حالات میں تبدیلی کا انتظار کریں گے ۔ یہ ممکن ہے کہ وہ ایک زمانے تک ہنڈیوں کو اپنے ہی ہاتھ میں رکھیں ، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ہنڈیوں کو اپنے بیرونی گماشتوں کے پاس بھیجدیں ، ان کے ذریعے سے غیر ممالک کے دین داروں سے زر وصول کریں ، اور اس رقم کو اس وقت تک اپنے پاس رکھیں جب تک کہ اس کے حاصل کرنے کے لیے بعد میں ہنڈی نہ لکھی جائے ۔ عند الطلب قرضوں اور قلیل المدت قرضوں پر لئے جانے والے سود کی مروجہ شرحیں اس قسم کے کاروبار میں بہت اہم عامل ہیں ۔ اگر خود دلال ہی کے ملک میں "زر" ارزاں ہو (یعنی شرح سود کم ہو) تو ، وہ بہت مستعدی کے ساتھ برآمد کرنے والوں کی ہنڈیوں کو خریدے گا ، اور ان کی اچھی قیمت ادا کرے گا ۔ پھر اگر خارجی ملک میں زر گراں ہو تو ، دلال اس قسم کی ہنڈیاں بھی اس لیے بہت زیادہ مستعدی کے ساتھ خریدے گا کہ وہ انھیں خارجی ملک میں بھیج سکتا ہے اور وہاں رقم وصول کروا کے اپنی بنک کی امانت میں اضافہ کر سکتا ہے جس پر اس کو اچھی شرح سے سود ملے گا ۔ یہ معلوم کرنے کیلئے کہ کس شرح پر مبادلے کی ہنڈی کو خریدنا یا فروخت کرنا منفعت بخش ہوگا متعدد مدوں کا باریک بینی کے ساتھ لحاظ کرنے کی ضرورت ہے ، جن میں سے ہر ایک بہت ہی معمولی کسر پر مبنی ہوتا ہے ، یعنی ترسیل زر کا براہ راست خرچ ، ٹکسال اور تاخیر کے مصارف ، مختلف ملکوں میں سود کی شرحیں ، تجارت میں تغیرات کے امکانات ۔ دلالوں کا باہمی مقابلہ ایک ایسی بازاری شرح کی جانب رہبری کرتا ہے جو دونوں نقطہ ہائے فلز کے مابین ہوتی ہے ۔

فی الحقیقت اگر کسی ایک ہی جانب مسلسل ادائی کرنی پڑے ، یعنی اگر درآمد یا برآمد کی مسلسل اور عظیم زیادتی ہو تو ، اس وقت مبادلے کی شرحیں ، ترسیل زر کے نقطے کی جانب مائل ہوتی ہیں اور فلز کی یا تو برآمد ہوتی ہے یا درآمد ۔ ممکن ہے کہ دلالوں کے کاروبار کی بنا پر درآمد اور برآمد کے ایک دوسرے کی قیمت کو زائل کرنے کا رجحان پیدا ہوا اور اس طرح ترسیل فلز کا التواء عمل میں آئے ؛ لیکن جہاں کسی ایک جانب زیادتی ہو وہاں یا تو فلز کی برآمد ہوتی ہے یا درآمد ۔

اب تک جتنی مثالیں یہاں پیش کی گئیں ان میں ہم نے اس طرح بحث کی کہ گویا مبادلات خارجہ کے تمام

کاروبار نیویارک میں انجام پاتے ہیں؛ گویا لندن کے تاجر براہ راست کوئی عملی حصہ نہیں لیتے، اور نیویارک کے تاجروں کے دست نگر ہوتے ہیں کہ وہی مبادلے کی ہنڈیاں خرید اور فروخت کریں، اور قرضوں کے تصفیے کے لیے ہنڈیاں لندن روانہ کریں۔ واقعہ یہ ہے کہ ہر ملک میں کچھ نہ کچھ کاروبار انجام پاتے ہیں۔ کسی خاص صورت میں کون سا تجارت کرنے والا شخص پیش قدمی کرے گا، اس کا انحصار ان کی باہمی معاملت پر ہے۔ یہ انتظام کیا جاسکتا ہے کہ نیویارک کا برآمد کرنے والا اپنے لندن کے گاہک کے نام ہنڈی تحریر کرے اور اسطرح نیویارک میں لندن کی ہنڈی فروخت کرے؛ یا یہ کہ لندن کا گاہک یہ رقم نیویارک کے فروشندے کے پاس روانہ کرنے کی ذمہ داری اپنے سر لے سکتا ہے، اور اس طرح لندن ہی میں نیویارک کی ہنڈی خرید سکتا ہے۔ یہ دونوں قسم کے کاروبار ہر وقت انجام پاتے رہتے ہیں اور دونوں مرکزوں میں لندن اور نیویارک کی ہنڈیوں کا لین دین دائمی طور سے جاری رہتا ہے۔ جب نیویارک میں انگریزی ہنڈی بڑھوتری سے فروخت ہو تو، لندن

454

میں امریکا کی ہنڈی پر بٹہ کٹتا ہے۔ یہ سب کاروبار دلالوں کی تیز بین نظروں کے سامنے طے پاتے ہیں؛ دونوں شرحوں میں بہت نمایاں طریقے سے قریبی مساوات قائم کی جاتی ہے؛ اور اس کے ساتھ ساتھ ایک فی صد کی چھوٹی کسر کی شکل میں منافعہ وصول کرنے اور تخمینی کاروبار کرنے کے لیے جد و جہد شروع ہو جاتی ہے۔

اکثر تجارتی ہنڈیوں کے مقابلے میں ساہو کاری ہنڈیاں[1] (یعنی وہ ہنڈیاں جو دلالوں اور ساہوکاروں کی جانب سے ان کے بیرونی گماشتوں کے نام تحریر کی جاتی ہیں) فطری طور سے اعلیٰ قیمت پر فروخت ہوتی ہیں۔ ساہوکاری ہنڈیوں پر دنیائے کاروبار کے مشہور اور نیک نام اشخاص اور تجارتی انجمنوں کے نام درج ہوتے ہیں علاوہ ازیں درشنی ہنڈیاں بمقابلہ میعادی ہنڈیوں کے زیادہ قیمت پر فروخت ہوتی ہیں۔ اشیا بیرونی ممالک میں فروخت ہونے کی صورت میں داخلی فروخت کے مثل بالعموم میعادی ہنڈیاں تحریر کی جاتی ہیں۔ اسی طرح برآمد کرنے والا، جس نے اشیا فروخت کی ہوں، اپنا زر ۳۰ یوم، ۶۰ یوم یا کسی اور مقررہ مدت کے بعد وصول کرنے کا مستحق ہو جاتا ہے۔

[1] Banker's Bills

وہ اپنی ہنڈی، ۳۰ یوم یا ۶۰ یوم کے بعد ادا کئے جانے کے خیال سے تحریر کرتا ہے! اور اس پر اپنے بنک میں بٹہ کٹوا تا ہے۔ اگر بنک خود مبادلات خارجہ میں کاروبار کرتا ہو تو، وہ اس ہنڈی کو غالباً مدت معینہ تک اپنے پاس رکھے گا، اور اس کے بعد غالباً اس کو فوراً اپنے خارجی گماشتوں کے پاس بھیجدیتا ہے؛ یا اس کو فوراً یا مدت معینہ ختم ہوتے ہی کسی مبادلۂ خارجہ کا کاروبار کرنے والے تاجر کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔ اب یہ ہنڈی کس قیمت پر فروخت ہوگی، اس کا مدار ہنڈی کی مدت معینہ پر، بٹہ کی مروجہ شرح پر اور مدت معینہ کے ختم ہونے کے بعد کے مبادلات خارجہ کے ممکنہ حالات کے تخمینے پر ہوتا ہے۔
ان تفصیلات وغیرہ پر یہاں غور کرنا ضروری نہیں ہے۔ ان کا اس اصول کے وسیع مسائل پر اثر نہیں پڑتا جو ہمارے خاص موضوع بحث، یعنی: زر، قیمتوں، اور بین الاقوامی تجارت سے تعلق رکھتے ہیں۔

۴۔ ملکوں کے علیٰحدہ علیٰحدہ فریقین کے باہمی کاروبار کی بنا پر مبادلۂ خارجہ کی شرحیں متعین نہیں ہوتیں، بلکہ کسی ایک ملک اور اس ملک سے کاروبار کرنے والے تمام ملکوں کے باہمی لین دین اور معاملات کی بنا پر متعین ہوتی ہیں۔ ممکن ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکا سے انگلستان کو جتنی برآمد ہو وہ ریاستہائے متحدہ کی درآمد سے بہت زیادہ ہو؛ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ سالانہ برآمد کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے؛ لیکن پھر بھی مبادلۂ مساوات کے ساتھ انجام پا سکتا ہے، اگر ریاستہائے متحدہ میں دیگر ممالک سے کثیر مقدار میں درآمد ہو۔
اس شکل کی تمثیل تجارت ریاستہائے متحدہ، انگلستان (یعنی برطانیۂ عظمیٰ) اور برازیل کی باہمی تجارت کی حالت سے ہوتی ہے۔ ریاستہائے متحدہ سے انگلستان کو روئی اور اشیائے خوردنی کثیر مقدار میں برآمد ہوتی ہیں؛ اور ان کی قیمت ان مصنوعات سے بہت زیادہ ہوتی ہے جو انگلستان سے وہاں درآمد کی جاتی ہیں۔ انگلستان، برازیل کو اپنی مصنوعات برآمد کرتا ہے، اور ان کی قیمت ان اشیا سے بہت زیادہ ہوتی ہے جو انگلستان برازیل سے درآمد کرتا ہے۔ پھر برازیل، ریاستہائے متحدہ کو خاص کر قہوہ کثیر مقدار میں برآمد کرتا ہے، لیکن یہاں سے بہت کم مقدار میں، اور بہت کم قیمت کی اشیا درآمد کرتا ہے۔ نیویارک کے تاجر کو، جس نے برازیل کے تاجر سے قہوہ خریدا ہو، کوئی ایسا امریکی برآمد کرنے والا

بہ آسانی نہیں مل سکتا جس کے پاس ریوڈی جینیرو (برازیل کے دارالخلافہ) یا باہیا کے نام کی ہنڈیاں فروخت کے لیے موجود ہوں۔ لیکن اسے ایسے برآمد کرنے والے بکثرت مل سکتے ہیں جنھوں نے انگلستان میں تاجروں کے ہاتھ روئی اور غلہ فروخت کیا ہو، اور جن کے پاس لندن اور لیورپول کے نام کی ہنڈیاں فروخت کے لیے موجود ہوں۔ چنانچہ وہ انگریزی ہنڈی خرید کرتا ہے، اور اس کے ذریعے سے برازیل میں اپنا قرضہ ادا کرتا ہے۔ لندن کے نام کی ہنڈی کی مانگ برازیلیوں میں اس لیے بکثرت ہوتی ہے کہ وہاں انگریزی سامان کی خریداری کے عوض بہت کچھ ادائیاں تاجروں کے ذمّے ہوتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس قسم کے مبادلے کے تمام کاروبار، براہ راست برآمد کرنے والوں اور درآمد کرنے والوں کے مابین انجام نہیں پاتے؛ بلکہ ساہوکاروں کے ذریعے سے انجام پاتے ہیں، جو ہنڈی کی خرید و فروخت کرتے اور فلز کی ترسیل کے بغیر واجب الادا رقوم میں توازن قائم کرنے کے ہر موقع سے بہت سُرعت کے ساتھ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس طرح ریاستہائے متحدہ سے انگلستان کو غلہ کی برآمد، برازیل سے ریاستہائے متحدہ میں درآمد کردہ قہوہ کی قیمت کو ہنڈیوں کے نظام کے ذریعے سے ادا کرنے میں مدد دیتی ہے؛ اور برازیل سے اسی قہوہ کی روانگی بذریعۂ جہاز، یعنی برآمد، ان مصنوعات کی قیمت ادا کرنے کا کام دیتی ہے جو انگلستان سے برازیل درآمد کرتا ہے۔

اب اس امر کا نفس معاملہ پر کوئی زیادہ اثر نہیں پڑتا کہ آیا اس قسم کی ہنڈیاں، جو مطالبات کو ایک دوسرے کے مقابلے میں زائل کر دیتی ہیں، ایک ملک کے نام لکھی گئی ہیں یا کسی دوسرے کے نام۔ لندن کی موسومہ اسٹرلنگ کی ہنڈیاں بہت طویل زمانے تک عام طور سے استعمال ہوتی تھیں۔ برطانیہ عظمیٰ کی کثیر المقدار بین الاقوامی تجارت دنیا کے تمام حصوں میں پھیل گئی تھی۔ اکثر انگریزی بنک اور فرمیں مبادلات خارجہ کے آڑہتیوں کی حیثیت سے خاص شہرت رکھتی تھیں۔ انگلستان کو عظیم الشان صنعتی وقار و امتیاز حاصل تھا؛ اور پاونڈ اسٹرلنگ تمام تجارتی دنیا کے لیے قدر کی سب سے ممتاز اکائی تھا۔ اسی وجہ سے اس کا قرینہ تھا کہ مبادلات خارجہ کے معاملات لندن کی وساطت سے اور لندن کے نام تحریر کردہ ہنڈیوں کے ذریعے سے تصفیہ پائیں۔ جنگ یورپ کے زمانے میں یہ روایات متزلزل ہو گئے، جس کی وجہ بڑی حد تک یہ تھی کہ انگلستان سے سونے کی برآمد

اور درآمد آزادی کے ساتھ نہ ہوسکتی تھی؛ اور اس کے نتیجے کے طور پر اسٹرلنگ ہنڈی غیر محدود طریقے پر سونے کی مقررہ مقدار کی نمایندگی سے محروم ہوگئی۔ یہ اغلب ہے کہ انگلستان کے دیگر ممالک سے اور خاص کر ریاستہائے متحدہ سے ترقی پذیر بین الاقوامی تعلقات جلدی یا دیر سے قدیم رسم میں بہرصورت کچھ نہ کچھ تغیر و تبدل کر دیتے؛ لیکن اس میلان کی رفتار کو جنگ عظیم نے سریع کر دیا۔

456

مبادلۂ خارجہ کے نظام کی اس فرع پر جتنی توجہ کی جاتی ہے اس کی وہ بلحاظ اپنی اہمیت کے مستحق نہیں ہے۔ مبادلۂ خارجہ کے بازار میں مقابلہ بہت تند و تیز ہوتا ہے، منافع غیر معمولی طور سے تنگ و محدود دائرے کے اندر رکھا جاتا ہے، اور کاروبار انھی لوگوں کے ہاتھ رہتا ہے جو اس کو سب سے ارزاں طریقے سے انجام دیتے ہیں۔ لیکن ان معاملات سے قومی تعصبات اور حب الوطنی کے جذبات اسی طرح وابستہ ہوتے ہیں جس طرح تجارت خارجہ کے متعلق دوسرے اکثر معاملات سے۔ امریکن، جرمن یا فرانسیسی کے جذبات کو اس سے ٹھیس لگتی ہے کہ خود اس کے ملک کے زر کے حوالے سے لکھی ہوئی ہنڈی کے مقابلہ میں اسٹرلنگ ہنڈی کا رواج بہت زیادہ وسیع پیمانے پر کیوں ہو۔ وہ یہ بھی خیال کرنے کی جانب مائل ہوتا ہے کہ اسٹرلنگ ہنڈیوں کا استعمال، انگریزوں کے مکارانہ منصوبوں کا جزو ہے کہ ان کے ذریعے سے وہ دوسرے محبان وطن اقوام سے تجارت کا رخ ہٹا کر اپنی جانب پھیرنا چاہتے ہیں۔ معاشیات میں کوئی ایسی بحث نہیں ہے جس میں تجارت خارجہ کی بحث سے زیادہ مغالطے اور تعصبات کا دخل ہو؛ اس کی وجہ بڑی حد تک یہ ہے کہ بین الاقوامی حسد، رقابت و تنفر بلاشبہ جنگ و جدال کی قدیمی جبلت کے حق میں تازیانہ کا کام کرتے ہیں۔ ڈالر کا مبادلہ فرانک کا مبادلہ اور مارک کا مبادلہ، ان سب پر محض نفع و نقصان ہی کے حوالے سے نظر نہیں ڈالی جاتی، بلکہ قومی عظمت و وقار کے حوالے سے بھی کسی بے لاگ مبصر کے نزدیک یہ امر کچھ زیادہ نتیجہ خیز نہیں کہ کون سی اکائی استعمال کی جاتی ہے یا کونسا ساہوکارہ کاروبار انجام دیتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ اس انتخاب کی جانب، یعنی برطانیہ کی تجارت کی نوعیت و وسعت یا امریکہ کی تجارت کی روز افزوں اہمیت کی جانب رہبری کرنے والے اسباب، کسی ملک کی مادی خوشحالی کے لیے اہمیت رکھتے ہیں اور اس پر بڑی حد تک اثرانداز ہوسکتے ہیں؛ لیکن مختلف ممالک میں سے کسی ایک ملک یا مقام یا دوسرے کو ایسا مرکز قرار دینا جس کے نام

ہنڈیاں معمولاً تحریر کی جائیں کوئی اہم معاملہ نہیں ہے۔

مبادلۂ خارجہ کے جس نظام کے ذریعے سے معاملات انجام پاتے ہیں، خواہ اس کی تفصیلات کچھ ہی ہوں، کسی ملک کی مجموعی درآمد، اس کی برآمد سے متوازن ہوجاتی ہے۔ مبادلات خارجہ کی حالت، خواہ وہ عام طور سے بٹہ پر انجام پائیں یا بڑھوتری پر، اس ملک کی مجموعی بین الاقوامی تجارت پر منحصر ہوتی ہے۔ مثلاً انگلستان اپنی مصنوعات دنیا کے تمام حصوں کو برآمد کرتا ہے اور ان کے ذریعے سے ان اشیائے خورونوشس اور خام مال کی قیمت ادا کرتا ہے جن کا بڑا حصہ وہ ریاستہائے متحدہ سے درآمد کرتا ہے۔ اسی طرح ریاستہائے متحدہ چائے، قہوہ، کوکو، مسالہ، شکر، سن، گوند، وغیرہ اشیا منطقۂ حارہ کے گرم اور نیم گرم ممالک سے خریدتی ہیں؛ اور ان کی قیمت، براہ راست انھی ملکوں کو اشیا برآمد کرکے، ادا نہیں کرتیں؛ بلکہ زیادہ تر غلہ، گوشت اور روئی انگلستان اور دیگر یوروپین ممالک کو برآمد کرکے بالواسطہ ادا کرتی ہیں۔ اگر برآمد پر درآمد کی عام طور سے زیادتی ہوتو، مبادلۂ خارجہ بڑھوتری کے ساتھ طے پائیگا، اور فلز کی برآمد شروع ہوجائے گی؛ اس کے برخلاف اگر درآمد پر برآمد کی عام زیادتی ہوتو، مبادلہ بٹہ کے ساتھ طے پائے گا؛ اور فلز کی درآمد شروع ہوجائے گی۔ 457

۵۔ اب فرض کرو کہ مجموعی درآمد کی قیمت کو ادا کرنے کے لیے مجموعی برآمد کی مقدار کفایت نہیں کرتی۔ اس صورت میں قیمت کو فلز کی شکل میں ادا کرنا ضروری ہے۔ کیا یہ فلز کسی غیر معین مدت تک باہر جاتا رہے گا؟ اور اس امر کا کس حد تک قرینہ ہے کہ اس ادائی کے لیے فاضلات مستقل طور سے قائم رہیگی؟

ان سوالات کا مسلمہ جواب اور اساسی حیثیت سے صحیح جواب یہ ہے کہ فلز کی نقل ایسی قوتوں کو وجود میں لاتی ہے جو جلدی یا دیر سے اس نقل کو روک دیتی ہیں۔ جب فلز کسی ملک سے باہر جاتا ہے تو اس ملک میں قیمتیں گھٹ جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے اس ملک میں اشیا کی خریداری فائدہ مند ثابت ہوتی ہے؛ جب قیمتیں گھٹ جاتی ہیں تو، اشیا کی برآمد کو اس سے فروغ ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف جس ملک میں یہ فلز پہنچتی ہے وہاں قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔ اس ملک میں اشیا بھیجکر فروخت کرنا منفعت بخش ہوجاتا ہے؛ قیمتوں کے بڑھ جانے کی وجہ سے اشیا کی درآمد کو فروغ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے

باب ۳۲ مبادلات خارجہ۔

فلز کی نقل کی تحدید آپ سے آپ ہوتی ہے۔ نقل جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی اس نقل کے رک جانے کا قرینہ زیادہ قوی ہوگا؛ جتنی طویل مدت تک فلز کی نقل جاری رہے گی، اتنی ہی جلدی اس کے موقوف ہوجانے کا امکان ہوگا۔ تجارتی اشیا کی برآمد و درآمد، بحیثیت مجموعی، اور انجام کار، ایک دوسرے کو متوازن کردیتی ہے؛ اور یہ محض قیمتوں پر مقدار زر کے اثر کا نتیجہ ہے۔

یہ جواب اپنی سیدھی سادی شکل میں ہے؛ اور وہ اساسی اصول کا بیان ہے۔ لیکن دوسرے معاشی اصول کے مثل، وہ صرف عام صنعت کی حالت پر صادق آتا ہے۔ فروع و تفصیلات میں اس میں کچھ تغیر و تبدل کرنے اور اس کی تشریح کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ بنک کاری، زر اور بین الاقوامی تجارت کے موجودہ نظام، سونے کی ملک بہ ملک نقل سے خلقی تضاد رکھتے ہیں۔ اس قسم کی نقل کو کم کرنے یا روکنے کی غرض سے ہر قسم کی تدابیر اختیار کی جاتی ہیں۔

ان تدابیر میں سے سب سے موثر اور عام تدبیر بٹہ کی شرح کے ذریعے سے تنظیم ہے۔ سونا، زر کی کسی دوسری شکل کے مثل، آزاد اصل ہے اور مادی اشیا یا اشیائے اصل حاصل کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے؛ علاوہ ازیں وہ اصل کی ایک ایسی قسم ہے جو ہر ملک میں مساوی حیثیت سے دستیاب ہوسکتی ہے۔ سونا اسی مقام پر واپس جانے کی جانب مائل ہوتا ہے جہاں اس کو بطور قرض دینے کی صورت میں سب سے زیادہ سود ملے۔ جب فلز کسی ملک سے پہلی مرتبہ باہر جاتا ہے تو، معمولاً وہ بنک کے محفوظ سرمایوں سے نکلتا ہے؛ اور جب وہ کسی ملک میں پہنچتا ہے تو بالعموم پہلے بنک کے محفوظ سرمایوں میں جاتا ہے۔ جوں جوں بنک کے ذخائر میں کمی ہوتی جاتی ہے، بٹہ کی شرح میں زیادتی ہوتی جاتی ہے؛ اور جوں جوں بنک کے ذخائر میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، بٹہ کی شرح میں کمی ہوتی جاتی ہے۔ یہی تغیرات خود فلز کی کثیر مقدار میں نقل پر حد بندی قائم کرتے ہیں۔ انگلستان، جرمنی، فرانس، آسٹریا اور دیگر ممالک کے بڑے مرکزی بنکوں نے اپنے فلزی ذخائر کی تامین کی غرض سے اپنی بٹہ کی شرحوں میں باقاعدگی کے ساتھ اضافہ اور تخفیف کی۔ نیویارک میں وفاقی سرمایۂ محفوظ کے نظام کے قیام سے قبل کی بنک کاری کی روایات کے تحت

458

بھی اسی طرح عمل کیا گیا، اگرچہ دیدہ و دانستہ اور براہ راست عزم کو اس میں کمتر دخل تھا اس نظام کے تحت، یہ طریقہ، ریاستہائے متحدہ امریکا میں بھی مسلّم و مقبول ہو گیا۔

کسی ملک کے طلا کے ذخیرے کی اس طرح کی "رتابین" بعض اوقات معقولیت کی حد سے بھی متجاوز ہو جاتی ہے۔ طلا کا ذخیرہ کثیر مقدار میں رکھنے کے فائدے اور فلز کی مقدار کے گھٹ جانے کے نقصان کو متعدد وجوہ سے بہت مبالغے کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ایک وجہ تو ایک حد تک یہ عقیدہ ہے کہ طلا کی کثیر مقدار سیاسی یا فوجی اثاثہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قدیم تجاری خیالات کا باقی ماندہ اثر بھی ایک حد تک وجہ ہو سکتا ہے جن کے تحت فلز کی رسد کو ملک کی دولت کا اہم ترین جزو تصور کیا جاتا تھا۔ یہ وجہ بھی کچھ کم اہم نہیں کہ کاروباری طبقہ ہر اس چیز کا مخالف ہے جس کا میلان قیمتوں کو کم کرنے کی جانب ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ فلز کی برآمد کو عام طور سے نقصان رساں خیال کیا جاتا ہے اور اس کو روکنے کے لیے بٹہ کی شرح کی تنظیم اور اسی طرح کی دوسری تدابیر بہت شدومد کے ساتھ عمل میں لائی جاتی ہیں، حالانکہ ان کا اثر ملک کی مادی خوشحالی پر زیادہ نہیں پڑتا۔ فلز کی نقل تجارت بین الاقوام کے مد و جزر کو ظاہر کرتی ہے، اور فی نفسہ کوئی خاص اہم معاملہ نہیں ہے۔ وہ عام طور سے اپنی آپ خبر گیری کرتی ہے؛ یعنی جب اہم اشیائے برآمد کی مطلوبہ اور ناگزیر ترتیب از سر نو ہو جاتی ہے تو تقریباً آپ سے آپ رک جاتی ہے۔

اب شرح بٹہ کے تغیرات کی جانب توجہ کرنا چاہئے۔ بسا اوقات سونے کی نقل یا مقدار پر ان تغیرات کا اثر اس قدر نہیں پڑتا جس قدر کہ نقل کی سمت کا اور اس وقت کا جبکہ نقل واقع ہوتی ہے۔

شرح کے اضافے کی وجہ سے مبادلات خارجہ کے ان آڑہتوں پر مزید دباؤ پڑتا ہے جو فلز کی بذریعہ جہاز ترسیل کرنا چاہتے ہیں۔ زر پر زیادہ سود ملنے کی صورت میں زر کو ملک کے اندر ہی رکھنا زیادہ منفعت بخش ہوتا ہے۔ اعلیٰ شرح سود ساہوکاروں کو اس وقت تک انتظار کرنے کی ترغیب دیتی ہے جب تک کہ تجارت خارجہ کی لہریں پلٹا کھائیں اور مبادلے کی طلب کو ترسیل زر کے بغیر پورا کرنے کے قابل بنائیں۔ یا وہ ایسے اشخاص کو اس امر پر بھی مائل کر سکتی ہے کہ کسی دوسرے ملک سے بذریعہ جہاز زر منگوائیں۔ اگر انگلستان میں ذخائر میں نقد کی مقدار کم ہو اور بٹہ کی شرح اعلیٰ ہو، اور جرمنی میں اس کے

۳۲ | ۱
مبادلات خارجہ

برعکس صورت حالات ہو تو، انگلستان کے ساہوکار جرمنی کے نام کی ہنڈیاں خرید سکتے ہیں اور جرمنی سے ریاستہائے متحدہ کو فلز بذریعۂ جہاز روانہ کرنے کا ذریعہ فراہم کر سکتے ہیں۔ بٹہ اور مبادلہ کی شرحوں کی بہت چھوٹی چھوٹی کسور اور ان کسور کے بہت باریک اور موشگافی کے حسابات کسی نہ کسی جانب لہروں کو پلٹا دینے کے لیے کفایت کرتے ہیں۔

تجارت بین الاقوام کے لین دین کا ایک اور شعبہ بھی بنک کی بٹہ کی شرحوں کی تبدیلی سے وابستہ ہے؛ اور وہ ایک ملک سے دوسرے ملک کو تمسکات کی نقل ہے۔ یہ بین الاقوامی قرض کے لین دین کے عام عمل کا جزو ہے، جس کے متعلق آئندہ باب میں تفصیلی بحث کی جائے گی۔ اس مقام پر یہ کہدینا کافی ہے کہ کسی ایک ملک میں تمسکات کی قیمتیں عام طور سے شرح بٹہ سے معکوس طریقے پر متاثر ہوتی ہیں؛ یعنی جب شرح بٹہ میں تخفیف ہوتی ہے تو قیمتیں بڑھ جاتی اور شرح بٹہ کے اضافے کے ساتھ گھٹ جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے اس کا قرینہ ہوتا ہے کہ بین الاقوامی بازار رکھنے والے تمسکات، حسابات کے تصفیے کے لیے فلز کی بجائے بھیجے جائیں۔ دلالی کی بھی فرمیں ہوتی ہیں، جن کا کاروبار مختلف بازاروں مثلاً لندن، برلن، پیرس اور نیویارک میں اس قسم کے تمسکات کی قیمتوں کے تغیرات سے واقفیت رکھنا ہوتا ہے؛ اور وہ ایک قلیل منافعہ پر ایک مرکز میں تمسکات خریدتے اور دوسرے میں فروخت کرتے ہیں؛ چنانچہ اس قسم کے کاروبار، مبادلات خارجہ کے بازار پر بہت بڑی حد تک منحصر ہوتے ہیں، اور وہ خود اسی بازار پر مستعدی کے ساتھ اثر ڈالتے ہیں۔

لیکن کسی قسم کی تدبیر، سونے کی نقل کو روکنے میں یا قیمتوں پر اس کے آخری اثر کو زائل کرنے میں کارگر ثابت نہیں ہوتی۔ تمام تدابیر محض اس کی نقل کو منظم و متوازن کرتی ہیں، یعنی سونے کو دفعتہً کثیر مقدار میں منتقل ہونے سے اور خلل ڈالنے والے اچانک اثرات پیدا کرنے سے روکتی ہیں۔ جب توازن حسابات مسلسل کسی ملک کے موافق ہو تو اس میں فلز کی درآمد ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سونا مستقل طور سے ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل ہوتا رہتا ہے۔ اہم مرکزوں میں کوئی ایک مہینہ بھی ایسا نہیں جاتا جس میں بذریعۂ جہاز سونے کی درآمد یا برآمد نہ ہوتی ہو۔ جب کسی ملک کی برآمد کی کثیر اور مسلسل زیادتی کی وجہ سے توازن حسابات اس ملک کے موافق ہو تو، سونا نہ صرف اس ملک میں منتقل ہوتا ہے؛ بلکہ اس کی نقل کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ تغیرات

460

کی وجہ سے، اور ملکوں کے مابین حسابات میں توازن پیدا ہو جانے کی وجہ سے بتدریج مساوات قائم ہو جائے۔

یہ نتیجہ بعض اوقات سونے کی نقل کے بغیر بھی رونما ہوتا ہے، یا سونے کی نقل ہوتی بھی ہے تو اس طرح ہوتی ہے کہ وہ بظاہر کسی طرح نتیجے کے متناسب نہیں معلوم ہوتی۔ ممکن ہے کہ کوئی ملک زر کاغذی رائج کر رہا ہو؛ یا اپنے بنک کے نوٹوں یا امانتوں میں اضافہ کر رہا ہو؛ اس عمل کا نتیجہ سونے کو رواج سے ایک حد تک خارج کرنے کی صورت میں رونما ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ ہوتا ہے کہ اس ملک میں ایک طرف زر کاغذ جاری رہتا ہے اور دوسری طرف سونے کی بھی کچھ مقدار موجود رہتی ہے؛ نتیجہ یہ کہ سونے کی کثیر درآمد کے بغیر اس میں قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ملک ایسا ہو جس میں سونے کی کان موجود ہو۔ سونے کی کان والا ملک معمولاً اپنی بین الاقوامی تجارت کے دوران میں سونا برآمد کرتا ہے؛ لیکن جب اس کی دیگر اشیا کی برآمد کثیر مقدار میں ہو تو، ممکن ہے کہ سونے کی وہ مقدار اس کے حدود کے اندر ہی رہے جو اس کی برعکس صورت میں باہر چلی جاتی۔ ریاستہائے متحدہ سونے کے ایک اہم کان کن ملک ہیں، تاہم ۱۸۷۹ء میں فلزی ادائی کے طریق کے از سر نو جاری ہونے کے بعد متعدد عشروں (۱۰ سال کا عرصہ) تک کانوں سے نکلی ہوئی کل پیداوار ملک کے اندر رہی رہی؛ بلکہ واقعہ تو یہ ہے کہ اس کے علاوہ سونے کی کثیر مقدار درآمد بھی کی گئی۔ اس طرح فلز کی رسد جو بتدریج جمع ہوتی گئی، برآمد کی مسلسل زیادتی کا نتیجہ تھی؛ اور اس کا اثر یہ ہوا کہ قیمتوں میں اضافے کی جانب میلان رونما ہوا۔

ان تغیر پیدا کرنے والے تمام عاملین کا نتیجہ یہ ہے کہ سونا ایک ملک سے دوسرے ملک کو وقت واحد میں بالعموم کثیر مقدار میں نہیں بلکہ قلیل مقدار میں منتقل ہوتا ہے اور وہ بھی کبھی ایک ملک میں اور کبھی دوسرے میں جاتا ہے؛ اور بسا اوقات کانوں سے نکلی ہوئی تازہ رسد بھی ایک حد تک غیر محسوس طریقے پر منتقل و تقسیم ہوتی رہتی ہے۔ معمولی نقل کی اضافی کمی کی وجہ زیادہ تر یہ واقعہ ہے کہ بین الاقوامی تجارت نے، جو ایک مدت دراز سے قائم ہے، قیمتی فلز کی تقسیم ایسے طریق پر کی ہے اور مختلف ملکوں میں قیمتوں کی سطحیں اس طرح قائم کی ہیں کہ ان ملکوں کے مبادلات بڑی حد تک ایک دوسرے کو متوازن

کر دیتے ہیں۔ صرف اس صورت میں جبکہ بڑے اور اہم معاشی تغیرات واقع ہوتے ہیں، قیمتی فلز کی کثیر مقدار منتقل ہوتی ہے؛ مگر اس صورت میں بھی یہ نقل عام طور سے کئی سالوں پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ خود امریکا، جو اپنی متعدد معاشی خصوصیات میں عدیم النظیر ہے، اس بارے میں عام صورت حالات کے مقابلے میں سب سے نمایاں استثنیات پیش کرتا ہے۔ مثلاً یہاں بہت جلد جلد، یعنی: فلزی ادائی کے طریق کے از سر نو جاری ہونے کے بعد ۱۸۷۹ء تا ۱۸۸۰ء میں، اور پھر ۱۸۹۶ء تا ۱۸۹۷ء میں، سخت کساد بازاری کے دور کے اختتام پر، درآمد اور برآمد کے تناسب میں عظیم تغیر واقع ہوا؛ اور اس کی وجہ سے سونے کی درآمد دفعۃً اور کثیر مقدار میں ہوئی؛ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قیمتوں میں معقول حد تک اور سریع اضافہ عمل میں آیا۔

سونے کی نقل ایک ملک سے دوسرے ملک میں معمولاً اس قدر خفیف اور غیر اہم ہوتی ہے اور بین الاقوامی لین دین کی پیچیدگی کے باعث جو مد و جزر واقع ہوتے ہیں انکی وجہ سے نقل کے پوشیدہ ہوجانے کا اس قدر زیادہ امکان ہوتا ہے کہ، بعض مصنفوں نے اس کی بنا پر اس نظریے کو ٹھکرا دیا ہے کہ بین الاقوامی قیمتوں کے تغیرات کی وجہ سے درآمد و برآمد اشیا میں تسویہ ہوتا ہے۔ پھر بھی اس نظریے کے بغیر واقعات کی تشریح کرنا اور خاص کر اشیا کی درآمد و برآمد کی قیمتوں کے تسویے کی توجیہ کرنا ناممکن ہے۔ قیمتوں پر سونے کی مقدار کا اثر، گو اس کی نقل سست رفتار اور ہر قسم کے خلل پیدا کرنے والے اسباب کے تابع ہوتی ہے، ایک دائمی اور بنیادی قوت ہے جو نہ صرف فلز کی بین الاقوامی تقسیم کو متعین کرتی ہے، بلکہ، جیسا کہ آنے والے بابوں سے ظاہر ہوگا، مختلف ملکوں میں سونے کی قوتِ خرید کے تغیرات کو متعین کرتی ہے، اور اس طرح بین الاقوامی تجارت سے وصول ہونے والے منافعہ میں ان ملکوں کے حصوں کی کمی بیشی کو بھی متعین کرتی ہے۔

۶۔ بین الاقوامی مبادلات کا انحصار معمولاً مختلف ممالک کے طلائی سکوں، مثلاً ڈالر، پاونڈ، مارک، فرانک وغیرہ کے معادل پر ہوتا ہے۔ لیکن سب ملکوں میں معیار طلا رائج نہیں ہے؛ اور جہاں کہیں زر کے نظام کی بنیادیں مختلف ہوتی ہیں، وہاں، بظاہر مبادلات خارجہ میں پیچیدگی رونما ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں "غیر منظم مبادلات" کے مظاہر رونما ہوتے ہیں۔

باب ۲۲ مبادلات خارجہ۔

مثلاً برطانوی ہند میں ۱۸۹۳ء تک نقرئی بنیاد قائم تھی، اور زر کی اکائی چاندی کا روپیہ تھی۔ ہندوستان کی تجارت زیادہ تر برطانیہ عظمیٰ سے تھی جس کا زر طلا پر مبنی تھا۔ برطانوی برآمد کرنے والے کو جو اشیا ہندوستان میں فروخت کرتا تھا ہندوستان کے نام کی ہنڈی فروخت کرنی پڑتی تھی، یعنی ایسی ہنڈی فروخت کرنی پڑتی تھی جو چاندی کے سکے میں قابل ادائی تھی۔ ہندوستانی برآمد کرنے والے کو جو انگلستان میں اپنی اشیا فروخت کرتا تھا، ایسی ہنڈی فروخت کرنی پڑتی تھی جو طلائی سکے میں قابل ادائی ہوتی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ہنڈی کی قیمت، مبادلات خارجہ کے معمولی تغیرات، یعنی درآمد اور برآمد کے تعلقات کے تغیرات اور مطلوبہ ادائی کرنے کے لیے ہنڈیوں کی کمی اور زیادتی سے متاثر ہوتی تھی۔ لیکن چاندی کی قیمت بحوالۂ طلا کا بھی کچھ کم براہ راست اثر نہیں پڑتا تھا۔ چنانچہ جونہی چاندی کی قیمت گھٹی انگلستان کے برآمد کرنے والے تاجر کی ہندوستان کے نام کی ہنڈی کی قدر انگلستان میں گھٹ جاتی تھی، یعنی چاندی کی ہنڈی کے عوض کم ساورن اس کو مل سکتے تھے۔ اسی قسم کے حالات کے تحت، یعنی اس وقت جبکہ چاندی کی قیمت گھٹ رہی ہو، ہندوستان کے برآمد کرنے والے تاجر کی ہنڈی کی قدر بڑھ جاتی تھی، اور اس کے عوض وہ زیادہ روپیہ حاصل کر سکتا تھا۔ یہ صورت حالات ہندوستان سے انگلستان کو اشیا برآمد کرنے کے حق میں مہیج کا کام کرتی تھی، اور انگلستان سے ہندوستان کو اشیا کی برآمد میں مزاحم تھی۔ ہندوستان سے اشیا برآمد کرنے پر ایک طرح کی امداد مل جاتی تھی، اور اس امداد کی نوعیت کچھ ایسی تھی کہ اس کی بنا پر ان اشخاص کو سخت شکایت تھی جن کی صنعتیں ہندوستانی مقابلے کی وجہ سے متاثر ہوتی تھیں۔

اگر یہ صورت حال ترقی یافتہ ممالک کے مابین رونما ہوتی تو مستعدی کے ساتھ فوراً نظام زر کی اصلاح اور از سر نو ترتیب عمل میں آتی؛ لیکن ہندوستان میں اس وجہ سے یہ صورت حال بدستور قائم رہی کہ یہاں قیمتیں اپنے آپ کو سونے اور چاندی کے نئے تناسب کے مطابق نہ بنا سکیں۔ چاندی ہندوستان میں برابر درآمد ہوتی رہی اور اس کے نتیجے کے طور پر قیمتوں میں لازمی طور سے اضافہ ہوا۔ لیکن یہاں کی کروڑوں کی کاہل اور کثیر آبادی ہیں جہاں رسم و رواج کی سختی کے ساتھ پابندی کی جاتی ہے اور تقریباً قرون وسطیٰ کے سے حالات موجود ہیں، قیمتوں میں بہت دھیما اضافہ ہوا۔ صنعتوں میں خاص کر زیورات کے

462

طور پر، چاندی کی کثیر مقدار استعمال ہونے کی وجہ سے چاندی کا بڑا حصہ زر کے کام انجام دینے سے محروم رہا۔ علاوہ ازیں چاندی کی قیمت بحوالہ طلا میں سال بہ سال کمی ہوتی گئی؛ اور اگرچہ ہندوستان میں اشیا کی قیمتیں کچھ تھوڑی سی بڑھ سکتی تھیں، لیکن ایک طرف اشیا کی قیمتوں اور دوسری طرف چاندی کی بازاری قیمت اور مبادلات خارجہ کی شرحوں کے باہمی تخالف و تضاد کو قائم رکھنے میں، چاندی کی قیمت کی مسلسل تخفیف نے، بڑی مدد دی۔ اس طرح درآمد و برآمد اشیا پر غیر معمولی قوتوں نے اثر ڈالا؛ ان میں سے ایک قوت بظاہر غیر معمولی مبادلہ خارجہ کی تھی؛ لیکن حقیقی قوت یہ تھی کہ ہندوستان میں چاندی کی نئی قیمت کے مطابق نظام کو منظم کرنے کا عمل بہت دھیما تھا۔

۷۔ غیر بدل پذیر زر کاغذی کی وجہ سے بھی اسی قسم کے خلل ڈالنے والے اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ جہاں اس قسم کے زر کے رواج کی وجہ سے قیمتی فلز رواج سے ہٹ گئے ہوں، اور جہاں اس کے نتیجے کے طور پر قیمتوں میں اضافہ ہو گیا ہو اور طلا پر بڑھوتری وصول ہوتی ہو وہاں بھی، مبادلات خارجہ پر دو قسم کے اثرات عمل کرتے ہیں؛ ایک تو درآمد و برآمد کی وجہ سے توازن حسابات کا معمولی تغیر و تبدل، اور دوسرے زر کاغذی کی قدر کی کمی۔ ریاستہائے متحدہ میں زر کاغذی کے رواج کے زمانے میں (از ۱۸۶۲ء تا ۱۸۷۹ء) لندن کے نام کی ہنڈیاں نیویارک میں ایسی قیمت پر فروخت ہوئیں جس کا تعین زیادہ تر طلا کی قیمت بحوالۂ امریکی زر کاغذی کی بنا پر ہوتا تھا۔ لندن کے نام کی ہنڈی طلا کے معادل تھی؛ یعنی اس طلا کے معادل تھی جو ہنڈی کی میعاد ختم ہونے پر اس سے مل سکتا تھا اور اس تاخیر کے تابع تھا جو اس (سونے) کو لندن سے نیویارک لانے میں واقع ہو سکتی تھی۔ جب برآمد نسبتہً زیادہ ہوتی تو، لندن کی ہنڈی ایسی بڑھوتری پر فروخت ہوتی تھی جو طلا کی مروجہ بڑھوتری کے معادل سے کم ہوتی تھی؛ اور جب درآمد نسبتہً زیادہ ہوتی تو، لندن کی ہنڈی ایسی بڑھوتری پر فروخت ہوتی تھی جو اس معادل سے زیادہ ہوتی تھی۔ رہا ان حالات کے تحت مبادلۂ خارجہ کا سبب، تو داخلی طلا کی بڑھوتری کے متعلق تغیرات، ان تغیرات سے بالعموم زیادہ اہم ہوتے ہیں جو شرح مبادلہ پر فی نفسہٖ اثر ڈالتے ہیں؛ اس لیے کہ مبادلۂ خاص کے تغیرات کے حدود تنگ ہوتے ہیں، اور اس کے برعکس فلز کی بڑھوتری کے حدود امکانی طور سے وسیع ہوتے ہیں۔

463

ایسے زمانے میں مبادلات خارجہ کی قیمت، بہت واضح طور سے زر کاغذی کی حالت کو ظاہر کرتی ہے۔ اگر مبادلے کی بڑھوتری نقطۂ ترسیل طلا کی بڑھوتری سے زیادہ ہو تو وہ بالعموم زر کاغذ کی قدر کی کمی کی پہلی علامت ہوتی ہے۔

۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم میں اسی قسم کے حالات رونما ہوئے؛ مگران دو ملکوں کی حیثیتیں سابقہ حیثیت کے برعکس تھیں۔ جنگ شروع ہونے کے پہلے ہی سال میں برطانیہ عظمیٰ کا زر، غیر بدل پذیر زر کاغذی ہو گیا؛ اس کے برخلاف ریاستہائے متحدہ میں سونے کی شکل میں ادائی کرنے کا طریق جاری رہا۔ لندن میں اس وقت تک بھی نیویارک کے نام کی ہنڈی سونے کے معادل ہی رہی اور سونے کی بڑھوتری کے بالمقابل عام طور سے ہنڈی پر بڑھوتری ملتی تھی۔ لیکن نیویارک میں لندن کے نام کی ہنڈی ایسی قیمت پر فروخت کی جاتی تھی جو ساورن کے مشمولہ سونے کی قیمت سے بہت کم تھی۔ جرمنی، آسٹریا اور روس کا ذکر تو درکنار فرانس، اٹلی اور بلجیم میں زر کاغذی کے بہ افراط جاری ہونے اور اس کی قیمت گھٹ جانے کی وجہ سے دنیا کے اکثر حصوں میں مبادلات خارجہ کی حالت غیر منتظم ہو گئی۔

زر کاغذی کے اجرا سے پیدا شدہ بدنظمیٔ مبادلات، تخمین کے لیے خاص سہولت اور ترغیب بہم پہنچاتی ہے۔ ہنڈی اگر ایسے ملک کے نام لکھی جائے جس کے زر کاغذی کی قدر گھٹ گئی ہو تو، اس ہنڈی سے سونے پر قدرت و قابو حاصل ہونا موقوف ہو جاتا ہے؛ اور اس کی قدر میں ثبات پذیری نہیں رہتی۔ ایسی ہنڈی صرف اسی ملک کی قابل خرید اشیا پر قدرت عطا کرتی ہے جس کے نام وہ لکھی جاتی ہے۔ مثلاً ۱۹۱۹ء میں پیرس کے نام کی ہنڈی کا امریکن حامل یا قابض اس ہنڈی کو صرف کاغذی فرانک کے حوالے سے نقد میں تبدیل کرا سکتا تھا؛ اور اس کاغذی فرانک سے وہ فرنسیسی اشیا خریدنے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ یہ سوال کہ وہ اس ہنڈی کو نیویارک میں کس قیمت پر فروخت کر سکتا تھا، بڑی حد تک قیاس پر مبنی تھا۔ ہنڈی کا خریدار صرف یہ کر سکتا تھا کہ ہنڈی کو پیرس بھیجدے، وہاں کاغذی زر حاصل کر کے فرانسیسی اشیا خریدے اور یہ اشیا ریاستہائے متحدہ میں فروخت کی غرض سے درآمد کرے۔ نیویارک میں اس ہنڈی کی قیمت کا مدار، جو مختصر مدت میں رسد و طلب کے عمل سے کم و بیش قرار پاتی ہے، انجام کار اس قسم کے پیچیدہ کاروبار

464

باب ۲۲ مبادلات خارجہ

سے نفع ملنے کے مواقع پر ہوگا۔ فرانس میں برآمد کے لیے دستیاب ہونے والی اشیا کی قیمتیں، ریاستہائے متحدہ امریکا (یا دوسرے ممالک) میں فروخت ہونے والی ان ہی اشیا کی قیمتیں، درمیانی اشخاص کا وہ سلسلہ جن کے ذریعے سے ان اشیا کا گزرنا ضروری ہے، قطعی حالت سے پیشتر کی غیر یقینی صورت، ان سب حالات نے فرانسیسی مبادلے کی قیمت کو شدید قسم کے تغیرات کا تابع کردیا تھا۔ جب کبھی زر کاغذی ضرورت سے زیادہ کثیر مقدار میں جاری کیا جائے گا اور مبادلات خارجہ میں نمایاں بدنظمی رونما ہوگی اس وقت یہی صورت پیدا ہوگی۔ شرحوں میں نہ صرف سرعت کے ساتھ تبدیلی ہوگی؛ بلکہ شرحیں، افواہ اور تخمینی کاروبار اور اس کے الٹ پھیر سے بہت تیزی کے ساتھ متاثر ہونے لگتی ہیں۔ شرحوں کی عام سطح کو متعین کرنے والے اساسی اسباب کا اثر وہ بہت آہستہ اور نامکمل طریقے سے قبول کرتی ہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جن ملکوں میں زر کاغذی قدر گھٹ گئی ہو ان کے ساتھ جب دوسرے ملک تجارت کریں گے تو اس تجارت کی نوعیت سٹا بازی کی سی ہو جائے گی؛ اور وہ ایسے اثرات کے تابع ہو جائے گی جس کا کوئی شخص پہلے سے اندازہ نہیں قائم کرسکتا۔ جیسا کہ ان صورتوں میں اکثر ہوتا ہے، اس کاروبار میں کام کرنے والے تاجر اور درمیانی اشخاص، اگرچہ بڑے خطرات میں گھرے ہوئے ہوتے ہیں اور نقصانات برداشت کرنے کا امکان بھی ہوتا ہے، اپنی وساطت سے طے شدہ کاروبار سے بحیثیت مجموعی کثیر منافعہ وصول کرتے ہیں۔

اس ملک میں جہاں زر کاغذی کی قدر گھٹ گئی ہو ایسی ہنڈیوں کی قیمت جو معیار طلا والے ملک کے نام لکھی گئی ہو، اور خود طلا کی قیمت، یعنی طلا کی بڑھوتری، ساتھ ساتھ متغیر ہوتی ہے؛ اور اس ہم آہنگی میں ان معمولی اسباب اختلاف کی بنا پر تغیر ہوتا ہے جنھیں ابھی بیان کیا جاچکا ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ اس قسم کے ملکوں کی حکومتوں نے سونے کی براہ راست فروخت کی ممانعت کردی، گو کہ اس سیدھے سادے طرز عمل پر شتر مرغ والی ضرب المثل صادق آتی ہے جو طوفان سے بچنے کے لیے صرف اپنا سر ریت کے اندر چھپالیتا ہے، اور باقی جسم کی حفاظت کی فکر نہیں کرتا۔ مبادلات خارجہ کے لین دین کا سلسلہ اسوقت تک لازمی طور سے قائم رہے گا جب تک کہ خود تجارت خارجہ کا سلسلہ قائم ہے، اور اس لین دین کے ذریعے سے زر کاغذی کی قدر کی کمی بھی بہت واضح طور سے بجوالۂ طلا معلوم ہوتی ہے لیکن یہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ زر کاغذی کی قدر کی اصلی کمی، یعنی

465

باب ۳۲ مبادلات خارجہ

قیمتوں کا اضافہ، نہ تو طلا کی بڑھوتری سے پوری طرح تطابق رکھتا ہے اور نہ ان ہنڈیوں کی شرح سے جو معیار طلا والے ملکوں کے نام لکھی جاتی ہیں۔ چنانچہ طلا کی بڑھوتری اور اشیا کی قیمتوں کے باہمی تخالف یا عدم تطابق کا اثر تجارت بین الاقوام پر خاص طور سے پڑتا ہے؛ ٹھیک۔ اسی طرح جس طرح کہ معیار طلا اور معیار نقرہ والے ملکوں کی باہمی تجارت کی صورت میں ہوتا ہے[1]۔

علاوہ ازیں بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اثرات مبادلات خارجہ کی وجہ سے پیدا ہوئے، تاہم واقعہ یہ ہے کہ ان کا باعث خارجی ہنڈیوں کی قیمت (یعنی فلز کی بڑھوتری) اور اشیا کی قیمتوں کی سطح کا باہمی عدم تطابق ہوتا ہے۔ اگر فلز کی بڑھوتری اشیا کی قیمتوں سے نسبتاً زیادہ ہو تو، برآمد کے حق میں مہمیز ہوتی ہے، اس لیے کہ برآمد کرنے والا جو بیرونی سونے کے بازار میں فروخت کرتا ہے، مروجہ زر کاغذی کی زیادہ مقدار پاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایک زمانے کے بعد یہ اثر برآمد کردہ اشیا کی قیمتوں میں اضافہ کرنے اور اشیا کی برآمد کو بڑھانے کا موجب ہوتا ہے؛ ان کی قیمت دوسری اکثر اشیا کے مقابلے میں بہت بڑھ جاتی ہے۔ اس کے برخلاف اگر فلز کی بڑھوتری عام قیمتوں سے نسبتاً کم ہو تو، درآمد کے حق میں مہمیز ہوتی ہے، اس لیے کہ درآمد کرنے والے کو اپنی اشیا کی قیمت ادا کرنے میں نسبتاً زیادہ آسانی ہوتی ہے؛ اور اسی وجہ سے درآمد کردہ اشیا کی مقدار نسبتاً بہت بڑھ جاتی ہے اور انجام کار ارزاں ہوجاتی ہے۔ بعض مصنفوں نے یہ فرض کرلیا ہے کہ کم قدر کاغذی زر، برآمد کے حق میں ہمیشہ مہیج کا کام کرتا ہے اور درآمد پر روک قائم کرتا ہے۔ لیکن یہ کہنا بظاہر بے بنیاد ہے کہ وہ لازمی طور سے برآمد پر یا درآمد پر اس طرح اثر ڈالتا ہے۔ اس قسم کا اثر، طلا کی بڑھوتری اور زر کاغذی کی حقیقی کم قدری کے باہمی عدم تطابق پر منحصر ہوتا ہے، جو کسی سمت میں بھی کمی بیشی کی بنا پر رونما ہوسکتا ہے۔

علاوہ ازیں برآمد سے درآمد کی نسبت، فلز کی بڑھوتری پر متبادل اثر ڈالتی ہے۔ اگر اشیا کی برآمد بڑھ جائے؛ جیسا کہ فصلی تغیرات یا طلب کی بدلی ہوئی حالت کی وجہ سے اس کا فوری امکان ہوتا ہے تو، بیرونی ممالک (اور خاص کر فلز استعمال کرنے والے ملکوں) کے

[1] دیکھو باب ۳۰ (فصل ۲)

نام کی ہنڈیاں زیادہ مقدار میں فروخت کے لیے پیش کی جائیں گی۔ ایسی صورت میں خارجی ہنڈیوں کی قیمت گھٹ جاتی ہے، اور فلز کی بڑھوتری بھی لازمی طور سے اس کے ساتھ گھٹ جاتی ہے۔ اگرچہ انجام کار زر کاغذی کی کم قدری اور فلز کی بڑھوتری، زر کاغذ کی اضافی مقدار بمقابلۂ مقدار اشیا پر مبنی ہوگی؛ لیکن تجارت خارجہ کی حالت کا اور فی الوقت برآمد سے درآمد کی نسبت کا بہت قریبی اثر پڑے گا۔ زر کاغذی کے نظام سے فلزی بنیاد کی جانب رجوع ہونے کی تیاری کرنے والا ملک، اگر اس مرور کے لیے مقرر کردہ دور اتفاقاً ایسا ہو کہ اس میں اشیائے تجارت کثیر مقدار میں برآمد ہوں اور مبادلے کی شرح کم ہو تو، فلزی ادائی کے طریق کے از سر نو جاری کرنے کو نسبتۂ بہت آسان پائے گا۔ اکثر دوسرے معاملات کے مثل اس معاملے میں بھی اکثر لوگ قلیل المدت اور طویل المدت قوتوں کے اثر کو ایک دوسرے سے مخلوط کر دیتے ہیں۔ کم قدر زر کاغذی رکھنے والے ملک کے واضعان قوانین اور فن مالیات کے مصنف نہایت عاقلانہ طور سے یہ کہتے ہیں کہ فلزی ادائی کے طریق کو از سر نو جاری کرنے سے پیشتر تجارت خارجہ میں موافق ”توازن“ کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ مگر وہ یہ معلوم کرنے سے قاصر ہوتے ہیں کہ یہ موافق توازن، یعنی درآمد پر برآمد کی زیادتی، فی نفسہٖ اشیا کی قیمتوں کی کمی کا نتیجہ ہے؛ اور یہ کہ فلزی ادائی کے طریق کے از سر نو جاری کرنے کے بعد اس موافق توازن کو صرف اس وقت قائم رکھا جا سکتا ہے جبکہ ان کے ملک میں قیمتیں ایسی سطح تک گھٹا دی جائیں جہاں تک وہ طلائی بنیاد قائم ہونے کی صورت میں رہتیں۔ اور قیمتوں کا اس طرح گھٹانا صرف اس صورت میں ممکن ہے جبکہ زر کاغذی کی بلا کو دلیری اور جرأت کے ساتھ ہٹا دیا جائے۔

466

467

باب سی و سوم

بین الاقوامی ادائیوں کا توازن

(۱) اشیائے تجارت کی برآمد و درآمد کے علاوہ دوسری مدیں۔ قرض کا لین دین اور درآمد و برآمد پر ان کا اثر۔ تمسکات کا بین الاقوامی کاروبار۔ (۲) سیاحوں اور مسافروں کے مصارف۔ داخلی توطن اختیار کرنے والوں کی ریاستہائے متحدہ سے ترسیلات۔ اخراجات نقل و حمل۔ (۳) معادن رکھنے والے ملک کی حیثیت۔ (۴) ریاستہائے متحدہ کی بین الاقوامی تجارت (سنہ ۱۷۹۰ء تا سنہ ۱۹۰۸ء) کی مثال۔ (۵) موافق اور مخالف توازن تجارت کا تصور۔ کاروباری طبقے کا معمولی طرز عمل۔ فی الجملہ درآمد یا برآمد کی زیادتی نقصان یا نفع کی علامت نہیں ہے؛ خاص کر ملکوں کی باہمی تجارت میں تو سب سے کم۔

۱۔ گزشتہ باب میں تجارت خارجہ پر اس طرح سے بحث کی گئی کہ گویا خارجی ادائیوں کے توازن کی مدیں، صرف تجارتی اشیا کی درآمد و برآمد ہی پر مشتمل تھیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ دوسری بسا اوقات اہم مدیں بھی شامل ہوتی ہیں۔

ان میں سے سب سے اہم اور قابل ذکر مد "قرضہ جات" ہیں، جن کا لین دین ملکوں کے مابین ہوتا ہے؛ یعنی جو بالعموم ایک ملک کے باشندوں یا تجارتی انجمنوں کی جانب سے دوسرے ملک کے افراد اور انجمنوں کو دیئے لیے جاتے ہیں۔ حکومتوں کا قرضے حاصل کرنا بھی عام ہے، اور قرض دینے والے بسا اوقات غیر ممالک کے افراد یا تجارتی انجمنیں ہوتی ہیں۔ گاہ گاہ ایک ملک کی حکومت دوسرے ملک کی حکومت کو براہ راست

۳۳ | بین الاقوامی ادائیوں کا توازن

قرضہ دیتی ہے؛ چنانچہ جنگ عظیم (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) کے زمانے میں اس قسم کا کاروبار بکثرت انجام پایا۔ لیکن اس عظیم الشان انقلابی دور میں جتنے معاشی واقعات ظہور پذیر ہوئے ان میں سے اکثر کی طرح یہ کاروبار اور معاملات بھی بہ لحاظ نوعیت عدیم النظیر تھے۔

قرضوں کے بین الاقوامی لین دین بلکہ واقعہ یہ ہے کہ عام بین الاقوامی کاروبار اور معاملات کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک، ان کو بیان کرنے کا ایک خاص طرز رائج ہے؛ کہ گویا معاملات افراد کے مابین طے نہیں پاتے بلکہ قوموں کے درمیان طے پاتے ہیں؛ مثلاً یہ کہ جرمنی نے ایک سیاسی جماعت کی حیثیت سے فرانس کے ہاتھ اشیا فروخت کیں، یا ریاستہائے متحدہ نے من حیث المجموع انگریزوں کی قوم سے قرضہ حاصل کیا وغیرہ۔ عام طور سے اور سادہ حالات میں جو کچھ واقع ہوتا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ حکومتیں اور قومیں بحیثیت مجموعی عمل کرتی ہیں، بلکہ محض یہ کہ ایک ملک کے افراد دوسرے ملک کے افراد سے لین دین کرتے ہیں؛ مثلاً ہماری موجودہ بحث کی مثال میں ایک ملک کے افراد دوسرے ملک کے افراد کو یا جیسا کہ ممکن ہے دوسرے ملک کی حکومت کو قرضہ دیتے ہیں۔ ملکوں کو اشخاص قرار دینے کی رسم اگرچہ اختصار کی حد تک بالعموم بہت سہولت پیدا کرتی ہے، لیکن اس میں حقیقی صورت حال کے متعلق غلط فہمی پیدا کرنے کا امکان بھی ہے، اور اس سے بعض اوقات خلاف عقل اور نامناسب تعصبات رونما ہوجاتے ہیں۔

468

فرض کرو کہ ریاستہائے متحدہ کے چند باشندے انگلستان کے بعض اشخاص سے قرضہ حاصل کرتے ہیں۔ اس قسم کا معاملہ ریاستہائے متحدہ میں زر کو مشغول کرنے کے خیال سے کیا جاتا ہے؛ اور قرضہ دینے والے بالعموم انگلستان کے ساہوکار ہوتے ہیں، جن کے او پر امریکا کے قرض گیروں کو ہنڈی لکھ کر قرض دی ہوئی رقم حاصل کرنے کا حق حاصل ہوجاتا ہے۔ اہل امریکا کے پاس لندن کے نام کی ہنڈیاں فروخت کے لیے موجود ہوتی ہیں۔ اگر درآمد و برآمد پہلے متوازن ہوگئی ہو تو اب نیویارک میں درآمد کرنے والے لندن کے نام کی جتنی ہنڈیاں خریدنا چاہتے ہیں اس سے زیادہ فروخت کی غرض سے پیش ہوں گی۔ نتیجہ یہ کہ مبادلۂ خارجہ کی قیمت گھٹ جاتی ہے اور ریاستہائے متحدہ میں فلزکی درآمد ہونے لگتی

باب ۳۳
بین الاقوامی ادائیگیوں کا توازن

ہے۔ اگر حقیقت میں امریکا کے ہی قرض گیرندے اتفاقیہ طور سے انگلستان میں اشیا خرید کریں، مثلاً اگر وہ ریلوں کے منصوبہ ساز ہیں اور فوراً ہی ریل کی پٹریاں انگلستان میں خرید لیں (اور اس طرح کا کارنہ بارانیسویں صدی کے دوسرے اور تیسرے ربع حصوں میں عام طور سے ہوتا تھا) تو، وہ ایسی صورت میں اپنی لندن کے نام کی ہنڈیاں ریل کی پٹریاں بنانے والوں کے ہاں براہ راست لندن بھیج سکتے ہیں۔ اس طرح جو قرضہ لندن میں دیا گیا ہے وہ وہاں سے اشیا کی فوری درآمد کر کے اور فلز کی درآمد کے بغیر وصول کیا جا سکتا ہے۔ لیکن عام طور سے ایسا نہیں ہوتا کہ جس وقت قرضہ لیا جائے اسی وقت اشیا بھی خریدی جائیں۔ قرضہ لینے والے کو عام طور سے زر یا قوت خرید کی احتیاج ہوتی ہے؛ وہ اس قوت خرید کو اپنے ہی ملک میں استعمال کر سکتا ہے، یا قرضخواہ یا لین دار کے ملک میں، یا کسی تیسرے ملک میں استعمال کر سکتا ہے۔ اس کا قرینہ ہے کہ اس قرضے کی وجہ سے قرض گیرندے کے ملک میں اولاً مبادلۂ خارجہ کی قیمت گھٹ جائے، اور اس میں فلز کی درآمد شروع ہو جائے[1]۔

460

لیکن اگر یہی سلسلہ سال بہ سال جاری رہے تو، تجارت خارجہ پر اس کا اثر وہی ہوگا جیسا کہ انگلستان میں درآمد کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا۔ لیکن فلز کی درآمد کا سلسلہ

---

[1] ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ یورپ کے زمانے میں ریاستہائے متحدہ کی حکومت نے اپنے حلیفوں کو جو کثیر المقدار قرضہ (یعنی تقریباً دس کھرب ڈالر) دیا اس میں قرضہ حاصل کرنے والے بیرونی ممالک کو قرض دہندہ ملک میں عدیم المثال طریق پر اشیا خرید کرنی پڑیں۔ معاہدے کی رو سے یہ واضح طور سے طے پایا تھا یا مترشح تھا کہ ریاستہائے متحدہ کی حکومت سے جو رقم بطور قرض حاصل کی جائے وہ ریاستہائے متحدہ ہی میں خرچ کی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاں تک بیرونی ممالک کا تعلق تھا زر کو ہاتھ لگانے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ برطانیہ، فرانس، اٹلی اور دیگر حکومتوں کو جتنا جتنا قرضہ دیا گیا تھا وہ حکومت امریکا کے خزانے کی کتابوں میں ان ملکوں کی جمع کردہ امانتوں کے طور پر علی الترتیب درج کر لیا گیا؛ اور ان مختلف ملکوں کے گماشتے ریاستہائے متحدہ کے حدود کے اندر اشیا خریدتے تھے اور فروشندوں کو خزانے کے نام چک لکھ دیتے تھے۔ اس زمانے میں کسی بیرونی ملک کو بھی قرضے کی رقم بصورت نقد ادا کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ ان کے قرضہ واپس کرنے کے تحریری وعدے کے مبادلے میں انھیں محض اشیا حوالے کی گئیں، اور ان کی فوراً برآمد کر دی گئی۔ قرضہ جات بحوالۂ زر اور اشیائے تجارت

باب ۳۳
بین الاقوامی ادائیوں کا توازن۔

غیر معین مدت تک جاری نہیں رہے گا۔ انگلستان اور ریاستہائے متحدہ میں قیمتوں میں کچھ ایسے تغیرات واقع ہوں گے کہ ان کی بنا پر انگلستان سے اشیا کی برآمد اور ریاستہائے متحدہ میں اشیا کی درآمد بڑھ جائے گی۔ ریاستہائے متحدہ میں درآمد ہونے والی اشیا لازمی طور سے انگلستان سے نہ آئیں گی؛ ممکن ہے کہ امریکا کسی تیسرے ہی ملک سے کثیر مقدار میں اشیا درآمد کرے اور انگلستان بھی کسی تیسرے ملک میں اپنی اشیا کثیر مقدار میں برآمد کرے، یا یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ واقع ہوں۔ اس کا قرینہ ہے کہ یہ اثر بتدریج اور تقریباً غیر محسوس طریقہ پر اس طرح رونما ہو کہ فلز کی معمولی نقل میں خفیف سا تغیر واقع ہو اور اشیا کی قیمتوں میں خفیف سی تبدیلی ہو اور بظاہر دوسرے اسباب اس کے محرک معلوم ہوں۔ لیکن تجربے سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہو گئی ہے کہ اس قسم کے مسلسل فاضلات، اشیائے تجارت کے کاروبار کے مسلسل فاضلات کے مثل بصورت فلز تصفیہ نہیں پاتے۔ ان کا تصفیہ قرض دینے والے ملک سے اشیائے تجارت کی برآمد میں اضافہ کر کے کیا جاتا ہے۔ لین دار ملک میں بہت جلد برآمد کی زیادتی ظاہر ہوگی اور اس زیادتی سے جو رقم وصول ہوگی وہ قرض گیرندہ ملک کو ترسیل زر کرنے کے کام آئے گی۔

اس قسم کے کاروبار بالعموم محض اتفاقی اور عارضی نہیں ہوتے؛ بلکہ ان کی وجہ سے مستقل طور پر ترسیل زر کا سلسلہ قائم ہو جاتا ہے، اور اشیا کی درآمد اور برآمد اس ترسیل زر کے ساتھ خود کو مطابق کر لیتی ہے۔ ایک مدت دراز تک انگلستان، فرانس اور جرمنی قرض دینے والے ملک رہے۔ اس قسم کے ملکوں میں قرض دینے کی ابتدائی حالتوں میں درآمد پر برآمد کی زیادتی ظاہر ہوتی ہے، اور اس کے باوجود مبادلۂ خارجہ پر مستقل طور سے بٹہ نہیں لگتا اور نہ فلز کی برآمد ہوتی ہے۔ مسلسل قرضے اشیا کی برآمد سے متاثر ہوتے ہیں۔ یہ عمل ایسا ہے کہ اس سے قرض دینے والے افراد اور برآمد کرنے والے تاجر دونوں ناواقف ہوتے ہیں۔ فلز کی نقل اور قیمتوں کے تغیرات کا اثر بالعموم تدریجی بخاموش

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ کی برآمد کے مابین اس قسم کا راست اور قریبی تعلق بہت شاذ ملتا ہے؛ لیکن یہ ان خلاف معمول مظاہر میں سے ایک ہے جو جنگ عظیم کے زمانے میں رونما ہوئے۔

بار ۳۳
بین الاقوامی ادائیوں کا توازن۔

اور غیر محسوس طریقے پر ہوتا ہے۔ بعض اوقات اس اثر کے ساتھ ساتھ قرض گیرندوں کے ملک میں قیمتوں میں سرعت کے ساتھ اضافہ ہوجاتا ہے، اعتبار کی توسیع ہوتی ہے، کاروبار میں سرگرمی پیدا ہوتی ہے، تخمین شروع ہوجاتی ہے، عام خوش حالی رونما ہوتی ہے اور انجام کار یہ گرماگرمی کا دور، صنعتی اور مالی حالت کی نازک صورت اختیار کرلینے کی وجہ سے سرد پڑجاتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ میں صنعتی اور مالی بحرانوں کے ساتھ ساتھ پریشانی کے زمانے میں بیرونی ممالک سے عام طور سے کثیر مقدار میں قرضے لیے گئے؛ اس طرح شروع شروع میں فلزکی درآمد ہوئی، اس کے بعد قیمتوں میں اضافہ ہوا اور پھر بتدریج درآمد میں اضافہ ہوا۔

470 اب فرض کیجئے کہ قرض کے لین دین کا عمل متعدد سالوں تک مسلسل جاری رہا۔ ایسی حالت میں ایک اور عامل شریک ہوجاتا ہے اور مرور زمانہ کے ساتھ صورت حالات برعکس ہوجاتی ہے۔ قرض گیرندوں کو اپنے لیے ہوئے قرضوں پر سود ادا کرنا پڑتا ہے۔ قرضے جتنی زیادہ مقدار میں دیے جائیں گے اسی قدر سود کی مقدار میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ ہر قرضے کی اصل رقم ایک ہی مرتبہ ادا کردی جاتی ہے؛ لیکن اس اصل کی بنا پر واجب الادا سود کی ادائی کا سلسلہ متعدد سالوں تک جاری رہتا ہے؛ یہاں تک کہ ایک زمانہ ایسا آتا ہے کہ سود کی ادائی کے سلسلے میں لین داروں کے ملک کو واجب الادا رقم کی مقدار اس رقم قرض کی مقدار کے مساوی بلکہ اس سے زائد ہوجاتی ہے جو دین داروں کے ملک کو از سرنو دی جاتی ہے۔ مرور زمانہ کے ساتھ اشیا کی درآمد اور برآمد اپنے آپ کو اس نئی صورت حالات کے بھی مطابق بنالے گی۔ قرض دینے والے یا لین دار ملک میں ابتداءً برآمد کی زیادتی رہیگی، لیکن آخر میں درآمد کی مقدار نسبتہً بڑھ جائے گی۔ اہل انگلستان نے پوری انیسویں صدی کے دوران میں دنیا کے تمام حصوں کو قرضے دئے۔ سابق میں دئے ہوے قرضوں پر انگلستان کو جو سود واجب الوصول تھا وہ بتدریج اس قدر بڑھ گیا کہ اس کی مقدار جدید قرضوں کی رقم سے بھی زائد ہوگئی۔ اس وجہ سے برطانیہ کی خارجی تجارت میں اشیا کی برآمد پر اشیا کی درآمد کی کثیر زیادتی ظاہر ہوئی؛ یہ سچ ہے کہ یہ زیادتی ایک حد تک دوسرے اسباب کا نتیجہ تھی؛ لیکن زیادہ تر اسی ایک سبب کا نتیجہ تھی[1]۔

---

[1] سنہ ۱۹۱۵ء میں انگلستان کے باشندوں کے بیرونی ممالک میں مشغولات کی مجموعی مقدار کا اندازہ ۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۴ پونڈ

باب ۳۲ بین الاقوامی ادائیوں کا توازن

قرض گیرندوں کے ملک میں اس کے برعکس تغیر واقع ہوتی ہے؛ یعنی لین داری کے مطالبات کی زیادتی کی بجائے دین داری کے مطالبات کی زیادتی ہوتی ہے؛ دوسرے الفاظ میں، اشیا کی درآمد کی زیادتی اشیا کی برآمد کی زیادتی سے مبدل ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ بہت آہستہ اور خاموشی کے ساتھ واقع ہو یا ممکن ہے کہ اس کا لازمی نتیجہ مالی نظام کی شکست ہو۔ ریاستہائے متحدہ میں ۱۸۷۳ء کے بحران کے رونما ہوتے ہی بظاہر حالات نے پلٹا کھایا۔ جیسا کہ عنقریب بیان کیا جائے گا، اس سال کے بعد ہی سے ریاستہائے متحدہ کی خارجی تجارت کی نوعیت بدل گئی؛ درآمد کی سابقہ زیادتی برآمد کی زیادتی سے مبدل ہو گئی۔ اگرچہ بین الاقوامی قرض دہندگی کے حساب میں اصل اور سود کے نئے تعلقات اس تبدیلی کا واحد سبب نہ تھے؛ لیکن یہی سب سے اہم اور بڑا سبب معلوم ہوتا ہے۔ یہ امر تعجب انگیز نہیں کہ یہ تغیر بحران کے سبب سے پیدا ہوئی اور نہ یہ کوئی حیرت کی بات ہے کہ کاروبار کی کسادبازاری کا دور اس کی پہلی علامت تھا۔

471 موجودہ زمانے میں قرضہ دینے کا کثیر المقدار کاروبار زیادہ تر تمسکات کی فروخت کے ذریعے سے انجام پاتا ہے۔ حکومتیں جب قرضہ حاصل کرتی ہیں تو، وہ اپنے تحریری وعدے یا اپنے قرضوں کے وثیقے فروخت کرتی ہیں۔ جب خانگی کاروبار کی غرض سے قرضہ حاصل کیا جاتا ہے تو، بالعموم حصص اور تمسک فروخت کئے جاتے ہیں۔ اس قسم کے کاروبار کے مدت دراز تک مسلسل انجام پانے کا یہ نتیجہ ہے کہ بعض تمسکات کا بازار بین الاقوامی ہو گیا ہے، اور وہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں آزادی کے ساتھ منتقل ہوتے ہیں۔ وہ زیادہ تر بین الاقوامی حسابات کے تصفیے میں استعمال کئے جاتے ہیں اور ان کی وجہ سے فلز کو درآمد یا برآمد کرنے کی بالعموم ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہ صورت خاص کر اس وقت پیش آتی ہے جبکہ عارضی طور سے حسابات کا تصفیہ کرنا ہو۔ اس طرح ایسے ساہوکار جن کے ذریعے سے ہنڈیاں خریدی جاتی ہیں، فلز کی بجائے اس قسم کے تمسکات روانہ کر سکتے ہیں۔ مگر دوسری جانب، اس قسم کے کاروبار بعض اوقات تجارت خارجہ میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: ڈالر یا ۰۰۰،۰۰۰،۱۳۵ ڈالر) کیا گیا ہے، اور برطانیہ کے باشندوں کی سالانہ واجب الوصول رقم کا تخمینہ ۰۰۰،۰۰۰،۴۰ پونڈ (یا ۰۰۰،۰۰۰،۲۰۰ ڈالر) کیا گیا ہے۔ دیکھو جرنل آف دی رائل اسٹاٹسٹیکل سوسائٹی ستمبر ۱۹۰۹ء۔

۳۴ بین الاقوامی ادائیوں کا توازن

مستقل بدنظمی پیدا کرتے ہیں، اور اس طرح بنک کاری اور مالی حالات میں بھی ان کی وجہ سے خلل واقع ہوتا ہے۔ اگر کسی ملک کی حکومت یا اس ملک کی تجارتی انجمنوں کے جاری کردہ تمسکات کے متعلق کوئی بدگمانی پھیل جائے تو اس کا قرینہ ہے کہ یہ تمسکات اسی ملک کو بغرض فروخت واپس بھیجدے جائیں اور اس طرح اس ملک سے فلزّ کی نقل کا موجب بنیں؛ چنانچہ ۱۸۹۰ء تا ۱۸۹۶ء میں جب ریاستہائے متحدہ میں طلائی و نقروی معیاروں کے بارے میں ردوقدح جاری تھی امریکی تمسکات کے بیرونی قابضوں میں بے اطمینانی پھیل گئی، اور انھوں نے نیویارک کے تمسک کے صرافے میں ان سب تمسکات کو فروخت کے لیے بھیجدیا؛ اس نقل نے اس زمانے میں فلزّ کی برآمد کا سلسلہ قائم کردیا اور عام و انفرادی پریشانیوں کے اسباب میں اضافہ کردیا۔

۲۔ تجارت بین الاقوام پر قرض کے لین دین کے علاوہ دوسرے معاملات کا بھی اثر پڑتا ہے۔ ان میں سے سادہ ترین معاملہ ان رقوم کا ہے جو کسی بیرونی ملک میں سکونت پذیر یا سیاح اشخاص کو ادا کی جاتی ہیں۔ امریکا کے باشندے جو یورپ کی سیاحت کرتے ہیں اور وہ اشخاص جنھوں نے وہاں مستقل سکونت اختیار کرلی ہو، رقم خطیر صرف کرتے ہیں؛ چنانچہ اندازہ کیا گیا ہے کہ بیسویں صدی کے پہلے عشرے میں اس رقم کی مقدار کروڑہا ڈالر تھی۔ جو کچھ وہ یورپ میں خرچ کرتے ہیں اس پر ان کو مبادلات خارجہ کے نظام کے ذریعے سے قدرت حاصل ہوتی ہے۔ بالعموم انھیں اعتباری رقعے دئے جاتے ہیں، جن کی بنا پر وہ بنکوں اور ساہوکاروں سے زرنقد وصول کرسکتے ہیں۔ مبادلات خارجہ کے بازار میں ان کے ڈرافٹ (حوالہ نامے یا رقعے) بالکل اسی طرح کی حیثیت رکھتے ہیں جس طرح ریاستہائے متحدہ کو اشیا برآمد کرنے والوں کے ڈرافٹ۔ اگر ریاستہائے متحدہ کی اشیائے تجارت کی درآمد اور برآمد ایک دوسرے کو بالکل متوازن کردے تو، ان سیاحوں کے ڈرافٹ کی وجہ سے ریاستہائے متحدہ کے نام کی ہنڈی پر یورپ میں باقاعدہ بٹہ کٹے گا، اور ریاستہائے متحدہ سے فلزّ کی برآمد شروع ہوجائے گی۔ لیکن اشیا کی تجارت، قرضوں اور سود کی ادائی کے عمل اس صورت حالات کے مطابق بھی اپنے آپ کو منظم کرلیتی ہے۔ امریکا کے باشندے بیرونی ممالک میں جو رقوم صرف کرتے ہیں ان کی سربرہی ریاستہائے متحدہ سے اشیائے تجارت کی برآمد کی زیادتی سے ہوتی ہے؛ یہ زیادتی بتدریج اور غیر محسوس طریقے پر

باب ۳۳ بین الاقوامی ادائیوں کا توازن

رونما ہوئی ہے اور ان ہی اسباب کے تابع ہے جو اشیا کی درآمد اور برآمد میں، اگر بین الاقوامی لین دین صرف ان ہی پر مشتمل ہو، توازن پیدا کرتے ہیں۔ اسی طریقے سے برطانوی ہند میں بھی اشیا کی برآمد کی زیادتی واقع ہوتی ہے جس کی وجہ ایک حد تک یہ ہے کہ حکومت ہند کو اور یہاں کے خانگی اشخاص کو انگریزوں نے بہت زمانے قبل جو قرضے دیئے تھے ان کے سودی مطالبات ہندوستان کے ذمہ واجب الادا ہیں؛ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ انگلستان میں ہندوستان کے ایسے وظیفہ یابان حسن خدمت کثیر تعداد میں موجود ہیں جن کے پاس حکومت ہند کو باقاعدہ طور سے ترسیل زر کرنی پڑتی ہے۔

اس قسم کی رقوم کی ادائی میں ریاستہائے متحدہ میں تقریباً سنہ ۱۸۹۰ء کے بعد ایک عجیب وغریب اور اہم اضافہ عمل میں آیا؛ اور وہ اس طرح کہ بیرونی ممالک سے توطن اختیار کرنے والے ریاستہائے متحدہ میں آتے تھے اور قدیم ملکوں میں اپنے اعزہ واقربا کے پاس زر بھیجتے تھے۔ نووارد متوطن ابتداءً امریکا میں بہت احتیاط اور کفایت شعاری کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں؛ اگر یہ یہاں بس جائیں تو ان کے بعد کی نسل البتہ اس خوش حال ملک میں بہت فراخدلی کے ساتھ زر خرچ کرنے کے طریق پر عمل کرتی ہے۔ نووارد اپنی پس انداز کردہ رقوم کے بڑے حصے کو اپنے عزیزوں اور احباب کے پاس وطن بھیجدیتے ہیں، اور اس ترسیل زر کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کو بھی اس قابل بنایا جائے کہ وہ اس زرپاش اور خوش حال ملک میں ہجرت کر آئیں اور توطن اختیار کریں۔ اس طرح مبادلات خارجہ کے کاروبار میں دین داری کی ایک اور مد ظاہر ہوتی ہے، جو اشیائے تجارت کی برآمد میں زیادتی پیدا کرنے والے اسباب میں ایک سبب کا اضافہ کرتی ہے۔ یہ مد، موجودہ صدی کے پہلے عشرے میں بہت بڑھ گئی؛ چنانچہ یہ اندازہ کیا گیا کہ ہر سال اس کی مقدار کم ازکم ۲۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر ہوتی ہے۔

اشیا کی درآمد کے کرایۂ باربرداری کے مصارف بھی اسی قسم کی دوسری مد ہیں۔ دو ملکوں کے درمیان جو اشیائے تجارت منتقل ہوتی ہیں اگر ان کی نقل وحمل صرف ایک ہی ملک کے جہازوں کے ذریعے سے عمل میں آئے تو، اس حد تک اس ملک کو فاضلات واجب الوصول ہوں گے۔ چنانچہ ریاستہائے متحدہ کی خارجی تجارت ایک مدت دراز تک زیادہ تر دوسرے ملکوں کے جہازوں کے ذریعے سے انجام پاتی تھی اور اس میں انگلستان کا

سب سے بڑا حصہ تھا۔ ریاستہائے متحدہ کے باشندوں کو کرایۂ باربرداری کے سلسلے میں ترسیل زر کرنی پڑتی تھی؛ اور اگر درآمد اور برآمد میں پورا توازن ہوتا تو انھیں بذریعہ جہاز فلز روانہ کرنا پڑتا تھا۔ انگلستان کی حالت اس کے برعکس ہے۔ انگریز بکثرت جہازوں کے مالک ہیں، اور وہ نقل و حمل کی خدمت دنیا کے تمام حصوں میں انجام دیتے ہیں۔ اگر انگلستان کی درآمد اور برآمد میں کامل توازن ہو تو، اس نقل و حمل کے عامل کی بدولت خود انگلستان میں فلز پہنچ گا۔ واقعہ یہ ہے کہ کرایۂ باربرداری کے سلسلے میں دوسرے ملکوں سے جو ترسیل زر کرنی پڑتی ہے اس کا اندراج بین الاقوامی لین دین کے عام توازن میں کیا جاتا ہے۔ اس طرح کی ترسیل زر بھی ان اسباب میں اضافہ کرتی ہے جن کی بنا پر انگلستان میں تجارتی اشیا کی درآمد کی زیادتی ہوتی ہے۔

۳۔ فلز پیدا کرنے والا ملک اور خاص کر موجودہ زمانے میں سونا پیدا کرنے والا ملک ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر معمولی تجارتی معاملات کے علاوہ صرف یہی ایک مد فاضل ہو تو، اس ملک میں باقاعدگی کے ساتھ زائد تجارتی اشیا کی درآمد ہوتی رہے گی؛ ٹھیک اسی طریقے سے جس طرح کہ اس ملک میں سیاحوں کے مصارف یا باربرداری کے کرائے بھیجے جانے کی صورت میں ہوتی لیکن اس ملک سے فلز کی بھی باقاعدگی کے ساتھ برآمد ہوتی رہے گی اور اس لحاظ سے مبادلۂ خارجہ باقاعدگی کے ساتھ بڑھوتری پر طے ہوگا۔ اس صورت میں فلز گیہوں، روئی یا کسی اور شے کی طرح ایک معمولی تجارتی شے ہے جو برآمد کی جاتی ہے لیکن وہ صرف اس وقت باہر جاتی ہے جبکہ مبادلات خارجہ کی حالت ایسی ہو جس کی بنا پر اس کو بذریعۂ جہاز روانہ کرنا ضروری ہو جائے۔ دوسری صورتوں میں جب کہ کسی ملک کی اشیائے تجارت کی درآمد کی زیادتی ہو، مبادلۂ خارجہ معمولاً اعلیٰ یا ادنیٰ نہیں ہوتا؛ مبادلۂ خارجہ بذریعہ جہاز ترسیل زر کے مقام پر صرف ان میعادی موقعوں پر پہنچتا ہے جبکہ فاضلات کی ادائی کرنی ہو لیکن کان کن ملک میں، مبادلات کی حالت عام طور سے ایسی ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے فلز کی برآمد ہوتی ہے۔ یہی حالت آسٹریلیا کی نوآبادیات میں رونما ہوئی جہاں سونے کے معادن ہیں، خاص کر وکٹوریا میں یہ حالت سنہ ۱۸۵۰ء کے سونے کے معدن کے انکشاف کے کئی سال بعد ظاہر ہوئی؛ اور اب تک وہاں زیادہ تر یہی حالت پائی جاتی ہے۔ میکسیکو ایک مدت دراز تک دنیا کا سب سے

باب ۳۳ بین الاقوامی ادائیوں کا توازن

بڑا چاندی پیدا کرنے والا ملک تھا، اس میں بھی اس زمانے میں جبکہ رواج میں چاندی، سونے کے ساتھ ہم پلہ تھی یہی حالت قائم رہی۔ جب اکثر ممالک میں معیار طلا عام طور سے اختیار کر لیا گیا اور میکسیکو میں بھی اس کو رواج دیا گیا تو، وہاں چاندی کی حیثیت دیگر معمولی اشیا کی سی ہوگئی اور اب وہاں بھی تمام مبادلات طلا کی بنیاد پر طے پاتے ہیں۔

سنہ ۱۸۵۰ء میں کیلی فورنیا میں سونے کی کان دریافت ہونے کے بعد کے پہلے دس سالوں میں ریاستہائے متحدہ کی حیثیت ایسی ہی ہوگئی جیسی کہ آسٹریلیا کی تھی۔

ریاستہائے متحدہ کی کانوں سے سونے کی برآمد کے متعلق جو تجربے بعد میں ہوئے ان سے تجارت بین الاقوام کی بعض بے قاعدگیوں کی مثال ملتی ہے، اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی تہ میں جو قوتیں مضمر ہیں وہ کن پیچیدہ طریقوں سے نتائج پیدا کرتی ہیں۔ خانہ جنگی کے زمانے میں زر کاغذی کے اجرا کے ذریعے سے سونا رواج سے ہٹا دیا گیا؛ چنانچہ اس کے بعد سے سنہ ۱۸۷۹ء تک جبکہ فلزی ادائی کا طریق از سر نو جاری ہوا، کانوں کی سالانہ پیداوار مسلسل برآمد ہوتی رہی اور سونے اور چاندی دونوں کی حیثیت معمولی اشیائے تجارت کی سی تھی۔ سنہ ۱۸۷۹ء کے بعد سے ریاستہائے متحدہ میں سونے کا بہت کثیر ذخیرہ جمع ہوگیا ہے۔ جنگ عظیم تک اس اضافے کا سلسلہ اس لیے برابر جاری رہا کہ جو سونا ملک کی کانوں سے نکلتا تھا وہ ملک ہی میں رکھ لیا جاتا تھا۔ چند سالوں کے بعد نہ صرف کانوں سے نکلا ہوا سونا ملک میں رکھ لیا جاتا تھا، بلکہ اس کے علاوہ باہر سے بھی کثیر مقدار میں سونا درآمد ہونے لگا۔ اگرچہ چند سالوں تک یہ بھی ہوا کہ نہ صرف کانوں سے نکلا ہوا سونا برآمد کر دیا جاتا تھا، بلکہ اس سے زائد بھی باہر بھیجد یا جاتا تھا؛ پھر بھی بحیثیت مجموعی ملک کی پیداوار کے ساتھ ساتھ باہر سے آیا ہوا سونا بھی ملک میں جمع ہونے لگا۔ اس نقل کی وجہ سے قیمتوں کی سطح متاثر ہوئی، اور اس اثر کا عمل اسی طرح بے قاعدہ، تدریجی اور نیم پوشیدہ سا تھا جیسا کہ گزشتہ بابوں میں بیان کیا جا چکا ہے۔

474

ہم سنہ ۱۸۱۵ء تا سنہ ۱۹۱۵ء کے صد سالہ دور کی درآمد و برآمد کے اعداد پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں مدوں کے تناسب میں سنہ ۱۸۷۳ء میں عجیب و غریب تغیر واقع ہوا۔ سنہ ۱۸۷۳ء سے قبل تک درآمد، ہمیشہ برآمد سے زائد رہی؛ اور اس کے بعد سے درآمد کے مقابلے میں برآمد ہمیشہ زائد رہی۔ بیسویں صدی کے اوائل میں برآمد کی زیادتی

باب ۳۳ بین الاقوامی ادائیوں کا توازن

بہت کثیر المقدار رہی؛ چنانچہ دہ سالہ دور مختتمہ ۱۹۰۸ء میں سالانہ زیادتی ...۰۰۰,۰۰۰,۵ ڈالر تھی۔
۱۸۷۳ء کے تغیر کی تشریح گزشتہ صفحوں میں بیان کردہ واقعات سے آسانی کے ساتھ کی جا سکتی ہے۔
انیسویں صدی کے ابتدائی تین ربع میں ریاستہائے متحدہ بیرونی ممالک کی قرضدار تھیں؛
اور یہ قرضداری کا ابتدائی زمانہ تھا۔ نئے قرضوں کی مقدار، جو مسلسل لئے گئے قدیم قرضوں
کے سود کی مقدار سے بہت زیادہ تھی۔ اس کے علاوہ ۱۸۶۰ء تک ریاستہائے متحدہ
نقل و حمل کرنے والے اپنے جہاز رکھتی تھیں، اور ان جہازوں کے مالکوں کو دوسرے ممالک
کے اشخاص کی جانب سے کرایہ باربرداری کی صورت میں آمدنی وصول ہوتی تھی۔ ۱۸۷۳ء
کے بعد، اگرچہ قرض داری کا سلسلہ باقی رہا اور بعض اوقات کثیر مقدار میں قرضے لئے گئے؛
لیکن غیر ممالک کے باشندوں کو جو سالانہ رقم سود کی مد میں قابل ادائی ہوتی تھی وہ بحیثیت مجموعی
اصل کی مد کی اس رقم کو زائل کر دیتی تھی جو اس ملک کو ارسال کی جاتی تھی۔ کرایہ باربرداری
غیر ممالک کے باشندوں کی جانب سے اہل امریکا کو ادا کئے جانے کے بجائے اہل امریکا کی جانب
سے غیر ممالک کے باشندوں کو قابل ادائی ہو گیا؛ جس کی وجہ زیادہ تر یہ تھی کہ لکڑی کے بنے
ہوئے جہازوں کی جگہ آہن پوش جہازوں نے لے لی، اور انگلستان اور یورپ کے دیگر ممالک
ان آہن پوش جہازوں کو بہت ارزاں طریق پر بنا اور چلا سکتے تھے۔ علاوہ ازیں دین داری
کی دوسری مدیں از سر نو نمودار ہوئیں، یا جو پہلے سے موجود تھیں ان میں بھی کثیر اضافہ ہو گیا
حتیٰ کہ وہ بھی بالکل نئی مدیں معلوم ہوتی تھیں۔ اہل امریکا کی سیاحت کے مصارف میں
بہت زیادہ اضافہ ہو گیا؛ اور اسی طرح بیرونی نو واردوں کے ترسیلات بھی بڑھ گئے۔
چند سال بعد قدیم قرضے ادا کئے جانے لگے؛ اور اس کی شکل یہ تھی کہ پہلے جو تمسکات غیر ممالک
میں فروخت کئے گئے تھے انھیں اہل امریکا نے واپس خریدنا شروع کر دیا۔ اسی وجہ سے
۱۸۷۳ء کے بعد اشیا کی برآمد میں زیادتی ہوئی؛ جو ابتداءً مقابلۃً کم تھی لیکن بعد میں چل کر،
جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، بہت زیادہ ہو گئی۔ چونکہ تجارتی اشیا کی درآمد و برآمد کا توازن
بے قاعدہ تھا، اور اس پر نہ صرف موسم اور فصلوں کے غیر معمولی حالات و واقعات کا بلکہ
زر کے متعلق وضع کردہ آئین و قوانین، صنعتی بحرانوں، کساد بازاری اور گرم بازاری کا بھی لازمی
طور سے اثر پڑا، لہذا اس بے قاعدگی کا جو عام رجحان اور نتیجہ ہو سکتا تھا وہ ظاہر تھا؛
درآمد کے مقابلے میں برآمد بہت سرعت کے ساتھ بڑھ گئی۔ یوں تو ہر سال برآمد، درآمد سے

475

باب ۳۳
بین الاقوامی ادائیوں کا توازن۔

جو اپنے آپ کو توجہ اور شہرت کا مستحق سمجھتے ہیں اب بھی اس طرح گفتگو کرتے ہیں کہ گویا اشیا کی برآمد کی زیادتی ملک کے لیے منفعت کی ضامن ہوتی ہے اور اس منفعت کی تشکیل فلز کی درآمد ہے۔

تجارت بین الاقوام پر اس طرح نظر ڈالنا ایک حد تک کاروباری اشخاص اور ساہوکاروں کے عادتی طرزِ عمل میں داخل ہے۔ کاروباری طبقہ، بنکوں میں محفوظ سرمایوں کی کثرت، بٹہ کی ادنیٰ شرح اور قرضہ حاصل کرنے کی سہولتوں کا ہمیشہ خیر مقدم کرتا ہے؛ اس کے برخلاف محفوظ سرمایوں کی کمی اور اعلیٰ شرح بٹہ کو یہ نگاہ ناپسندیدگی دیکھتا ہے۔ اسی وجہ سے فلز کی درآمد، جو ایک حد تک بنکوں کے ذخائر اور قلیل المدت سود پر اثر ڈالتی ہے، اچھی خیال کی جاتی ہے؛ اور برآمد خراب تصور کی جاتی ہے۔ گو فلز کی برآمد کا قرضوں، سود کی شرحوں اور انجام کار قیمتوں پر بہت دباؤ پڑتا ہے؛ تاہم یہ برآمد بالعموم مفرط اجرائے زر اور تخمین پر مفید اثر ڈالتی اور ان کو روکتی ہے۔ لیکن بہت کم کاروباری اشخاص اس کو مفید خیال کرتے ہیں؛ تقریباً سب اہل کاروبار کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ قیمتوں میں اضافے کا سلسلہ لامتناہی طریقے پر قائم رہے!

واقعہ یہ ہے کہ بعض اوقات بین الاقوامی ادائیوں کا توازن، جو بالعموم درآمد و برآمد کے تعلق پر مبنی ہوتا ہے، حقیقی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ خاص کر اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ کوئی، ملک اپنے آپ کو کم قدر زر کاغذ سے نجات دلانے کے لیے کوشاں ہو۔ ایسے ملک کے لیے صرف اس وقت فلزی ادائی کی جانب عود کرنا ممکن ہے جبکہ اس کی تجارتی حالت ایسی ہو کہ اس کی بنا پر فلز درآمد ہو سکے یا کم از کم اس وقت باہر جانے سے رک جائے جبکہ حکومت کی جانب سے فلزی ادائی کے اغراض کے لیے فنڈ قائم کیا گیا ہو۔ گو آخر میں چل کر اس درآمد یا برآمد کا انحصار قیمتوں کی حالت پر ہوگا، لیکن کسی ایک موسم میں بین الاقوامی ادائیوں کے توازن پر موسمی واقعات کا اثر پڑتا ہے۔ اگر ایسے زمانے میں جبکہ کوئی ملک فلزی بنیاد کی جانب عود کرنے کی تیاری کر رہا ہو، مالی بدنظمی، اختلال یا فصلوں کی خرابی کی وجہ سے "ناموافق" توازن صورت پذیر ہو تو، فلزی بنیاد پر عود کرنے کا عمل دشوار اور غالباً ناکامیاب ہوگا۔ ریاستہائے متحدہ میں فلزی ادائی کے طریق کو از سر نو جاری کرنے میں اس امر سے بہت بڑی مدد ملی کہ وہاں جو سال اس تبدیلی کے لیے مقرر کیا گیا تھا

بڑھتی رہی، لیکن اکثر سالوں میں بحیثیت مجموعی بہت زیادہ تھی۔ اس اثنا میں ریاستہائے متحدہ میں بعض اوقات فلز کی درآمد اور بعض اوقات وہاں سے برآمد ہوتی تھی۔ طلا کی از سرِ نو تقسیم جو اس عام تحریک کا جزو تھی، جیسا کہ پچھلے پیراگراف میں بیان کیا گیا، عمل میں آئی؛ اور اس کی وجہ زیادہ تر یہ تھی کہ ملک میں جتنا سونا پیدا ہوتا تھا وہ کم و بیش کامل طور سے ملک کے اندر ہی رہتا تھا۔[1]

۵۔ جب کسی ملک کی تجارتی اشیا کی برآمد اس کی درآمد سے زائد ہو تو، یہ کہا جاتا ہے کہ توازن تجارت اس ملک کے "موافق" ہے۔ جب درآمد، برآمد سے زائد ہوتی ہے تو، توازن تجارت کو "ناموافق" کہا جاتا ہے۔ جب تجارت بین الاقوام کی حالت ایسی ہو کہ اس کی بنا پر فلز کی درآمد یا برآمد رونما ہو تو بھی، ان ہی اصطلاحوں کا استعمال کیا جاتا ہے؛ اگرچہ، جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، فلز کی درآمد یا برآمد کسی حال اشیا کی برآمد یا درآمد کی زیادتی کا لازمی یا معمولی نتیجہ نہیں ہوتی۔ ان اصطلاحوں کی تہ میں یہ عام مفہوم مضمر ہے کہ اگر کوئی ملک دیگر ممالک سے اس طرح کاروبار کرے کہ اس کی بنا پر فلز کی درآمد ہونے کی توقع ہو تو، وہ ملک فائدے میں رہتا ہے؛ اور اگر کوئی ملک اس طرح کاروبار کرے کہ اس کی بنا پر فلز کی برآمد ہونے کی توقع ہو تو، ایسا ملک نقصان میں رہتا ہے۔

اس تصور کا ماخذ سترھویں اور اٹھارویں صدی کے نظام تجاریت کے مصنفین میں ملتا ہے، جو یہ خیال کرتے تھے کہ قیمتی فلزات ہی ہر ملک کی دولت کا نہایت اہم جزو ہیں؛ اور یہ کہ بین الاقوامی تجارت کے بارے میں ایسے قوانین وضع کرنے چاہئیں کہ ان کی بنا پر قیمتی فلزات ملک کے اندر جمع ہوں۔ کوئی شخص جس کے ذہن میں دولت، مبادلہ اور زر کے متعلق اساسی حقائق کا دھندلا سا بھی تصور ہو گا وہ اس مفروضے کی لغویت سے آگاہ ہو سکتا ہے کہ کس ملک کی خوش حالی اور مفلوک الحالی فلزات کی درآمد اور برآمد سے وابستہ ہوتی ہے۔ یہ امر حیرت انگیز ہے کہ ان حقائق کی سادگی اور ان کو بار بار دہرانے اور کافی طور سے تشریح کرنے کے باوجود بھی ان کے بارے میں جہالت اور غلط فہمی اس قدر عام طور سے پھیلی ہوئی ہے! اکثر لوگ

[1] ریاستہائے متحدہ کی درآمد و برآمد کے باہمی تناسب کی مکمل تاریخ ہارورڈ یونیورسٹی کے رسالہ موسوم بہ Review of Economic Statistics مورخہ جولائی ۱۹۱۹ء میں موجود ہے۔

باب ۳۳
بین الاقوامی ادائیوں کا توازن

اس میں (یعنی ۱۸۷۹ء) اور اس کے بعد کے متصل سالوں میں امریکا کی اچھی فصلوں اور بیرونی ممالک کی خراب فصلوں کی وجہ سے امریکا سے غیر معمولی کثیر مقدار میں اشیا کی برآمد ہوئی؛ اور دوسری جانب اسی زمانے میں ریلوں کی نقل وحمل کی اصلاح وترقی نے اشیا کی برآمد میں بڑی سہولت پیدا کردی۔ اس کے نتیجے کے طور پر ملک میں سونے کی درآمد ہوئی، اس کے علاوہ ملک کی کانوں سے جو سونا نکلا وہ بھی ملک ہی کے اندر رہا، جس کی وجہ سے از سر نو قائم شدہ فلزی نظام کی بنیاد نہایت مستحکم بن گئی۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ تجارپیشہ کے انداز میں جو خیال شدومد کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے اس کا محرک اس قسم کے حقیقی فائدے کے امور کا لحاظ نہیں ہے، بلکہ محض جہالت اور لاعلمی ہے۔ لوگ اپنی انفرادی آمدنیوں کا اندازہ زر کے حوالے سے کرتے ہیں، اخراجات پر آمدنی کی زیادتی سے اپنے منافع کا اندازہ لگاتے ہیں، اور اس طرح ان کے ذہنوں میں یہ خیال جاگزیں ہو گیا ہے کہ زر دولت کی سب سے اہم شکل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تجارپیشہ کے تصور کی ابتدائی اور بھدی شکل یہی تھی۔ زر کاغذی کے مفرط اجرا اور قوموں کے نقد ذخیروں میں اضافہ کر کے ان کی خوش حالی کو بڑھانے کی دوسری تدابیر کی حمایت و وکالت کی تہ میں اسی قسم کی جہالت اور مغالطہ مضمر تھا۔

کسی ایک ملک اور اس کے ہمسایہ ممالک میں سے صرف ایک ملک کی باہمی تجارتی حالت کی جو تشریح وتوجیہ اکثر کی جاتی ہے اس میں تجارپیشہ کے خیالات کی ایک عجیب وغریب شکل ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً کنیڈا سے ریاستہائے متحدہ کو اشیا کی برآمد ریاستہائے متحدہ سے کنیڈا کو اشیا کی برآمد سے زیادہ ہو سکتی ہے؛ ایسی صورت میں بالعموم یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ اس قسم کی تجارت ریاستہائے متحدہ کے حق میں نقصان رساں اور ناموافق ہے، (مثلاً اس زمانے میں جبکہ دونوں ملکوں کے مابین باہمی معاہدات طے پاتے ہیں یہ خیال ذہن میں ہوتا ہے) لیکن اس طرح مقابلہ و موازنہ کرنا بے معنی شے ہے۔ جہاں تک درآمد اور برآمد کی باہمی نسبت کسی حد تک اہمیت رکھتی ہے وہاں تک، اس کو صرف کسی دو ملکوں کے کاروبار اور لین دین کے توازن سے نہ جانچنا چاہئے، بلکہ اس ایک ملک اور دیگر تمام ممالک کے مابین جو توازن

باب ۳۳ بین الاقو[امی] ادائیوں [کا] توازن

ہوتا ہے اس سے جانچنا چاہئے۔ یہ امر کہ ریاستہائے متحدہ سے انگلستان کو اشیا کی برآمد اس برآمد سے زیادہ ہے جو انگلستان سے امریکا کو ہوتی ہے یا یہ امر کہ برازیل سے ریاستہائے متحدہ میں جو درآمد ہوتی ہے وہ ریاستہائے متحدہ سے برازیل کی درآمد کے مقابلے میں زائد ہے نفس معاملہ پر کچھ بھی اثر نہیں ڈالتا۔ یہاں اس امر کا اعتراف کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ بعض سربرآوردہ زعماءِ قوم، صحیفہ نگار، اور جوشیلے لیڈر اس موضوع پر بہت کچھ ناواجب باتیں کہہ جاتے ہیں، اور صرف دو ملکوں کو لے کر ان کی مجموعی خرید اور فروخت کا

478

اس طرح موازنہ کرتے ہیں گویا اس سے حقیقت میں ان کی باہمی تجارت کے اضافی منافعے کا اظہار ہوتا ہے۔ بین الاقوامی تجارت کے حقیقی فوائد اور مختلف ملکوں کے اضافی منافعے کا اندازہ اس سے بالکل جداگانہ طریق پر کرنا پڑتا ہے، جیسا کہ آئندہ بابوں سے ظاہر ہوگا۔

479

باب سی و چہارم

نظریۂ تجارت بین الاقوام۔ کسی خاص شئے کی درآمد یا برآمد کیوں کیجاتی ہے؟

(۱) بعض عام واقعات: مختلف ممالک میں آمدنیاں بہ شکل زر اور قیمتیں مختلف ہوتی ہیں؛ لیکن تجارت بین الاقوام میں داخل ہونے والی اشیا کی قیمتیں یکساں ہوتی ہیں۔ برآمد کرنے والے ملکوں میں اجرت بہ شکل زر لازمی طور سے ادنیٰ نہیں ہوتی۔ (۲) کوئی ملک وہی اشیا برآمد کرتا ہے جن میں اس کی محنت مقابلتہً زیادہ موثر ہو، یعنی جن کی تیاری میں اس کو مقابلتہً زیادہ سہولت حاصل ہو۔ اعلیٰ و ادنیٰ اجرتوں کے ملکوں کی مثالیں۔ (۳) مزدوروں کی کسی خاص جماعت کی ادنیٰ اجرت، اضافی فائدے یا سہولت کی حیثیت سے عمل کرتی ہے۔ عام طور سے ادنیٰ اجرت، بین الاقوامی تجارت کو متاثر نہیں کرتی یا عام طور سے دوسرے کے مقابلے میں کم قیمت پر فروخت کرنے کے قابل نہیں بناتی۔ (۴) ممکن ہے کہ کوئی ملک ان اشیا کی درآمد کرے جن کے لیے اس کی محنت پیدآور ہو، بشرطیکہ اس کی محنت دوسری اشیا کے لیے اس سے بہت زیادہ پیدآور ہو۔ لیکن تجارت بین الاقوام کا انحصار زیادہ تر اختلافات مطلق پر ہوتا ہے۔ (۵) موازنہ مصارف کے اختلافات سے رونما ہونے والے نفع کا انحصار مختلف ملکوں کے مابین مزدوروں کی عدم تغیر پذیری پر ہوتا ہے۔ (۶) کوئی ملک ممکن ہے کہ کسی مقررہ شے کی رسد کا کچھ جزو درآمد کرے اور کچھ جزو اپنے ہی حدود کے اندر تیار کرے۔ اس حد تک استخراجی حرفت اور صنائع کا اختلاف و فرق۔

۱۔ گزشتہ بابوں میں زیادہ تر تجارت بین الاقوام کے نظام پر بحث کی گئی۔ لیکن اب ہم اس سے زیادہ اہم اور اساسی امور کی بحث کی جانب توجہ کر سکتے ہیں؛ یعنی مختلف ملکوں میں قیمتوں اور آمدنیوں کے تغیرات و اختلافات؛ اس چیز کو متعین کرنے والے اسباب کہ ایک ملک کونسی اشیا برآمد کرے گا یا کونسی درآمد کرے گا؛ مختلف ملکوں کے درمیان فلز کی نقل و حرکت اور قدر زر کے اضافے یا تخفیف کی اہمیت؛ اور تجارت بین الاقوام سے حقیقی نفع۔ لیکن ہم سب سے اول ان امور پر بحث کریں گے کہ کسی ملک کی درآمد و برآمد کس طریقے سے متعین ہوتی ہے، اور قیمتوں اور آمدنیوں میں تغیرات و اختلافات واقع ہونے کی اہمیت اور ان کا سبب کیا ہے۔

سہولت تفہیم کی خاطر ہم یہ فرض کریں گے کہ تجارت آزاد ہے۔ درآمد پر عائد کردہ محصول بہت اہم تغیر آفرین اثرات پیدا کرتے ہیں۔ لیکن ان امور کی تفہیم اس وقت اچھی طرح ہو سکتی ہے جبکہ تجارت آزاد کے عمل پر اول نظر ڈال لی جائے۔

ہمیں پہلے بعض ایسے عام واقعات پر نظر ڈالنی چاہئے جو بالعموم نظر انداز کر دیے جاتے ہیں؛ یہ واقعات سب مبصروں کے پیش نظر ہوتے ہیں، مگر ان سے بہت کم اشخاص صحیح نتائج اخذ کرتے ہیں۔ ان عام واقعات میں سے ایک واقعہ مختلف ممالک میں زر کی قدر میں اختلافات کی موجودگی ہے؛ یعنی یہ کہ قیمتوں میں اور آمدنیوں بحوالہ زر کی سطح میں بہت اختلافات ہوتے ہیں۔ آیندہ چل کر بحث کے دوران میں معلوم ہوگا کہ آمدنیوں (بحوالہ زر) کے اختلافات نسبتہً بہت زیادہ اہم ہیں، اور یہ کہ قیمتیں ہمیشہ آمدنیوں (بحوالہ زر) کے ساتھ ساتھ تبدیل نہیں ہوتیں؛ لیکن سردست ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ قیمتوں اور آمدنیوں (بحوالہ زر) میں عام طور سے ساتھ ساتھ تغیرات واقع ہوتے ہیں۔ اجرت متعارفہ اور دوسری آمدنیاں (بحوالہ زر)، نیز اکثر اشیا کی قیمتیں، انگلستان کے مقابلے میں ریاستہائے متحدہ میں، فرانس اور جرمنی کے مقابلے میں انگلستان میں، اٹلی اور اسپین کے مقابلے میں فرانس اور جرمنی میں، بہت اعلیٰ ہیں؛ اور جاپان، ہندوستان، اور چین جیسے ملکوں میں سب سے کم ہیں۔

480

جہاں اجرت متعارفہ اور اکثر اشیا کی قیمتوں کے اختلافات بہت نمایاں ہیں تو، یہ بھی ظاہر ہے کہ بعض اشیا ایسی بھی ہیں جن کی قیمتوں میں مختلف ملکوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

اور یہی وہ اشیا ہوتی ہیں جن کا بین الاقوامی تجارت میں معاملہ کیا جاتا ہے؛ یعنی جو برآمد اور درآمد کے سلسلے میں ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل ہوتی ہیں۔ اگر ہم بار برداری کے مصارف سے قطع نظر کرلیں تو، تجارت کرنے والے سب ملکوں میں ان کی قیمتیں یکساں ہوتی ہیں۔ جہاں مصارف نقل و حمل زیادہ ہوتے ہیں وہاں، ان کی قیمتوں میں بڑی حد تک فرق ہوسکتا ہے؛ اس لحاظ سے ہم صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ قیمتیں مقررہ حالت سے بہت دور نہیں ہوتیں۔ یہ ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ ہم فی الحال قیمتوں کے اس فرق کو نظر انداز کریں گے جو درآمد اور برآمد پر محصولات کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر اس عام اصول کو سب واقعات پر صحت کے ساتھ منطبق کرنے کی کوشش کی جائے تو، اس میں کچھ شرائط کا اضافہ کرنا پڑے گا۔ بعض اوقات کوئی نئی شے ایک ملک سے دوسرے میں منتقل ہوجاتی ہے، سوداگر اس کو ایک ملک میں ارزاں قیمت پر خرید کر اسی کو دوسرے میں گراں قیمت پر فروخت کرتے ہیں، اس صورت میں قیمتوں میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ یہ صورت اس مقام پر واقع ہوتی ہے جہاں اکتشافات اور وسائل آمد و رفت کی سریع اصلاح و ترقی کی وجہ سے تجارت کے لیے نئی نئی سہولتیں اور مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن مرور زمانہ کے ساتھ تجارتی مقابلہ ان فروق اور اختلافات کا قلع قمع کردیتا ہے۔ اس میں بھی، دوسری صورتوں کے مثل، منافعہ وہی حاصل کرتے ہیں جو سب سے پہلے ان کاموں میں ہاتھ ڈالتے ہیں؛ کثیر منافعہ کمانے سے عارضی طور پر پرہیز کیا جاتا ہے؛ اور آخر الامر قیمتوں میں صرف اسی قدر فرق باقی رہ جاتا ہے جس قدر کہ مصارف نقل و حمل اور معمولی کاروباری منافع کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ معاشیات میں ایسے اصول بہت کم ہیں جو صحیح معنوں میں سب حالات پر صادق آتے اور منطبق ہوتے ہوں؛ یہ اصول چند بڑے بڑے عام میلانات کو ظاہر کرتے ہیں؛ چنانچہ یہاں جو اصول بیان کیا گیا ان ہی میں سے ایک ہے؛ یعنی یہ کہ بین الاقوامی تجارت میں جن اشیا کی خرید و فروخت دائمی طور سے اور بڑے پیمانے پر ہوتی رہتی ہے وہ تقریباً تمام تجارتی ملکوں میں ایک ہی مقررہ قیمت پر فروخت ہوتی ہیں۔ گیہوں ریاستہائے متحدہ، اور انگلستان میں تقریباً ایک ہی قیمت پر فروخت ہوتا ہے؛ لنکا اور ریاستہائے متحدہ میں چاء ایک ہی قیمت پر فروخت ہوتی ہے؛ ریاستہائے متحدہ اور

برازیل میں قہوے کی قیمت فروخت ایک ہی ہے؛ اون ایک طرف آسٹریلیا میں اور دوسری طرف انگلستان، فرانس اور جرمنی میں تقریباً ایک ہی قیمت پر فروخت ہوتا ہے۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ قیمتیں تقریباً ایک ہی ہوتی ہیں۔ کسی شے کے ایک ملک سے دوسرے ملک میں برآمد ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کی قیمت برآمد کرنے والے ملک میں نسبتہً ارزاں ہو؛ یعنی کم از کم مصارف نقل و حمل کی حد تک ضرور کم ہو۔

لیکن برآمد کرنے والے ملک میں اجرت متعارفہ لازمی طور سے نسبتہً کم نہیں ہوتی؛ چنانچہ ریاستہائے متحدہ میں بمقابلۂ انگلستان، اجرت متعارفہ زیادہ ہے؛ پھر بھی ریاستہائے متحدہ سے برطانیہ کو گیہوں برآمد ہوتا ہے۔ چین کے مقابلے میں انگلستان میں اجرت متعارفہ زیادہ ہے؛ پھر بھی انگلستان چین کو ہر قسم کی مصنوعات بھیجتا ہے۔ جرمنی کی نسبت آسٹریلیا میں اجرت متعارفہ زیادہ ہے؛ پھر بھی آسٹریلیا جرمنی کو اون کی برآمد کرتا ہے۔ تجارت بین الاقوام کے بارے میں ایک عام خیال یہ ہے کہ جس ملک میں اجرت کم ہوتی ہے اس کے متعلق یہ قرینہ ہوتا ہے کہ وہ کثیر مقدار میں اشیا برآمد کرے؛ اور جہاں اجرت زیادہ ہوتی ہے اس کے لیے برآمد کرنے میں دشواری پیش آسکتی ہے۔ پھر بھی اوپر جس طرح کے عام واقعات بیان کیے گئے ہیں ان کے مثل دیگر واقعات پر لمحہ بھر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ہونا ناممکن ہے۔ چنانچہ گزشتہ بابوں میں بیان کیا جا چکا ہے کہ بجز اس صورت کے جس میں اشیا کی تجارت کے علاوہ دیگر مدات کے لیے رقم ادا کرنی پڑے کسی ملک کی برآمد کی قیمت اس کی درآمد کی قیمت کو متوازن کر دیتی ہے۔ جن ملکوں میں اجرت متعارفہ زیادہ ہوتی ہے ان کی برآمد کم اجرت متعارفہ والے ملک سے کسی طرح کم نہیں ہوتی۔ اسی قسم کے دو ملکوں کے مابین تجارت ہونے کی صورت میں کوئی ملک دوسرے سے زیادہ برآمد نہیں کر سکتا؛ ان کے ذمہ کی رقوم واجب الادا ایک دوسرے کو متوازن کرتی ہیں۔

۲۔ تجارت بین الاقوام کے پہلے اہم اصول کی جانب یہ ابتدائی مسائل اشارہ کرتے ہیں۔ کوئی ملک وہی اشیا برآمد کرتا ہے جن کی قیمت اس کے حدود کے اندر کم ہو؛ اور یہ وہی اشیا ہوتی ہیں جن میں اس ملک کی محنت موثر طریق پر استعمال کی جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں جو معاشی تصانیف میں بالعموم مستعمل ہیں، یہ کہا جا سکتا ہے کہ کوئی ملک وہی اشیا برآمد کرنے کی جانب مائل ہوتا ہے جن میں اس کو اضافی سہولت اور فائدہ ہو۔

باب ۳۲ برآمد و درآمد

482

برخلاف اس کے کوئی ملک وہی اشیا درآمد کرنے کی جانب مائل ہوتا ہے، جن کی قیمت، اگر وہ اس کے حدود کے اندر تیار کی جائیں تو، نسبتہً زیادہ ہوگی؛ اور یہ ایسی اشیا ہوتی ہیں جن میں اس ملک کی محنت کم موثر طریقے سے استعمال ہو سکتی ہے، یعنی ان کی تیاری میں اس کو مقابلتہً کم سہولت اور فائدہ ہوتا ہے۔

مثلاً گیہوں، ریاستہائے متحدہ سے کثیر مقدار میں مسلسل برآمد کیا جاتا ہے[1]۔ ان مزدوروں کی اجرت متعارفہ جو گیہوں تیار کرتے ہیں بہت زیادہ ہے؛ کاشتکاروں اور ان کے اجرتی مزدوروں کو معقول معاوضہ دیا جاتا ہے۔ اگر ریاستہائے متحدہ میں گیہوں کی قیمت کم ہے تو، اس کی وجہ لازمی طور سے یہ ہے کہ اس کو پیدا کرنے والے مزدوروں کی محنت موثر ہے؛ یعنی محنت کا استعمال فائدے کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ عام خیال کہ اجرت کی زیادتی اور قیمتوں کی زیادتی لازمی طور پر ساتھ ساتھ واقع ہوتی ہے، بالکل بے بنیاد ہے؛ چنانچہ یہ دیکھا گیا ہے کہ اگر محنت کی پیدآوری زیادہ ہو تو، قیمتوں کی کمی کے ساتھ اجرت کی زیادتی پائی جاتی ہے۔ اب اجرت متعارفہ کو لیجئے۔ جہاں تک اجرت صیحہ کا تعلق ہے، وہاں تک، ہمیں آگے چل کر بخوبی معلوم ہوتا جائے گا کہ اجرت کی اعلیٰ شرح عام پیدآوری اور کارگزاری کا نتیجہ ہے۔ لیکن محض اجرت متعارفہ پر نظر کرنے اور تجارت بین الاقوام کی نسبت سے اس پر غور کرنے سے ہمیں اچھی طرح معلوم ہو جائے گا

[1] اگرچہ گیہوں کی برآمد کے رک جانے کا امکان ہے مگر میں نے گیہوں کی مثال ہی استعمال کرنا مناسب سمجھا۔ گیہوں کی کثیر المقدار برآمد میں تخفیف کی جانب جو میلان پایا جاتا ہے اس کو اس واقعے کی جانب منسوب کیا جاتا ہے کہ امریکا کو خود اس کی اپنی روز افزوں آبادی کے لیے ملکی پیداوار کی "ضرورت" ہے۔ یہ بیان ایک حد تک صحیح ہے۔ لیکن اس کی کیا وجہ ہے کہ آبادی اور "ضرورت" سے گیہوں کی سابق میں جو نسبت تھی وہ اب باقی نہیں رہی؟ وجہ یہ ہے کہ گیہوں کی پیدائش کے مصارف (یعنی مصارف مختتم) روز افزوں بڑھ رہے ہیں۔ دیکھو باب ۱۳ فصل (۴) اور باب ۴۲۔ ان مصارف کے اضافے کے معنی دوسرے الفاظ میں یہ ہیں کہ محنت بتدریج کم موثر ہوتی جا رہی ہے اور اضافی فائدہ بھی کم ہو رہا ہے۔ اور اسی وجہ سے برآمد میں کمی واقع ہو رہی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ نصاب کی کتاب کے لیے مستقبل میں شمالی مغربی کنیڈا کے گیہوں کی مثال زیادہ مناسب و موزوں ثابت ہو۔

کہ اجرت کی اعلیٰ شرح قیمتوں کی کمی اور برآمد کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے، بشرطیکہ یہ برآمد موثر محنت کا نتیجہ ہو۔ اگر اس کے برعکس کسی خاص پیدا آوری کے بغیر، اجرت متعارفہ زیادہ ہو تو اس صورت میں قیمتیں بڑھ جائیں گی۔ جس آجر کے لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ مزدوروں کو اعلیٰ اجرت متعارفہ ادا کرے، مگر جس کے مزدور بکثرت اشیا تیار نہیں کر سکتے، اس کو اپنے مصارف پورے کرنے کے لیے اپنی پیداوار کا اعلیٰ قیمت پر فروخت کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ جس ملک میں اجرت متعارفہ کی شرح اعلیٰ ہو، پیدا کنندے صرف ان ہی اشیا کی برآمد کا سلسلہ جاری رکھ سکتے ہیں جن میں مزدور کی پیدا آوری زیادہ ہو۔ ان اشیا کے پیدا کنندوں پر جن میں مزدور کی پیدا آوری کم ہے بیرونی مسابقت کا دباؤ روز بروز زیادہ ہوتا جائے گا، اور ممکن ہے کہ بیرونی اشیا کی درآمد کے مقابلے کی وجہ سے انھیں کاروبار ہی سے ہاتھ دھو بیٹھنا پڑے۔

چین سے چائے اور خام ریشم، برطانوی ہند سے سن، اور برازیل سے قہوہ برآمد ہوتا ہے۔ یہ سب ملک ایسے ہیں جن میں اجرت متعارفہ ادنیٰ ہے۔ لیکن یہ ایسے ملک بھی ہیں جن میں محنت عام طور سے غیر پیدا آور اور غیر موثر ہے۔ دوسری طرف یہ ملک ایسی مصنوعات کثیر مقدار میں درآمد کرتے ہیں جو صنعت گر ملکوں میں اعلیٰ اجرت ادا کر کے اور موثر محنت صرف کر کے نسبتہً زیادہ ارزاں طریق پر تیار کی جاتی ہیں۔ وہ خود ایسی اشیا برآمد کرتے ہیں جن میں ان کی محنت غالباً غیر موثر ہے، لیکن اس سے کم غیر موثر ہے جتنی کہ سوتی پارچہ، ظروف اور دوسری مصنوعات تیار کرنے میں ہوتی۔ وہ ایسی اشیا برآمد کرتے ہیں جن کے بنانے میں انھیں مقابلۃً سہولت اور فائدہ ہے؛ یعنی ایسی اشیا جن کے لیے خود ان کے علاقے میں محنت سب سے زیادہ موثر ہے۔

483

اس طرح ہم اعلیٰ اجرت متعارفہ والے اور ادنیٰ اجرت متعارفہ والے دونوں ملکوں کے بارے میں ایک ہی مقررہ نتیجے پر پہنچتے ہیں؛ یعنی یہ کہ وہ اشیا جن میں ملک کی محنت نسبتہً زیادہ موثر ہوتی ہے، نسبتہً ارزاں ہوتی ہیں اور ان کی برآمد کا قرینہ ہوتا ہے۔

موجودہ مقصد پر اس امر کا کوئی اثر نہیں پڑتا کہ اس محنت کی پیدا آوری کے کیا اسباب ہیں جس سے ملک کو فائدہ اور سہولت حاصل ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ اس پیدا آوری کا سبب خوش گوار آب و ہوا یا دوسری قدرتی موزونیت ہو یا پیچیدہ انسانی اسباب کے

باعث مہارت اور عام استعداد اس کا سبب ہو؛ یا ممکن ہے کہ ان سب اسباب کے مشترکہ اثر کی وجہ سے ان کی پیدا آوری اچھی ہو۔ گیہوں اور اس کی برآمد میں ریاستہائے متحدہ کو جو سہولت اور فائدہ ہے اس کا مدار ایک حد تک نئی اور زرخیز زمینوں کے وسیع خطوں کی تملیک پر ہے (یا تھا)؛ لیکن یہ سہولت یا فائدہ زیادہ تر اس وجہ سے بھی حاصل ہوتا ہے کہ یہاں کے کاشتکار بہت ذہین ہیں، وہ جدید آلات کشاورزی بڑی حد تک استعمال کرتے ہیں اور مغربی علاقوں سے بندرگاہوں کو گیہوں منتقل کرنے کا کرایہ ریل بہت ارزاں ہے۔ یہاں تمام اقسام کے اسباب کا عمل ایک ساتھ موجود ہے؛ یعنی نہ صرف قدرتی اسباب، بلکہ وہ اسباب بھی جو حقیت ارضی اور ملکیت زمین سے، عام تعلیم، جوش اور رامنگ سے، مصارف بار برداری کی شرحوں پر آزاد پر جوکھم کاروبار، خانگی ریلوں کی تعمیر اور تنظیم کے اثر سے متعلق ہیں۔ خواہ یہ اسباب کتنے ہی پیچیدہ کیوں نہ ہوں، ان کا واحد نتیجہ ظاہر ہے؛ یعنی یہ کہ امریکا کے گیہوں کو پیدا کرنے اور بذریعۂ جہاز روانہ کرنے کی محنت موثر ہے۔ اسی قسم کے اسباب کا اتحاد امریکا کے پٹرولیم اور تانبے کی برآمد کی تہ میں مضمر ہے؛ یعنی نہ صرف عظیم قدرتی ذرائع، بلکہ ان کو ترقی دینے میں بڑی مہارت اور بے باکانہ اولوالعزمی۔ امریکا کی اشیا برآمد کرنے والی بعض صنعتوں میں غیر معمولی قدرتی ذرائع کے بغیر تنہا بے باکانہ واولوالعزمانہ کاروبار اور مہارت ہی پیدا آوری اور ارزانی کی کافی توجیہ کر دیتی ہے؛ جیسا کہ آلات کشاورزی، قطع و برید کی کلوں، معماروں کے آلات اور برقی سازو سامان وغیرہ کے استعمال سے ظاہر ہوتا ہے۔ انگلستان سے مصنوعات کی کثیر المقدار برآمد بھی اعلیٰ اجرت، محنت کی پیدا آوری اور اضافی سہولت کے اسی اتحاد کی مثال پیش کرتی ہے؛ اس برآمد کا باعث ایک حد تک یہ ہے کہ یہاں کوئلہ اور لوہے کی کانیں، جو مصنوعات کی قدرتی اساس ہیں، بکثرت موجود ہیں؛ دوسری وجہ غالباً یہ ہے کہ یہاں کی آب و ہوا مصنوعات کی تیاری کے لیے بہت موافق ہے؛ اور بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ یہاں آزاد صنعت اور آزاد سیاسی اداروں کی بدولت صناعوں میں خاص مہارت، اولوالعزمی، جوکھم برداشت کرنے کی صلاحیت اور جوش و ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ چین کو چائے اور خام ریشم پیدا کرنے کی سہولت (یا کم تر وقت) کسی حد تک آب و ہوا اور کسی حد تک محنتی مزدوروں کی مہارت اور تجربہ کاری کے سبب سے حاصل ہے، جو نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتی چلی آرہی ہے۔

484

یہ واقعہ کہ فائدے اور سہولت کا یہ موخرالذکر سبب ... ت بخش اور پرخطر ہو سکتا ہے اس حد تک صحیح ثابت ہوتا ہے جس حد تک کہ موجودہ زمانے میں بعض حریف قوموں نے چین کو اس کی اس سابقہ خصوصی حیثیت سے کہ وہ تنہا ان اشیا کی برآمد کرتا تھا محروم کر دیا ہے۔ لنکا میں چائے اور جاپان میں خام ریشم کی برآمد کے سلسلے میں اسی لیے بہت کچھ ترقی رونما ہوئی ہے کہ ان دونوں ممالک میں ان اشیا کی تیاری کے لیے محنت کو بہترین طریقے پر موثر بنانے کے لیے باقاعدہ توجہ کی گئی ہے۔

۳۔ چونکہ قیمت کا ارزاں ہونا ہی کسی شے کی برآمد کو متعین کرنے والا اساسی عامل ہوتا ہے؛ اس لیے اشیا کو ارزاں بنانے والا سبب یا اسباب، سہولت پیدا کرنے والے عامل بن جاتے اور اس طرح برآمد کو فروغ دیتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ عام اجرت کی اونچی شرح، پیداوار کی برآمد کو نہ تو فروغ دیتی ہے اور نہ اس میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے؛ لیکن اگر محنت کی ایک خاص قسم غیر معمولی طور پر کم شرح اجرت پر دستیاب ہو سکے تو، اس محنت سے تیار ہونے والی شے کے برآمد ہونے کا قرینہ ہوتا ہے۔ گو کہ محنت کی پیدآوری زیادہ نہ ہو، لیکن غیر معمولی طور پر کم شرح اجرت، تیار کردہ اشیا کی قیمت کو گھٹانے میں مفید ثابت ہوئی ہے اور اس طرح اضافی فائدے یا سہولت کے برابر ہے۔ سوال کے اس پہلو کے متعلق ریاستہائے متحدہ کی روئی کی برآمد دلچسپ مسائل پیش کرتی ہے۔ آب وہوا، روئی کے ریشوں کی خوبی پر مفید اثرات ڈالنے کی حد تک اس برآمد کی بڑی حد تک توجیہ کر سکتی ہے؛ معاشری حالات بھی ایک اہم عامل خیال کئے گئے ہیں۔ خانہ جنگی سے پیشتر جنوبی علاقے کی روئی کی تجارت کی وجہ رسم غلامی خیال کی جاتی تھی؛ طریق غلامی سے یہ سہولت تھی کہ محنت بہت ارزاں شرح پر دستیاب ہوتی تھی۔ لیکن اس جنگ کے بعد سے (جبکہ شورش اور تغیر و تبدل کے ابتدائی سال گزر چکے تھے) برآمد کا کثیر اضافہ یہ ثابت کرتا ہے کہ رسم غلامی خود کوئی بڑا سبب نہ تھی۔ پھر بھی یہ صحیح ہے کہ روئی کی کاشت اب بھی زیادہ تر حبشی غلاموں کی محنت سے کی جاتی ہے، اور یہ محنت امریکا کے دوسرے مزدوروں کی محنت سے نسبتہً زیادہ ارزاں ہے۔ اس طرح برآمد کی مسلسل کثرت ان معاشری حالات کی جانب منسوب کی جا سکتی ہے جو رسم غلامی سے پیدا ہوئے ہیں۔ دوسری طرف اگرچہ، یہی حبشیوں کی محنت امریکا

کے عام معیاروں کے لحاظ سے بظاہر ارزاں معلوم ہوتی ہے! لیکن اس کی اجرت متعارفہ مصر،
ہندوستان اور دوسرے ایسے ممالک کی اجرت متعارفہ کے مقابلے میں زیادہ ہے جہاں
سے دنیا کے بازاروں میں امریکا کی سابقت میں روئی کی رسد آتی ہے۔ محنت کا کم ازکم
ایک حد تک کارگر اور موثر ہونا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں امریکی روئی کی کاشت کا بڑا
حصہ (مثلاً ٹیکساز میں) "سفید فام" مزدور کرتے ہیں جن کو معمولی طور سے اعلیٰ امریکی شرحوں
پر اجرت ملتی ہے۔ اس صورت میں برآمد کی توجیہ بڑی حد تک محنت کی پیداآوری میں
مضمر معلوم ہوتی ہے؛ گو کہ آب و ہوا کے اسباب بھی اس پیداآوری میں اضافہ کرنے میں
بلاشبہ اہمیت رکھتے ہیں۔

اجرت کی خاص طور سے ادنیٰ شرح کے اثر کی اس سے زیادہ واضح مثال
دوسرے ممالک میں مل سکتی ہے۔ سیکسنی (Saxony) اور بیویریا
(Bavaria) میں ایسے گنجان علاقے موجود ہیں جہاں کی آبادی ادنیٰ شرح
اجرت پر طویل گھنٹوں تک کام کرنے کے لیے آمادہ ہے۔ کھلونے، بعض قسم کے سوتی
پارچے اور بافتہ اشیا معمولی قیمتوں پر تیار کی جاتی ہیں اور ان کی برآمد کثیر مقدار میں ہوتی
ہے۔ اس کے علاوہ انگلستان میں جہاں ایک طرف اکثر اشیا کی برآمد محنت کی پیداآوری
اور اعلیٰ اجرت پر مبنی ہے، وہیں بعض نام نہاد "طفیلی" صنعتیں مثلاً زنجیر سازی اور
لیس بافی بھی موجود ہیں جن میں اجرت کی شرح خاص کر ادنیٰ ہے اور اسی لیے قیمتیں بھی
کم ہیں۔ معاشری نقطۂ نظر سے کسی ملک کی تجارت میں، خواہ وہ داخلی ہو یا خارجی، یہ کوئی
عمدہ عناصر نہیں ہیں۔ لیکن جہاں تک تجارت بین الاقوام کے مد و جزر کا تعلق ہے وہاں تک
خاص طور سے ادنیٰ اجرت اور خاص طور سے پیداآور محنت کا عمل ایک ہی مقررہ سمت
میں ہوتا ہے؛ یعنی متعلقہ اشیا کی برآمد کو یہ دونوں فروغ دیتے ہیں۔

اس مقام پر پھر یہ کہہ دینا مناسب ہوگا کہ ادنیٰ اجرت کی؛ ان صورتوں میں
بین الاقوامی تجارت پر جو اثر پڑتا ہے اس کا انحصار ان صورتوں کے مخصوص اور استثنائی
ہونے پر ہے۔ اگر ملک میں ہر قسم کی اجرت کی شرحیں ادنیٰ ہوں تو، کوئی شے دوسری
کے مقابلے میں ارزاں نہ ہوگی؛ اور برآمد یا درآمد پر کوئی اثر نمودار نہ ہوگا۔ اس مسئلے
کے بارے میں ریاستہائے متحدہ اور برطانیہ جیسے ملکوں میں، جہاں اجرت کی شرح بہت

اعلیٰ ہے، لوگوں کو یہ ڈر لگا ہوا ہے کہ کہیں ان کے ملکوں کی اشیا مصارف سے کم قیمت پر نہ فروخت ہوں، اور اس طرح پورا انتظام اس بنا پر شکست نہ ہو جائے کہ اشیا برآمد کرنے والے ملکوں میں سے بعض میں اجرت کی شرحیں نسبتہً ادنیٰ ہیں۔ تجارت بین الاقوام اور ادنیٰ شرح اجرت کا باہمی تعلق لمحہ بھر غور کا محتاج معلوم ہوتا ہے۔

فرض کیجئے کہ دو ملکوں، یعنی ریاستہائے متحدہ اور جاپان، کے درمیان پہلے کوئی تجارت نہ ہوتی تھی اور اب دفعتہً ان کے مابین تجارت شروع ہو جاتی ہے۔ یہ بھی مان لو کہ جاپان میں تمام پیشوں میں اجرت متعارفہ نسبتہً کم ہے، اور اشیا کی قیمتیں بہت ارزاں ہیں۔ ایسی صورت میں ریاستہائے متحدہ کے مقابلے میں جاپان میں زر کی قدر اعلیٰ ہوگی؛ اشیا کی تجارت صرف ایک ہی سمت میں ہوگی، یعنی جاپان سے ریاستہائے متحدہ کو اشیا کی برآمد ہوا کرے گی؛ اور اس طرح صرف جاپان میں فلز کی درآمد ہوگی۔ ایسی حالت میں، قیمتیں اور اجرت کی شرحیں جاپان میں بڑھ جائیں گی؛ اور ریاستہائے متحدہ میں گھٹ جائیں گی۔ جوں جوں یہ حالت مرور جاری رہیگی (اور خاص کر ریاستہائے متحدہ کے لیے یہ دور بلاشبہ بہت سخت آزمائش کا ہوگا) ویسے ویسے فلز کی نقل بتدریج گھٹتی جائیگی؛ حتیٰ کہ وہ بالکل رک جائے گی اور انجام کار توازن قائم ہو جائے گا۔ لیکن یہ توازن، دونوں ملکوں میں اجرت کی مساوات کی حالت میں قائم نہ ہوگا؛ اور قیمتوں کی مساوات کی حالت میں اور اس طرح باہمی تجارت کے منقطع ہو جانے کی صورت میں توازن قائم ہونے کا اس سے بھی کم امکان ہے۔ جب جاپان میں، فلز کی درآمد کے جواب میں، قیمتیں عام طور سے بڑھ جائیں گی تو ظاہر ہے کہ بعض اشیا کی قیمتوں میں اس سطح تک اضافہ نہ ہوگا جو امریکا میں انھی اشیا کی قیمتوں کی ہے۔ یہ وہی اشیا ہیں جن میں جاپانی محنت موثر ہے؛ یا کم از کم جن میں بعض قسم کے جاپانی مزدور غیر معمولی طور سے کم اجرت پاتے ہیں۔ اس قسم کی اشیا کی برآمد کا سلسلہ جاپان سے جاری رہے گا، خواہ وہاں اجرت اور قیمتوں میں عام طور سے اضافہ ہی کیوں نہ ہو گیا ہو۔ اس کے برعکس ریاستہائے متحدہ میں اجرت اور قیمتیں، دونوں، گھٹ جائیں گی۔ لیکن جب قیمتیں گھٹنا شروع ہوں گی تو، بعض اشیا کی قیمتیں جاپان کی قیمتوں کی سطح سے بھی کم ثابت ہوں گی۔ یہی وہ اشیا ہیں جن میں امریکا کی محنت کو اضافی فائدہ یا سہولت حاصل ہے یا جن میں کم از کم

486

اس محنت کا ادنیٰ شرح اجرت قبول کر لینا ضروری ہے۔ یہ اشیا، جیسے جیسے جاپان میں اشیا کی قیمتیں بڑھتی جائیں گی، وہاں برآمد کی جائیں گی اور ان کی برآمد کا سلسلہ باقاعدگی کے ساتھ جاری رہے گا۔ دوسرے الفاظ میں، سب اشیا کے بارے میں کبھی یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ دوسرے ملک کی اشیا کے مقابلے میں کم قیمت پر مسلسل فروخت ہوں۔ دونوں ملکوں کے زر کی قدر میں مساوات قائم ہونا یا مساوات کی جانب میلان پیدا ہونا تقریباً یقینی ہے؛ اور اس کے بعد درآمد و برآمد کی ترقی ہوگی اور ہر ملک ان ہی اشیا کی برآمد کرے گا جن میں اس کو سہولت اور فائدہ ہے اور ان اشیا کی درآمد کرے گا جن کی تیاری میں اس کو فائدہ اور سہولت نہیں ہے۔

اس قسم کی غیر معمولی صورت کبھی ظاہر نہ ہوئی۔ مختلف ملکوں میں اضافی اجرتوں اور قیمتوں میں تدریجی اور تقریباً غیر محسوس طریقے پر تطابق اور تنظیم عمل میں آئی۔ انیسویں صدی کے آخری عشروں سے قبل تک جاپان نے اپنی تجارت کے دروازے غیر ملکوں کے لیے بند کر رکھے تھے لیکن اس کے بعد جبکہ غیر ممالک سے اس کی تجارت شروع ہوئی اور یہاں حیرت انگیز سیاسی اور صنعتی انقلاب کا آغاز ہوا تو، جاپان میں دفعتہً تبدیلی واقع ہوئی۔ تقریباً تمام حالتوں میں تطابق و تنظیم کی اساسی صورتیں ایک مدت قبل طے ہو گئیں۔ اور یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ یہ عام تطبیق و تنظیم ایسی نہ تھی کہ اس کی بنا پر اجرت متعارفہ یا قیمتوں میں مساوات قائم ہوتی؛ چنانچہ اس کی وجہ سے تمام دنیا میں زر کی قدر میں یکسانیت نہیں پیدا ہوئی۔ ریاستہائے متحدہ اور جاپان کی مفروضہ تجارت میں توازن اور ثبات پذیر مبادلہ قائم ہو جائے گا، بشرطیکہ ان دونوں ملکوں کی صنعتی خصوصیات ویسی ہی رہیں جیسی کہ اب ہیں؛ خواہ ریاستہائے متحدہ میں اجرت متعارفہ کی شرحیں اور اکثر قیمتیں اعلیٰ ہی کیوں نہ ہوں۔ مختلف ممالک کی اجرت کی شرحوں اور عام قیمتوں کے فرق و اختلافات کے کیا اسباب ہیں، ان پر غور کرنا ابھی باقی ہے۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ وہ اشیا کو کم قیمت پر فروخت ہونے کی جانب یا ایسی حالت کی جانب ہمیں نہیں لے جاتے جس میں تجارت مسلسل محض ایک ہی سمت منتقل ہو۔

۴۔ اضافی فائدہ اور سہولت کے اصول سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی ملک کا ایسی اشیا کی تیاری سے قاصر رہنا ممکن ہے جن کی اس کی جانب سے منافع کے ساتھ

487

تیاری کی بادی النظر میں توقع ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ ایسی اشیا درآمد کرے جن کی تیاری میں اس کی محنت ان ہی اشیا کے برآمد کرنے والے ملک کی محنت کے مقابلے میں نسبتہً زیادہ کارگر اور موثر ہو۔ ہر قسم کی تجارت بین الاقوام کا مدار ٹھیک اسی قسم کے تعلق و تناسب پر نہیں ہوتا؛ لیکن اس کے تحت بین الاقوامی تجارت کی خصوصیات سب سے زیادہ نمایاں طریقے پر ظاہر ہوتی ہیں۔

اگر کسی ملک کو کسی شے کے تیار کرنے میں دوسری اشیا کے مقابلے میں کم سہولت اور فائدہ ہو، گو فی نفسہٖ اس شے کی تیاری میں اس کو کوئی دقت نہ ہو تو، وہ شے درآمد کی جائے گی۔ بھنگ کی کاشت اور پیدائش کے لیے، روس کی محنت کی پیداوری کے مقابلے میں ریاستہائے متحدہ کی محنت کی پیداوری کچھ کم نہیں ہے؛ بلکہ یہاں کی پیداوری غالباً نسبتہً زیادہ ہے؛ پھر بھی روس سے ریاستہائے متحدہ میں بھنگ کی درآمد ہوتی ہے۔ سن کے ریشے کی تیاری کے لیے، بلجیم کی محنت کی پیداوری سے، یا آئرلینڈ یا جرمنی کی سوتی پارچہ بنانے کی محنت کی پیداوری سے ریاستہائے متحدہ کی محنت کی پیداوری کم نہیں ہے؛ لیکن امریکا میں سن اور سوتی پارچہ کی پھر بھی درآمد ہوتی ہے، اور یہ بھی ایسی حالت میں جبکہ ان پر بھاری محصول عائد ہیں (بھنگ البتہ محصول سے مستثنیٰ ہے)۔ چین، ایشائے کوچک، روس اور دیگر کم ترقی یافتہ اور پسماندہ ملکوں میں خام اون جس سے قالین بنائے جاتے ہیں جتنی کم محنت سے تیار ہوتا ہے اتنی ہی کم محنت سے ریاستہائے متحدہ میں بھی اس کی پیدائش ممکن ہے؛ لیکن اس کے باوجود ان علاقوں سے یہاں اس کی درآمد ہوتی ہے۔ ان روزمرہ کے مظاہر کی توجیہ یہ کی جا سکتی ہے کہ ریاستہائے متحدہ میں محنت بہت زیادہ گراں ہے۔ اس توجیہ کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک، وہ کافی صحیح ہے؛ لیکن سوال یہ ہے کہ محنت گراں کیوں ہے؟ یہاں کی اجرتوں کی اعلیٰ شرح ہر قسم کی اشیا کی درآمد کی جانب رہنمائی نہیں کرتی، نہ ان اشیا کی برآمد کو روکتی ہے جن میں محنت کی پیداوری زیادہ ہے۔ اجرت کی اعلیٰ شرح، عام اعلیٰ کارکردگی اور پیداوری کا نتیجہ ہے۔ ایک مرتبہ جب اعلیٰ اجرت کا رواج ہو جاتا ہے اور وہ قائم ہو جاتی ہے تو، وہ ان ممکنہ صنعتوں کے لیے سخت دشواریاں پیدا کر دیتی ہے جن میں پیداوری اعلیٰ نہیں ہے۔ اس واقعہ کی حقیقی توجیہ کہ اشیا کی تیاری

488

باب ۱۲ درآمد و برآمد

کی محنت میں کوئی وقت یا نقصان نہیں ہوتا، لیکن اس کے باوجود وہ مسلسل درآمد کی جاتی ہیں یہ ہے کہ وہ ایسی اشیا کی شرح پیدائش کا مقابلہ نہیں کر سکتیں جن میں ملک کی محنت زیادہ موثر اور پیدآور طریقے سے استعمال کی جاتی ہے۔

بظاہر کسی ملک کا مفاد اسی میں مضمر ہوتا ہے کہ وہ اپنی محنت کو مفید ترین شعبوں میں استعمال کرے؛ یعنی نہ صرف ایسی صنعتوں میں جن میں وہ بلا دقت یا محض خفیف سہولت کے ساتھ استعمال کی جاسکے' بلکہ ان صنعتوں میں بھی جن میں اس کو سب سے زیادہ فائدہ ہو۔ علیٰ ہذا کوئی شخص اپنا فائدہ اس میں پاتا ہے کہ اپنے آپ کو صرف اس پیشے کے لیے وقف کر دے جس کے لیے وہ سب سے زیادہ مہارت اور موزونیت رکھتا ہو۔ راج، دیوار بنانے کے لیے خود ہی اینٹ ڈھوے ڈھوے نہیں پھرتا؛ گو کہ اگر وہ چاہے تو، ٹوکرے میں اینٹ ڈھونے والے مزدور کے برابر بلکہ اس سے زیادہ ڈھو سکتا ہے۔ وہ اینٹ ڈھونے والے کے مقابلے میں بدرجہا زیادہ اچھے طریقے پر دیوار بنا سکتا ہے؛ چنانچہ اس پیشے سے اپنے کو مختص کر کے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ کوئی قابل کاروباری شخص بہت سا معمولی کام بلکہ ایسا کام بھی اپنے ماتحتوں اور محرروں کے تفویض کر دیتا ہے جس میں کچھ ذمہ داری اور معاملات کا فیصلہ کرنا پڑتا ہو اور جس کو وہ خود بہتر انجام دے سکتا ہے؛ اور خود کو اس سے زیادہ مشکل کام' یعنی انتظام و نگرانی' کے لیے جس میں وہ مخصوص مہارت رکھتا ہے' وقف کر دیتا ہے۔

لیکن ہر قسم کی بین الاقوامی تجارت یا افراد کے مابین ہر قسم کی محنت کی تقسیم کی بالکل اسی طرح توجیہ و تشریح نہیں کی جاسکتی۔ بالعموم فریقین کو سہولت تامہ یا فائدہ فائقہ حاصل رہتا ہے۔ ممکن ہے کہ راج، جسمانی حیثیت سے طاقتور رہے بغیر' اپنے فن میں کامل اور ماہر ہو؛ اور ممکن ہے کہ اینٹ ڈھونے والا نسبتہً زیادہ اینٹ ڈھو سکتا ہو؛ لیکن ہر شخص اپنا کام خود ہی دوسرے کے مقابلے میں بہتر کر سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ قابل کاروباری شخص محرری کا کام خود اتنی عمدگی کے ساتھ نہ کر سکے جتنی عمدگی کے ساتھ اس کا محاسب کر سکتا ہے۔ ذرا سا بے صبرا پن، غصہ اور تلون' جو ذی اقتدار اور سربرآوردہ اشخاص کی خصوصیت متاثر ہوتی ہے، یکساں اور ریک ڈھنگی دفتری کام انجام دینے کے لیے کاروباری شخص کو غیر موزوں بنا سکتا ہے۔ اسی طریقے سے ممکن ہے کہ کوئی

ملک ایک صنعت میں سہولتوں سے بالکل محروم اور دوسری میں کامل فائدہ فائقہ رکھتا ہو۔ بعینہٖ یہی حال معتدل اور گرم ملکوں کا ایک دوسرے کے مقابلے میں ان اشیا کے بارے میں ہوتا ہے جن کا وہ آپس میں عام طور سے مبادلہ کرتے ہیں۔ چنانچہ برازیل میں، ریاستہائے متحدہ کے مقابلے میں، قطعی طور پر کم تر محنت سے قہوہ تیار ہوتا ہے؛ علیٰ ہذا ہندوستان، ریاستہائے متحدہ کے مقابلے میں، کم تر محنت سے سن تیار کرتا ہے؛ اور ان سب ممالک کے مقابلے میں ریاستہائے متحدہ کم تر محنت کے ساتھ گیہوں تیار کرتی، اس کا آٹا بناتی، اور روئی کاتتی اور اس کا کپڑا بنتی ہیں۔

۵۔ بین الاقوامی تجارت کے فائدہ کی بنیاد اور اس تجارت کی توسیع کے امکان میں اس لحاظ سے اختلاف ہوتا ہے کہ تجارت محض تقابلی سہولت کے اختلافات پر مبنی ہے یا ان اختلافات مطلق پر جن کو اوپر سب سے آخر میں بیان کیا گیا۔ دوسری صورت میں یعنی جہاں ہر ملک کو ہر حیثیت سے نمایاں تفوق حاصل ہو، باہمی مبادلہ ہر حالت میں باہمی فائدے کا موجب ہوگا۔ گو ممکن ہے کہ نفع میں ان کی شرکت مساویانہ نہ ہو (چنانچہ اس کے متعلق آئندہ باب میں تفصیلی بحث کی جائے گی)، پھر بھی ان کا مفاد اسی میں مضمر ہوگا کہ وہ تجارت کو جاری رکھیں۔ لیکن جہاں صرف اضافی فائدہ یا تقابلی سہولت ہو وہاں، تجارت کا وجود اور اس کا فائدہ اس واقعہ پر مبنی ہوتا ہے کہ مزدور آزادی کے ساتھ ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل نہیں ہوتے؛ مثلاً فرض کرو کہ ریاستہائے متحدہ کی محنت اٹلی کے مقابلے میں بحیثیت مجموعی زیادہ پیدا آور ہے؛ پھر بھی اہل امریکا کا اس میں فائدہ ہے کہ وہ ایسی اشیا کو اٹلی سے درآمد کریں جن میں اگرچہ ان کو سہولت اور فائدہ ہے تاہم یہ سہولت اور فائدہ کمتر ہے۔ لیکن اٹلی کے باشندوں کے لیے بھی یہ زیادہ مفید ہوگا کہ وہ من حیث الجماعت ریاستہائے متحدہ کو منتقل ہو جائیں۔ محض اسی وجہ سے کہ اطالوی ایسا کرنے سے قاصر ہیں اور اپنے ہی ملک میں سکونت پذیر رہنے کو ترجیح دیتے ہیں، ایسی تجارت قائم رہے گی جو فائدہ مطلق پر مبنی نہیں ہے۔

اس طرح، اس قسم کی تجارت کے غیر معین طریقے پر جاری رہنے کا مدار مختلف ملکوں کی محنت کی عدم نقل پذیری پر ہے؛ یعنی زبان، قومیت، مذہب کے تعلقات

باب ۳۴ برآمد و درآمد

اور ان مزاحمتوں پر ہے جو جہالت اور افلاس سے پیدا ہوتی، لوگوں کو گھر گھسنا بناتی اور وطن سے وابستہ رکھتی ہیں۔ اگرچہ فی زمانہا توطن خارجی بہت بڑھ گیا ہے، لیکن پھر بھی اتنا نہیں کہ موجودہ عدم نقل پذیری کا بالکل خاتمہ کرنے کے لیے کافی ہو۔ مذکورہ بالا مثال میں اگر کل اطالوی، ریاستہائے متحدہ کو منتقل ہوجائیں تو، وہ سابقہ حالت سے نسبتۃً بہت اچھے رہیں گے۔ جب تک وہ اپنے وطن میں رہیں اس وقت تک، وہ اہل امریکا کو اس قیمت سے زیادہ ارزان اشیا کی سربراہی کرتے ہیں جس پر یہ اشیا ریاستہائے متحدہ میں تیار ہوسکتی ہیں۔ اگر وہ ایک دفعہ ریاستہائے متحدہ میں منتقل ہوجائیں تو وہ حقیقت میں پہلے کی نسبت بہت کم محنت کے ساتھ اشیا تیار کریں گے؛ لیکن اس محنت کی اجرت امریکا کی اعلیٰ شرح کے حساب سے ادا کی جانی ضروری ہوگی، اور اشیا کم ارزاں ہوں گی۔ اہل امریکا (یا انھیں اخلاقاً امریکا کے دوسرے باشندے کہنا مناسب ہوگا) پہلے کے مقابلے میں کم خوش حال ہوں گے۔ یہ خیال بلاشبہ کیا جاسکتا ہے کہ جب اطالوی امریکا جائیں گے تو، انھیں وہاں امریکا کی انتہائی شرح سے اجرت نہ ملے گی۔ ممکن ہے کہ انھیں امریکیوں کے لیے کم شرح اجرت پر اشیا تیار کرنی پڑیں جیسا کہ اٹلی میں رہ کر کی تھیں۔ اور یہ صحیح ہے کہ نو وارد مہاجر فی الحقیقت ایک جماعت کی شکل رکھتے ہیں۔ لیکن ان کی اجرت بظاہر امریکا کی شرح کے قریب قریب ہوگی۔ اگرچہ وہ ایسی اجرت پر کام کریں گے جس کی سطح ریاستہائے متحدہ کی اجرت کی معمولی سطح کے مساوی نہ ہوگی، لیکن وہ اسی ارزان طریق پر امریکیوں کی خدمت نہ کریں گے جیسا کہ ان کے ہموطن جو اپنے ملک میں ٹھیرے ہوئے ہیں۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ بالکل اسی طرح کی اشیا جن کی قدیم ملکوں سے درآمد ہوتی ہے یا تجارت آزاد کے تحت درآمد ہوگی تیار نہیں کرتے۔ ان اشیا کی درآمد کا سلسلہ جاری رکھنا اہل امریکا کے لیے فائدہ مند ہوگا، خواہ یہاں کی محنت ان کے تیار کرنے میں بیرونی محنت کے مقابلے میں زیادہ موثر ہی کیوں نہ ہو۔ دنیا کی پیدآور قوتوں کی مثالی یا معیاری تقسیم میں (جس کو ہم عبقریاتی (Utopian) تقسیم کے نام سے موسوم کرسکتے ہیں)، تقسیم عمل اور تجارت، جس کا مدار کلیۃً مصارف پیدائش کے تقابلی اختلافات پر ہوتا ہے، باقی نہ رہے گی۔ لیکن انسانوں اور قوموں کی موجودہ حالت میں، قوموں، فرقوں اور نسلوں کے باہمی عظیم تاریخی اختلافات اور ان کے نتیجے کے طور پر محنت کی عدم نقل پذیری کا کچھ کم اثر

490

نہیں پڑے گا۔[1]

۶۔ گزشتہ تشریح سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ کوئی ملک اپنے علاقے کے اندر ایسی اشیا تیار نہیں کرتا جن کو وہ درآمد کرتا ہے؛ اور اس کے برخلاف جو اشیا برآمد کرتا ہے ان کی رسد کلاً یا مجموعی حیثیت سے کسی دوسرے ملک یا ملکوں میں بھیجی جاتی ہے۔ لیکن یہ نتیجہ لازمی طور سے نہیں نکلتا؛ اور خاص کر ان کثیر التعداد اشیا کے بارے میں ایسا نتیجہ نہیں نکلتا جو تغیر پذیر مصارف یا تقلیل حاصل کے حالات کے تحت تیار کی جاتی ہیں۔

گیہوں کی مثال لیجئے، جو ریاستہائے متحدہ سے انگلستان اور جرمنی کو برآمد کیا جاتا ہے۔ ان ملکوں میں گیہوں کی کچھ مقدار فائدے کے ساتھ تیار کی جا سکتی ہے؛ خاص کر جرمنی میں زیادہ اور انگلستان کی مرطوب آب و ہوا میں نسبتاً کم۔ ان کو نقصان صرف اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ وہ کاشت مختتم کی حد کو بڑھا دیتے ہیں اور ایسی زمین پر گیہوں کی کاشت کرتے ہیں جو اس کے لیے زیادہ موزوں نہیں ہے۔ اگر کسی ملک کے اندر رسد مہیا کرنے کے ذرائع اچھے ہوں تو خواہ اس شے کی درآمد کیوں نہ ہوتی رہے، ملکی پیدا کنندے اس شے کی تیاری کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔ اسی وجہ سے قومی رسد کی بنیاد کسی حد تک درآمد پر اور ایک حد تک خود ملک کی اندرونی پیدائش پر ہوتی ہے۔ ریاستہائے متحدہ میں اون کی بعینہٖ یہی حالت ہے۔ ملک کے بعض علاقوں مثلاً نیو میکسیکو اور اریزونا کے نیم خشک میدانوں کو اون کی پیدائش کے لیے نمایاں فوائد اور سہولتیں حاصل ہیں، اور کسی دوسری شے کی تیاری کے لیے وہ موزوں نہیں ہیں۔ دوسرے مقامات میں آب و ہوا اس قدر موافق نہیں ہے، یا اس سے اہم بات یہ ہے کہ زمین کو دوسری اشیا کی پیدائش کے لیے نسبتاً زیادہ فائدے کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے؛ مثلاً غلہ اور گیہوں کی کاشت میں فائدہ نسبتاً زیادہ اور اون کی پیدائش میں مقابلتہً کم ہے۔ اون کی کل رسد، جو ملک کو مروجہ قیمتوں پر مطلوب ہے، ان علاقوں میں تیار نہیں کی جا سکتی جن میں وہ فائدے کے ساتھ تیار ہو سکتی ہے؛ اسی وجہ سے اس رسد کا ایک جزو درآمد کیا جاتا ہے۔ اس نوع کی درآمد، یعنی ریاستہائے متحدہ میں اون اور جرمنی میں گیہوں کی درآمد ان بھاری

[1] اس موضوع کا تعلق اجرتوں کے اختلافات او غیر مسابق جماعتوں سے قائم ہوتا ہے؛ چنانچہ آگے چلکر دیکھو باب ۴۴ خاص کر فصل ۵ اور ۶۔

491

محصولوں کے باوجود وقوع میں آتی ہے جو ان پیداواروں پر دونوں ملکوں میں عائد کیے جاتے ہیں۔ چونکہ ہر ملک میں رسد کے بہتر ذرائع سے پوری طرح استفادہ کیا جاتا ہے، اس لیے زائد گیہوں اور اون فراہم کرنے میں مصارف زیادہ ہو جاتے ہیں؛ اسی وجہ سے جب گھٹیا اور ادنیٰ درجے کے ذرائع سے استفادہ کیا جاتا ہے تو، ان اشیا کی قیمت بڑھ جاتی ہے، یہاں تک کہ محصولوں کے باوجود بھی ان کی درآمد ہوتی ہے۔ ہر ملک کی رسد کا تمام تر حصہ گھریلو پیدائش سے فراہم ہوتا ہے؛ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ رسد کا ایک جزو مستقلاً درآمد بھی کیا جاتا ہے۔

مصنوعات کا جہاں تک تعلق ہے، صورت حالات کسی قدر مختلف ہوتی ہے؛ اس لیے کہ استقرار مصارف کے ساتھ رسد کے اضافے پر قدرت کی جانب سے عام طور سے اس قسم کی حدبندیاں نہیں ہوتیں۔ یہ صحیح ہے کہ اس صورت میں بھی فراہمی رسد کی کچھ تقسیم کے وقوع میں آنے کا قرینہ ہے۔ بسا اوقات مختلف کارخانوں میں اختلاف مصارف کے مستقل اسباب ہوتے ہیں؛ مثلاً کوئلہ اور کچ دھات کی رسد کے بارے میں آہنی مصنوعات میں۔ اور ایسی صورتوں میں بھی جہاں اختلاف مصارف کے اسباب اس قدر گہرے نہیں ہیں، اسی کے مماثل دوسری قوتیں طویل مدت کے لیے کارفرما ہوتی ہیں۔ استقرار حاصل کا اصول، اگرچہ اکثر مصنوعات میں بہت دیر میں اور آخر میں نتائج پیدا کرتا ہے؛ لیکن سریع تغیر یا انقلاب کے دور میں جیسا کہ موجودہ زمانے میں اکثر صورتوں میں رونما ہو چکا ہے، ترمیم و تبدیلی کا تابع ہے۔ ممکن ہے کہ کسی ایک وقت میں کسی مقررہ صنعت کے بعض کارخانوں، مثلاً اونی مصنوعات تیار کرنے والے کارخانوں کو ایسی سہولتیں حاصل ہوں جن کی بنا پر وہ ممالک خارجہ کے مقابلے میں مضبوطی کے ساتھ جمے رہیں؛ اور دوسرے کارخانوں کو ایسی سہولتیں حاصل نہ ہوں۔ اس حالت میں رسد کا صرف ایک جزو درآمد کے ذریعے سے حاصل کیا جائے گا، نہ کہ کل رسد۔ 492

پھر بھی داخلی اور خارجی صناعوں کے مابین فراہمی رسد کی تقسیم، انتخراجی صنعتوں کے خارجی و داخلی پیدا کنندوں کی باہمی تقسیم کے مقابلے میں عام طور سے کم ہوتی ہے، اور اس کے مستقلاً برقرار رہنے کا کم قرینہ ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ گاہ گاہ دونوں کے مابین بہت ہی مساویانہ توازن ہوتا ہے؛ اور یہ کہ کم اہم عامل، مثلاً نیک نامی اور شہرت

یا صارفوں کے مذاق اور وہم کے مطابق اشیا تیار کرنے کی مہارت، اس کا تعین کرے گی کہ ہر قسم کے پیدا کنندوں میں سے چند پیدا کنندے بازار میں مسابقت میں جمے رہیں گے۔ جب مصنوعات کا ایک جزو باہر سے درآمد ہوتا پایا جائے تو، یہ معلوم ہوگا کہ درآمد کردہ شے، اگرچہ نام کے اعتبار سے ملکی شے کے مماثل ہوتی ہے، پھر بھی ملکی شے سے بلحاظ خوبی اس درجہ مختلف ہوتی ہے کہ وہ ایک بالکل جداگانہ شے کی حیثیت رکھتی ہے۔ فرانس کی اونی مصنوعات انگلستان میں درآمد کی جاتی ہیں، لیکن یہ ان اشیا سے بہت مختلف ہوتی ہیں جنھیں انگریز بناتے اور برآمد کرتے ہیں۔ بظاہر ایک خارج از قاعدہ واقعہ (یعنی ایک ہی قسم کی شے کی ساتھ ساتھ درآمد اور برآمد) کی توجیہ کا انطباق بعض اشیائے خام پر بھی ہوتا ہے۔ اگرچہ ریاستہائے متحدہ، کثیر مقدار میں روئی کی برآمد کرتی ہیں؛ پھر بھی ان میں روئی کی درآمد بھی ہوتی ہے؛ لیکن یہ روئی ویسی ہی نہیں ہوتی جیسی کہ برآمد کی جاتی ہے۔ درآمد کردہ روئی مصری روئی ہوتی ہے، جس کے ریشے معمولی امریکن روئی کے مقابلے میں بہت لانبے ہوتے ہیں، اور جو کاڑھنے اور دوسرے کپڑے بننے میں استعمال کی جاتی ہے۔

493

باب سی و پنجم

(✣)

نظریۂ تجارت بین الاقوام (بسلسلۂ سابق)
نفع کی نوعیت و حقیقت

(۱) اندرون ملک مبادلے اور بین الاقوامی مبادلے کا باہمی فرق۔ مختلف ملکوں کی اجرتوں کی تغیر پذیر شرحیں، بین الممالک مبادلات کے تغیر پذیر نفع کو ظاہر کرتی ہیں۔ (۲) ایک تشریحی مثال؛ انگلستان اور اٹلی۔ طلب و افادہ، اضافی اجرتوں اور قیمتوں کو متعین کرتا ہے۔ اس سبب کا عمل، بوجہ اس اثر کے جو فلز کی رسد قیمتوں پر ڈالتی ہے، سست رفتار اور مبہم ہوتا ہے۔ (۳) بین الاقوامی طلب کے تغیرات کے اثرات؛ نئی اشیائے برآمد کے اثرات؛ مال تجارت کے سوا دوسری قسم کی ادائیاں۔ (۴) ان اسباب کی تفصیلی تحقیق کی دقتیں؛ ۱۸۷۳ء کے بعد سے ریاستہائے متحدہ امریکا کی حالت کی تمثیل و تشریح۔ (۵) تجارت بین الاقوام کے نفع کا تعین کرنے میں آمدنیوں (بہ حوالۂ زر) نہ کہ قیمتوں کی اہمیت۔ (۶) نفع پر دو اسباب اثر انداز ہوتے ہیں؛ یعنی بین الاقوامی طلب کا عمل، اور برآمد کردہ اشیا تیار کرنے میں محنت کا کارگر اور پیدا آور ہونا۔ موخر الذکر سبب، اجرت متعارفہ کی عام شرح کا تقرر کرتا ہے۔ (۷) اعلیٰ اجرت متعارفہ اور دوسری قسم کی اعلیٰ آمدنیوں کے باعث ملک کے اندر لازمی طور سے قیمتیں اعلیٰ نہیں ہوتیں۔ ریاستہائے متحدہ امریکا کی مثال۔

۱۔ گزشتہ باب میں یہ بحث کی گئی کہ بین الاقوامی تجارت کے نفع کی عام نوعیت

کیا ہوتی ہے اور کسی ملک کی اشیا میں سے خاص خاص اشیا برآمد کئے جانے کے کیا اسباب ہیں۔ اب اس نفع کی نوعیت وحقیقت کو اور تجارتی ملکوں میں اس کی تقسیم کے طریق کو بہت زیادہ غور واحتیاط کے ساتھ جانچنا باقی رہ جاتا ہے۔

مسئلے کے اس رخ کو سمجھنے کے لیے بہترین طریق یہ ہوگا کہ پہلے اس صورت پر غور کیا جائے جس میں ہر ملک اپنی برآمد کردہ اشیا میں سہولت مطلق یا کاملاً فائدہ فائق رکھتا ہے۔ چنانچہ گرم اور معتدل ملکوں کی باہمی تجارت کی نوعیت اسی قسم کی ہوتی ہے؛ علیٰ ہذا ایک ہی ملک کے مختلف اجزا کی باہمی تجارت کی نوعیت بھی بالعموم ایسی ہی ہوتی ہے۔

کسی ایک ملک کے اندر محنت کی اس قسم کی جغرافی تقسیم عام طور سے خاص مسائل پیدا نہیں کرتی۔ مبادلہ، مختلف طبقوں کے مابین ہوتا ہے لیکن مساوی شرائط پر۔ کسی ایک ملک کے مختلف حصوں میں، ایک ہی مقررہ مہارت اور صلاحیت رکھنے والے اشخاص کی حد تک، اجرتوں اور آمدنیوں میں عظیم اختلافات نہیں ہوتے۔ یارک شائر، 494 اونی مصنوعات تیار کرنے والا بڑا علاقہ ہے؛ لنکاشائر سوتی پارچہ تیار کرنے کا بڑا مرکز ہے؛ یہ دونوں اپنی پیداوار کا مبادلہ ایک دوسرے سے کرتے ہیں؛ لیکن دونوں میں اجرت کی شرحیں تقریباً ایک ہی ہیں، اور مبادلے کے فوائد میں ان کی مساوی طور سے شراکت ہے۔ پنسلوانیا میں لوہا اور کوئلہ، وادی مسی سی پی میں گیہوں اور غلہ، اوریگون میں لکڑی، کیلی فورنیا میں میوے، امریکا کے جنوبی علاقہ میں روئی پیدا ہوتی ہے؛ اور نیو انگلینڈ میں متفرق مصنوعات تیار ہوتی ہیں۔ گو ریاستہائے متحدہ کے مختلف حصوں میں آمدنیوں میں کامل مساوات نہیں ہے، پھر بھی ہم ملک کے عام صنعتی حالات میں بڑی حد تک ہم جنسی اور یکسانی پاتے ہیں۔ بجز جنوبی علاقے کے جہاں نسلی امتیازات کی وجہ سے محنت کی نقل پذیری اتنی سادہ طریقے پر نہیں ہوتی ہے، ریاستہائے متحدہ میں ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں محنت بہت آزادی کے ساتھ منتقل ہوتی ہے۔ نہ صرف پیدائش کے بدیہی فوائد اور سہولتوں کی بنا پر بڑی حد تک جغرافی تقسیم عمل کا تعین ہوتا ہے، بلکہ اس کی پیدا کردہ عام افراط اور ارزانی میں سب علاقوں کے باشندے تقریباً ایک ہی مقررہ درجے تک مساوی حصہ پاتے ہیں۔

لیکن گرم اور معتدل ممالک کے درمیان اور مہذب اور نیم مہذب ممالک کے

باب ۳۵ نفع کی نوعیت

درمیان آمدنیوں میں مساوات بہت کم پائی ہے۔ ریاستہائے متحدہ اور یورپ کے مقابلے میں، جاپان، ہندوستان، چین اور جنوبی امریکا میں اجرت کی شرحیں بہت ہی مختلف ہیں۔ علیٰ ہذا ریاستہائے متحدہ اور یورپی ممالک کے درمیان اور خود یورپ کے مختلف علاقوں کے مابین بھی اجرتوں میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ چونکہ آمدنیاں (بحوالہ زر) مختلف ہیں، اس لیے نفع تجارت بین الاقوام کی تقسیم بھی غیر مساویانہ ہے۔ مختلف تجارتی ملکوں میں اشیا کا مبادلہ ایک ہی قیمت پر ہوتا ہے (اگر مصارف نقل وحمل کو منہا کر دیا جائے)۔ مثلاً انگریز، نہ صرف اونی وسوتی اشیا اور کوئلہ، بلکہ میوے اور شراب اتنی ہی ارزاں خرید کرتے ہیں جتنی اطالوی۔ لیکن انگریزوں کی آمدنی (بحوالہ زر) جس سے وہ دونوں قسم کی اشیا خرید سکتے ہیں، نسبتہً زیادہ ہوتی ہے؛ اور اسی وجہ سے اطالیہ سے تجارت کرنے میں وہ بمقابلہ اہل اٹلی کے زیادہ فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اب ان اختلافات کی کیا توجیہ ہو سکتی ہے؟

۲۔ ایک انتہائی اور سادہ مثال فرض کیجئے، جس میں انگلستان کوئلہ اور اطالیہ لیموں برآمد کرتا ہے؛ یہ برآمد نتیجہ ہے پیداوار حاصل کرنے میں ان ظاہری سہولتوں اور فوائد کا جو دونوں ملکوں کو میسر ہیں۔ انگلستان، اطالیہ کو کتنا کوئلہ روانہ کرے گا اس کی مقدار کا مدار اطالیہ کی طلب کے حالات پر ہے۔ اطالیہ میں کوئلہ انگلستان کی ہی قیمت پر فروخت ہوگا، جس میں صرف مصارف نقل وحمل کا اضافہ ہوگا؛ چنانچہ اس قیمت پر یہاں کوئلے کی کچھ مقدار فروخت کی جاسکتی ہے۔ دوسری جانب انگلستان میں اطالیہ کے لیموں اطالیہ کی ہی قیمت پر فروخت ہوں گے، جس میں صرف مصارف نقل وحمل کا اضافہ ہوگا؛ اور اس قیمت پر انگلستان میں لیموں کی کچھ مقدار فروخت کی جاسکتی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ان دونوں اشیا کی مقداریں ٹھیک متوازن ہوں؛ یعنی انگلستان سے برآمد شدہ کوئلے کی قدر بحوالہ زر، انگلستان میں درآمد کردہ لیموں کی قدر بحوالہ زر کے ٹھیک مساوی ہو۔ لیکن اگر ہم یہ فرض کریں کہ ان دونوں ملکوں میں پہلے سے کوئی تجارتی رشتہ قائم نہ تھا اور اب پہلی مرتبہ ان کے درمیان دفعتہً تجارت شروع ہوی ہے تو، یہ توازن اور تسویہ نہایت غیر اغلب بلکہ ناممکن ہوگا۔ ان میں سے کسی نہ کسی شے کی مجموعی قیمت کے زائد ہونے کا قرینہ ہے۔ فرض کیجئے کہ لیموں کی قیمت زیادہ ہے۔ اس طرح اطالیہ کی انگلستان کو برآمد، درآمد کے مقابلہ میں، (بحوالہ قدر زر) نسبتہً زیادہ ہوگی۔ نتیجہ یہ کہ اطالیہ میں طلا کی درآمد شروع ہو جائیگی،

495

یہاں کی قیمتوں میں اضافہ ہوگا؛ اور اس کے ساتھ ساتھ آمدنی (بحوالہ زر) بھی بڑھ جائے گی۔ اس کے برخلاف انگلستان میں اجرتیں اور قیمتیں گھٹ جائیں گی۔ اس عمل کے واقع ہونے کے دوران میں اطالیہ سے لیموں کی برآمد کا سد باب ہوجائے گا؛ اس لیے کہ اطالیہ میں دوسری اشیا کے ساتھ لیموں کی قیمت بڑھ گئی ہے؛ اور اس کے برخلاف انگریز صارفوں اور خریداروں کی آمدنی (بحوالہ زر) کم ہوگئی ہے۔ لیکن انگلستان سے کوئلے کی برآمد بڑھ جائیگی چونکہ یہاں قیمتوں میں تخفیف ہوتی رہی ہے، اور دوسری اشیا کے ساتھ کوئلے کی قیمت بھی گھٹ گئی ہے؛ اس لیے اطالیہ کو کوئلہ کم قیمت پر بھیجا جاسکتا ہے۔ کوئلہ کا صرف اطالیہ میں نہ صرف اس وجہ سے بڑھ جاتا ہے کہ کوئلے کی قیمت گھٹ گئی ہے؛ بلکہ اس واقعہ کی بنا پر بھی کہ اطالیہ میں آمدنیاں (بحوالہ زر) بڑھ رہی ہیں۔ آخرالامر ایک ایسی حالت نمودار ہوتی ہے جس میں کوئلہ، لیموں کی قیمت پوری پوری ادا کر دیتا ہے؛ یعنی درآمد و برآمد کی قدر بحوالہ زر مساوی ہوجائے گی، فلز کی نقل رک جائے گی اور توازن قائم ہوجائے گا۔

اب ٹھیک کس مقام پر یہ حالت نمودار ہوگی اس کا مدار بظاہر تجارتی ملکوں میں ان دونوں اشیا کی طلب کی نوعیت پر ہوگا۔ اگر دونوں کی طلب تغیر پذیر ہے تو بہت جلد توازن قائم ہوجائے گا۔ اگر لیموں کی اعلیٰ قیمت انگریزی صرف کو بہت جلد روک دے؛ اور اگر کوئلے کی ادنیٰ قیمت اطالوی صرف کو بہت جلد بڑھا دے تو، بہت جلد ان دونوں اشیا کی قدر بحوالہ زر مساوی ہوجائے گی۔ لیکن اگر لیموں کیلیے انگلستان کے لوگوں کی طلب قوی ہو، یعنی ان کی طلب غیر تغیر پذیر ہو اور وہ قیمت میں کسی قدر اضافہ ہوجانے کے بعد بھی تقریباً مقررہ مقدار ہی استعمال کرتے رہیں؛ اور اگر دوسری طرف اٹلی کے لوگوں کی طلب کوئلے کے بارے میں غیر تغیر پذیر ہو اور قیمتوں کی تخفیف کے باوجود وہ اس شے کے استعمال کو نہ بڑھائیں تو، ایسی صورت میں قیمتوں اور آمدنیوں میں ایک طویل مدت تک تغیرات کا سلسلہ جاری رہے گا۔ جس ملک میں دوسرے ملک کی پیداواروں کے لیے طلب زیادہ ہو وہاں قیمتیں اور اجرت متعارفہ کی شرحیں مقابلتہً ادنیٰ ہوں گی؛ اور جس ملک کی اشیا کی مانگ دوسرے ملکوں میں زیادہ ہوگی اس میں اجرت متعارفہ کی شرحیں

اور آمدنی بحوالہ زر زیادہ ہوگی۔

اس مفروضہ حالت میں (جو اس لحاظ سے بالکل فرضی ہے کہ اس میں یہ مانا گیا ہے کہ انگلستان اور اٹلی کے مابین صرف دو اشیا کی تجارت ہوتی ہے)، مضمرہ اصول کی جانب اشارہ پایا جاتا ہے۔ تجارت بین الاقوام سے وہ ملک سب سے زیادہ نفع حاصل کرتا ہے جس کی برآمد کی طلب سب سے زیادہ ہو، اور جن اشیا کو وہ خود درآمد کرتا ہے (یعنی دیگر ممالک کی اشیائے برآمد) ان کی طلب اس کو کم ہو۔ علیٰ ہذا اس ملک کو سب سے کم فائدہ ہوتا ہے جس میں دوسرے ممالک کی پیداواروں کی طلب بہت قوی ہو۔ نیم اصطلاحی زبان میں، جو ہم نے کسی دوسری جگہ استعمال کی ہے، یہ کہا جا سکتا ہے کہ کوئی ملک، بین الاقوامی تجارت کے نفع میں جس حد تک حصہ پاتا ہے اس کا مدار ایک طرف تو درآمد کردہ اشیا کے افادہ مختتم پر ہوتا ہے جو اس ملک کے لوگوں کو حاصل ہوتا ہے، اور دوسری طرف برآمد کردہ اشیا کے افادۂ مختتم پر ہوتا ہے جو غیر ممالک کے باشندوں کو حاصل ہوتا ہے۔

دنیا کے فلز کے ذخیرے کی تقسیم اور بین الاقوامی ادائیوں کے تسویے کے لیے جو نظام ہے اس کے ذریعے سے یہ سبب عمل کرتا ہے۔ اب دوبارہ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ نظام کس قدر آہستگی کے ساتھ عمل کرتا ہے اور بین الاقوامی تجارت کی پیچیدہ لہروں میں اس نظام کے عمل کو دریافت کرنا کس قدر دشوار ہے مختلف ملکوں کی درآمد و برآمد نے خود بخود ان اختلافات کے مطابق اپنے آپ کو منظم کر لیا ہے جو مختلف ملکوں کے زر کی قدر میں ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس خودرو نظام میں، جو بغیر ارادہ اور تجویز کے رونما ہوا، تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں، لیکن یہ تبدیلیاں بہت آہستہ اور نیم پوشیدہ طریقے سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ موجودہ زمانے کے اکثر معاشیئین محض ان مظاہر پر توجہ کرتے ہیں جن میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی اور جن کا پوری صحت کے ساتھ مشاہدہ کیا جا سکتا ہے؛ باقی ان قوتوں کو جو ان مظاہر کی تہ میں ہوتی ہیں اور جو کم نمایاں ہوتی ہیں نظرانداز کر دیتے ہیں، اور ان کے بارے میں باریک بینی کے ساتھ قائم کئے ہوئے نظریات کی صحت کے متعلق شبہات رکھتے ہیں۔ پھر بھی عام اور وسیع مظاہر کی توجیہ اسی قسم کے استدلال کے ذریعے سے کی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ

تجارت بین الاقوام کی بحث کے آغاز ہی میں بتایا گیا تھا، یہ ظاہر ہے کہ مختلف ممالک کی آمدنیوں بحوالۂ زر میں عظیم اختلافات موجود ہوتے ہیں؛ اور یہ اختلافات بہت طویل زمانے تک قائم رہتے ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ان ہی اختلافات کی وجہ سے تجارت خارجہ کے نفع میں عدم مساوات پیدا ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ فلز کی نقل، قیمتوں کے ذریعے سے اور ان اشیا کے صرف کے ذریعے سے منظم ہوتی ہے جو تجارت خارجہ میں شامل ہوتی ہیں۔ اس نقل کے باوجود قدر زر کی سطح میں تمام دنیا میں یکسانیت نہیں پیدا ہوتی؛ اور باوجود اس کے کہ قیمتوں میں اور آمدنیوں (بحوالۂ زر) میں اختلافات ہوتے ہیں، مختلف ممالک کی باہمی ادائیوں میں کافی حد تک توازن قائم ہوجاتا ہے۔ یہ سب مظاہر، نظریۂ "طلب متکافی" کے ذریعے سے ایک منظم رشتے میں منسلک ہوتے ہیں۔

۳۔ اب ایک دوسری ہی مثال فرض کرو جو حقیقت سے بہت زیادہ قریب ہے۔ فرض کرو کہ ان ممالک کے درمیان جن کی تجارت میں پہلے توازن قائم ہوچکا ہے، طلب میں تبدیلی رونما ہوتی ہے؛ مثلاً انگلستان ریاستہائے متحدہ سے اتنی اشیا درآمد کرنے کے بعد جن کی قیمت اس کی برآمد کردہ اشیا کی قیمت کے ذریعے سے ادا ہوجاتی ہے، اب پہلے کے مقابلے میں امریکا سے مزید اشیا طلب کرتا ہے۔ زیادہ صحت کے ساتھ بیان کیا جائے تو، مفروضہ یہ ہے کہ انگریز صارف پہلے کے مقابلے میں اب زیادہ امریکی اشیا یعنی روئی، گیہوں، تانبا وغیرہ مروجہ قیمتوں پر خرید کرتے ہیں۔ اس صورت میں انگلستان سے ریاستہائے متحدہ کو فلز کا منتقل ہونا ضروری ہے؛ یا دوسرے الفاظ میں، کانوں سے نکلا ہوا سونا، جو بصورت دیگر انگلستان جاتا اس کا اب ریاستہائے متحدہ میں جانا ضروری ہے۔ اگر یہ تحریک بڑے پیمانے پر واقع ہو اور طویل زمانے تک قائم رہے تو اس کا اثر قیمتوں پر لازماً پڑے گا۔ انگلستان اور اٹلی کی مفروضہ باہمی تجارت میں جو عواقب رونما ہوئے تھے اسی قسم کے عواقب کا سلسلہ اس میں بھی نمودار ہوگا؛ یعنی ریاستہائے متحدہ میں قیمتیں اور آمدنیاں (بحوالۂ زر) بڑھ جائیں گی اور انگلستان میں گھٹ جائیں گی؛ اور انجام کار ان تغیرات کی وجہ سے پھر توازن قائم ہوجائے گا۔ امریکا کی اعلیٰ قیمتیں، ریاستہائے متحدہ سے برآمد کے اضافے پر ایک روک کا کام کریں گی، اور انگلستان کی ادنیٰ قیمتیں، انگلستان سے اشیا کی برآمد کو بڑھا دیں گی۔ متعارفہ آمدنیوں کی سطح ریاستہائے متحدہ

میں قدرے بڑھ جائے گی، اور انگلستان میں قدرے گھٹ جائے گی۔ انگریزی سامان کے صارفوں کی حیثیت سے اہل امریکا فائدے میں رہیں گے؛ اور امریکی اشیا کے صارفوں کی حیثیت سے انگریز گھاٹے میں رہیں گے۔ اس طرح امریکی اشیا کے لیے انگریزی طلب کا اضافہ ان دونوں ملکوں کی باہمی تجارت کے نفع میں انگریزوں کو کم حصہ اور اہل امریکا کو زیادہ حصہ دلوانے کا موجب ہوگا۔

علاوہ ازیں کسی ملک کی تجارت خارجہ میں کوئی نئی شے برآمد کے لیے رونما ہو تو، اس کا عمل بھی اسی طریقے سے ہوگا۔ امریکا کی خانہ جنگی کے بعد ایک اہم شے، یعنی مٹی کا تیل، ریاستہائے متحدہ سے برآمد ہونے لگا؛ اور اس سے ان اشیا میں صریحاً اضافہ ہوگیا جو بیرونی صارف خریدتے تھے۔ اب ان کی قیمت کی ادائی لازماً کرنی پڑی ہوگی۔ اگر سابق میں تجارت متوازن تھی اور اگر کسی دوسرے خلل ڈالنے والے عامل نے خلل اندازی نہ کی ہوگی تو، سابقہ مفروضہ حالت کے مثل، فلز ریاستہائے متحدہ میں لازماً منتقل ہوا ہوگا۔ سابق ہی کی طرح عواقب لازماً رونما ہوئے ہوں گے، یہاں تک کہ ریاستہائے متحدہ سے اس نئی شے کے ماسوا دیگر سب اشیا کی برآمد پر تدریجی طور سے روک قائم ہوکر دونوں ملکوں میں قیمتوں کی نئی سطح پر توازن از سرنو قائم ہوگیا ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ اس نئی شے کو حاصل کرکے جو انھیں پہلے میسر نہ آتی تھی ممالک غیر نے فائدہ حاصل کیا؛ لیکن انھیں اس حد تک نقصان بھی ہوا جس حد تک کہ انھیں دیگر امریکی اشیا کے لیے کسی قدر زیادہ قیمت ادا کرنی پڑی، اور جس حد تک ان کی متعارفہ آمدنیوں، جن سے ان اشیا کی قیمت ادا کی گئی، کمی واقع ہوئی۔

498

تجارتی اشیا کی قیمت کے علاوہ دیگر رقوم کی ادائی کرنے کی ذمہ داری سے بھی اسی قسم کے اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ اگر کسی ملک کے ذمے دوسرے ملکوں کی رقوم واجب الترسیل ہوں، خواہ وہ سیاحوں کے مصارف، قرضے کی رقم کا سود، کرایہ نقل و حمل یا دین داری کی دوسری مدیں ہوں، تو ممکن ہے کہ اس ملک کی حیثیت دوسرے ممالک سے تجارت کرنے کے نفع کے بارے میں خراب تر ہو۔ واجب الترسیل رقوم کا زر کی شکل میں یا زر کی مساوی قیمت کی اشیا کی شکل میں بھیجنا ضروری ہے۔ مثلاً اگر پہلے سے بین الاقوامی لین دین میں توازن قائم ہو تو سب سے پہلے فلز کی برآمد

باب ۳۵
نفع کی نوعیت و حقیقت

کرنی پڑے گی۔ فلز کی یہ برآمد قیمتوں کو گھٹا دیگی؛ اور اشیا کی برآمد کے حق میں ہیجان و محرک کا اور درآمد کے حق میں روک کا کام کرے گی۔ انجام کار زائد رقوم کی ادائی تجارتی اشیا کی برآمد کی زیادتی سے کی جائے گی۔ لیکن جو عمل اشیائے برآمد کی زیادتی کا موجب ہوگا وہی ترسیل زر کرنے والے ملک میں قیمتوں اور آمدنیوں (بحوالہ زر) میں کمی پیدا کرنے اور اس طرح اس ملک کو تجارت بین الاقوام سے کم فائدہ پہنچانے کا بھی باعث بنے گا۔ ممالک غیر کے صارفوں کے پاس خواہ زیادہ مقدار میں اشیا برآمد کرنے کی ضرورت ایک طرف اس کا موجب ہوتی ہے کہ ممالک غیر کے باشندے اس برآمد کو بہتر شرائط پر حاصل کریں اور دوسری طرف اس کا باعث ہوتی ہے کہ ملکی صارف ممالک غیر سے بدتر شرائط پر اشیا درآمد کریں۔

۴۔ کسی حقیقی اور مقرون حالت میں ان قوتوں کے عمل کو معلوم کرنا بہت دشوار ہے؛ اس لیے کہ ایسا بہت شاذ ہوتا ہے کہ کوئی ایک عامل تنہا عمل کرتا ہو' اور ایسا بھی بہت ہی شاذ ہوتا ہے کہ متعدد عامل ایک ہی سمت عمل کرنے میں متحد ہوں۔ اس دشواری کی بہترین مثال انیسویں صدی کے آخری ربع حصے میں ریاستہائے متحدہ کے تجربے سے بہم پہنچتی ہے۔ بین الاقوامی طلب' طویل مدت میں اپنے نتائج پیدا کرتی ہے؛ چنانچہ صرف اسی طریقے سے فلز کی نقل قیمتوں پر اثر ڈالتی ہے۔ لیکن متذکرہ بالا دور میں متعدد اور متضاد قوتیں عمل کرتی رہیں۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ ۱۸۷۳ء کے بعد ریاستہائے متحدہ کی تجارت خارجہ میں ایک اعتبار سے نئی تبدیلی واقع ہوئی؛ یعنی تجارتی اشیا کی برآمد جو پہلے درآمد کے مقابلے میں کم تھی، درآمد سے بڑھ گئی[ا]۔ اس تبدیلی کی توجیہ یہ ہے کہ اہل امریکا کو غیر ممالک کے باشندوں کے متعدد مدات کی رقوم مثلاً قرضے کا سود، سیاحوں کے مصارف، توطن داخلی اختیار کرنے والوں کی رقوم، کرایہ بار برداری وغیرہ ادا کرنی پڑیں۔ یہ ایک ایسی صورت حال ہے کہ اس کی بنا پر فلز کی برآمد ہونا اس کے نتیجے کے طور پر قیمتوں اور آمدنیوں کا گھٹ جانا اور توازن تجارت کا اس ملک کے ناموافق ہونا لازمی امر

499

[ا]۔ دیکھو باب ۳۳ فصل ۴۔

باب ۳۵ نفع کی نوعیت حقیقت

ہے۔ لیکن اسی زمانے میں (۱۸۷۳ء کے بعد) امریکا کی اشیائے برآمد یعنی روئی، گیہوں، گوشت اور چند مصنوعات کی طلب میں بہت اضافہ ہوگیا؛ اور اسی کے ساتھ نئی اشیائے برآمد، مثلاً، مٹی کے تیل اور تانبے نے بہت اہمیت حاصل کرلی۔ ان سب چیزوں کا عمل بالکل برعکس سمت میں ہوا۔ علاوہ ازیں اسی زمانے میں درآمد پر تامینی محصول عائد کرنے کی پالیسی بہت شدومد کے ساتھ اختیار کی گئی، اور اس قسم کی پالیسی بھی، جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا[1]، اجرت کی شرحوں کو اور قیمتوں کی سطح کو بڑھا دیتی ہے۔ اس اثنا میں ملک کے اندر سونا وسیع پیمانے پر کانوں سے مسلسل نکالا گیا۔ اس ملک کی زر کی رسد پر وضع قوانین کا بھی بہت اہم اثر پڑا، مثلاً فلزی بنیاد پر ادائی کرنے کا طریق از سر نو جاری کیا گیا، ۱۸۷۸ء اور ۱۸۹۰ء کے قوانین کی رو سے چاندی کا زر بھی رائج کیا گیا اور قومی بنک کا نظام نئے اسلوب پر قائم کیا گیا۔ اس کل دور میں آبادی اور دولت میں بہت خاصا اضافہ اور ترقی ہوئی، اور اس لحاظ سے زر کی طلب بہت بڑھ گئی؛ اور زر کی طلب کا اضافہ ہی فی نفسہٖ ایسی شئے ہے جو قیمتوں کو گھٹانے کی جانب میلان رکھتی ہے۔ یہ سب متعدد و متضاد اور ایک دوسرے پر اثرات ڈالنے والے عناصر مل کر کام کر رہے تھے؛ ایسی صورت میں یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ آیا بین الاقوامی تجارت کے نفع کو بڑھانے والی قوتیں نفع کو گھٹانے والی قوتوں کے مقابلے میں زیادہ طاقتور اور وزن دار تھیں یا نہیں؟ کسی ایک عامل کے حقیقی عمل کو تفصیل کے ساتھ کس طرح معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اگر یورپ کے کسی ملک کی تجارت خارجہ کو کسی طویل زمانے کے لیے جانچنے کی کوشش کی جائے تو اس کی دشواری بھی اسی نوعیت کی ہوگی، اگرچہ کیفیت مختلف ہوگی۔ 500

اس قسم کی دشواری معاشیات میں عام طور سے پیش آتی ہے۔ متعدد قوتیں جو بعض اوقات ایک ہی سمت میں عمل کرتی ہیں اور بعض اوقات ایک دوسرے کی ضد میں عمل کرتی ہیں، متحدہ طور سے ایک مقررہ نتیجہ پیدا کرتی ہیں۔ چونکہ ہم حسب دلخواہ تجربات عمل میں لانے سے لازمی طور سے قاصر ہیں، اس لیے مفترضہ

---

[1] باب ۳۷ فصل (۱)۔

استدلال سے لامحالہ کام لینا اور ان عام نتائج پر قناعت کرنا ضروری ہے جن کی تصدیق براہ راست تجربے سے محض خفیف حد تک ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم یہ استدلال کرتے ہیں کہ زر کی رسد میں اضافہ ہونے کے سبب سے قیمتیں لازماً بڑھ جاتی ہیں۔ ہم بالآخر یہ پاتے ہیں کہ یہ واقعہ، اعتبار کے تغیرات، بنک کے محفوظ ذخائر اور ان کی توسیع کا مناسب لحاظ کرنے کے بعد، صداقت وحقیقت پر مبنی ہے؛ اور اس نتیجے کی مزید تصدیق، مفرط اجرائے زر کاغذ کے نمایاں اور حیرت انگیز مظاہر سے بھی ہو جاتی ہے۔ ہم یہ استدلال کرتے ہیں کہ اگر ایک ملک سے دوسرے ملک میں فلزی نقل خود بخود یہ نتیجہ پیدا کرتی ہے کہ نقل رک جاتی ہے، اور یہ کہ فلز کی نقل کے بغیر مختلف ملکوں کے درمیان رقوم کی ادائیوں میں توازن قائم ہو جاتا ہے۔ فی الحقیقت ہم یہ پاتے ہیں کہ بالعموم فلز بہت قلیل مقدار میں استعمال کر کے رقوم کی ادائی کا انتظام کیا جاتا ہے؛ رہی ایسی صورتیں جن میں کہ فلز مسلسل ایک ہی سمت منتقل ہوتا ہے، مثلاً کان کن ملکوں سے، یا مغربی ممالک سے مشرق کی کاہل قوموں میں تو، وہ ایسی مستثنیات ہیں جو کلیئے کو ثابت کرتی ہیں؛ ان کی توجیہ انفرادی حیثیت سے ممکن ہے۔ ہم یہ استدلال بھی کرتے ہیں کہ رقوم کی ادائی میں توازن کی حالت اس عمل کے ذریعے سے پیدا ہوتی ہے جو مختلف ملکوں میں متعارفہ آمدنیوں اور قیمتوں کی مختلف سطحوں پر مبنی ہوتا ہے؛ چنانچہ ہم فی الحقیقت بعض ملکوں میں دوسروں کے مقابلے میں اجرت اور قیمتیں نمایاں طور سے اعلیٰ پاتے ہیں۔ عام استدلال کے یہ تمام تصدیقات، ہم میں استدلال کی ایسی صورتوں میں بھی اطمینان و اعتماد پیدا کرتے ہیں جن کی تصدیق ہم براہ راست نہیں کر سکتے۔ اس بالواسطہ طریق پر جن نتائج کی تصدیق ہوتی ہے ان میں سے ایک نتیجہ وہ ہے جس کا بیان سابقہ بحث میں آچکا ہے؛ اور وہ یہ ہے کہ کسی ملک کا تجارت بین الاقوام کے نفع میں حصہ پانے کا مدار طلب متکافی کے عمل پر ہوتا ہے۔ کسی ملک کی پیداواروں کی طلب دوسرے ممالک میں جتنی زیادہ قوی ہوگی اور دوسرے ممالک کی پیداواروں کے لیے خود اس ملک کی طلب جتنی کم ہوگی، اتنا ہی اس ملک کو تجارت بین الاقوام سے زیادہ فائدہ اور نفع حاصل ہوگا۔

۵۔ تجارت بین الاقوام کے تعلق سے متعارفہ آمدنیوں اور قیمتوں میں جو

باب ۲۵ نفع کی نوعیت و حیثیت 501

اضافہ اور تخفیف ہوتی ہے اس پر مزید بحث کرنے کی ضرورت ہے۔ سچ پوچھو تو قیمتوں کا اضافہ یا تخفیف فی نفسہ کوئی اہم چیز نہیں ہے، بلکہ محض متعارفہ آمدنیوں کا اضافہ یا تخفیف اہم شے ہے۔

زر کی قدر کے اختلافات، یعنی قیمتوں اور آمدنیوں کی عام سطح کے اختلافات، جو تجارت بین الاقوام کے عمل سے پیدا ہوتے ہیں، صرف ممالک خارجہ کی اشیا کے بارے میں حقیقی اور دائمی اہمیت رکھتے ہیں۔ طویل مدت میں قیمتوں اور آمدنیوں کے عام اضافے کا نفس معاملہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا؛ اس کے معنی محض یہ ہیں کہ مبادلے میں سکّے یا زر کی مقدار زیادہ استعمال ہوئی۔ یہ صحیح ہے کہ تغییر کا عمل دین داروں اور لین داروں کے تعلقات میں خلل پیدا کرتا ہے؛ اور غالباً یہ بھی صحیح ہے کہ قیمتوں کے بڑھ جانے کی وجہ سے پیدائش کو ایک حد تک ترقی ہوتی ہے[1]۔ لیکن یہ عارضی اثرات ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر قیمتوں میں بھی اسی حد تک اضافہ ہو جائے تو آخر میں چل کر محض متعارفہ آمدنی کے کثیر ہونے سے افراد کی حالت بہتر نہیں ہوتی۔ اور بین الاقوامی تجارت کے متبدلہ حالات کے اثر کے تحت اور فلزکی درآمد کی صورت میں، ملک کے اندر قیمتوں میں اسی قدر اضافہ ہوگا جس قدر کہ اجرت اور دیگر آمدنیوں میں۔ لیکن خارجی (درآمد کردہ) اشیا کی قیمتیں ان ہی مقررہ حالات سے مختلف طریقے پر متاثر ہوتی ہیں۔ ان میں اضافہ نہیں ہوتا؛ بلکہ تخفیف ہوتی ہے۔ بڑھی ہوئی آمدنی، ممالک غیر کی اشیا اور محض انھی اشیا کی خریداری میں اور زیادہ صرف ہونے لگتی ہے۔ اس کے برخلاف معکوس سمت میں عمل کرنے والی تجارت بین الاقوام میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں ان کی وجہ سے آمدنیوں اور قیمتوں کی تخفیف صارفوں پر صرف اس حد تک اثر ڈالتی ہے جس حد تک کہ وہ درآمد کردہ اشیا خریدتے ہیں۔ جہاں تک داخلی اشیا کا تعلق ہے وہاں تک، متعارفہ آمدنیوں کی تخفیف، قیمتوں کی تخفیف کی وجہ سے زائل ہو جاتی ہے۔ لیکن بیرونی اشیا گرانی کی جانب مائل ہوتی ہیں اور ان کی خریداری تجارت بین الاقوام سے حاصل ہونے والے نفع میں حقیقی کمی کر دیتی ہے۔

[1] دیکھو باب ۲۲ فصل ۶۔

اس طرح تجارت بین الاقوام کے اتار چڑھاؤ کی وجہ سے پیدا شدہ قدر زر کے تغیرات کی بنا پر نہ صرف عارضی اثرات (مثلاً دین داروں اور لین داروں پر) بلکہ دائمی اثرات و نتائج بھی رونما ہوتے ہیں۔ لیکن ان مستقل اثرات کے معنی اس سے مختلف ہیں جو بظاہر ان عام اصطلاحوں کے استعمال سے لیے جاتے ہیں۔ یہ اثرات محض اس وجہ سے رونما نہیں ہوتے کہ برآمد کی مقدار میں اضافہ ہونے کی وجہ سے زر کی زیادہ مقدار درآمد ہوتی ہے؛ بلکہ ان اثرات کے پیدا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ممالک غیر کی اشیا نسبتۃً زیادہ آسان شرائط پر حاصل ہو جاتی ہیں۔ اگر زر کی رسد میں اضافہ ہو، اور یہ اضافہ مساوی طور سے تمام دنیا میں تقسیم ہو جائے تو، اس سے کسی ملک کو فائدہ نہ پہنچے گا۔ لیکن اگر صرف ایک ہی ملک میں اضافہ ہو، یا دوسرے ممالک کے مقابلے میں ایک ملک میں نسبتۃً زیادہ اضافہ ہو تو، یہ اضافہ اس ملک کو دیگر ممالک کے ساتھ لین دین کرنے میں فائدہ پہنچائے گا۔ اسی طریقے سے بین الاقوامی تجارت میں طلب کے حالات تبدیل ہو جانے کی وجہ سے اگر موجودہ رسد کی از سر نو تقسیم عمل میں آئے تو، اس کے سبب سے بعض ممالک کے لوگ دوسروں کے ساتھ لین دین کرنے میں زیادہ فائدہ حاصل کریں گے۔

502

اس استدلال کا ایک عملی نتیجہ یہ ہے کہ کوئی ملک صرف اس صورت میں تجارت بین الاقوام سے فائدہ حاصل کرتا ہے جبکہ ممالک غیر کی اشیا کی اضافی ارزانی سے وہ فائدہ اٹھائے۔ جب تک یہ اشیا بلا محصول درآمد ہوں گی اس وقت تک اور صرف اسی وقت تک وہ ملک اعلیٰ متعارفہ آمدنیوں یا متعارفہ آمدنیوں کے اضافے سے حقیقی فائدہ حاصل کرتا ہے۔ بیرونی اشیا پر عائد کئے جانے والے محصول اس فائدے کو زائل کر دیتے ہیں۔ اور اگر محصول عائد کرنے کا نتیجہ یہ ہو کہ ایسی اشیا کی پیدائش ملک کے اندر ہونے لگے جو محصول عائد نہ کرنے کی صورت میں درآمد کی جائیں تو، بین الاقوامی تجارت کا فائدہ بالکلیہ غائب ہو جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ تجارت آزاد کی موافقت میں یہی سب سے بڑا استدلال ہے؛ اور اپنی جگہ نہایت محکم استدلال ہے۔ لیکن یہی آزاد تجارت اور تجارت مامون کے مؤیدین کے باہمی بحث مباحثہ کا کل خلاصہ نہیں ہے، بلکہ ایک اساسی حقیقت ہے جس پر موجودہ زمانے کے مغالطوں کی وجہ سے بڑی حد تک پردہ پڑ گیا ہے؛ پھر بھی

باب ۳۵ نفع کی نوعیت بحیثیت

اس حقیقت کے متعلق کسی ایسے شخص کو ذرا بھی غلط فہمی نہیں ہو سکتی جس نے تقسیم عمل، مبادلہ، زر اور قیمتوں کے اصول کو اچھی طرح سمجھ لیا ہو۔

۶۔ تجارت بین الاقوام سے کسی ملک کو حاصل ہونے والے نفع کی وسعت کا مدار دو اسباب پر ہے: (۱) بین الاقوامی مبادلے کے حالات و شرائط جیسے کہ ابھی بیان کیے گئے؛ اور (۲) برآمد کردہ اشیا تیار کرنے میں اس ملک کی محنت کی پیداآوری۔ یہ دونوں اسباب آمدنی متعارفہ میں صورت حالات کے مطابق زیادتی یا کمی پیدا کرتے ہیں اور اس طرح ممالک خارجہ کی اشیا کی خریداری کے نفع میں کمی بیشی بھی پیدا کرتے ہیں۔

ان دونوں اسباب کے عمل کی مثال ریاستہائے متحدہ اور روس کی مختلف حیثیتوں سے ملتی ہے جو گیہوں کی برآمد کے بارے میں دونوں کی ہے۔ دنیا کے بازاروں میں ان دونوں ملکوں کے گیہوں برآمد کرنے والے اپنی پیداوار یکساں قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ جہاں تک بین الاقوامی طلب کے عمل کا تعلق ہے، دونوں ملکوں کے برآمد کرنے والے یکساں حد تک فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ لیکن جہاں تک گیہوں پیدا کرنے کے مصارف کا تعلق ہے، یعنی حقیقی مصارف کی حد تک جن کی پیمائش محنت کی اس مقدار سے ہوتی ہے جو گیہوں پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے، دونوں ملکوں کی حیثیتیں بہت مختلف ہیں۔ ریاستہائے متحدہ میں گیہوں نسبتۃً بہت کم محنت کے ساتھ تیار ہوتا ہے اور اجرت متعارفہ کی شرحیں یہاں بہت اعلیٰ ہیں۔ روس میں اجرت متعارفہ کی شرحیں نسبتۃً ادنیٰ ہیں، اور اس لحاظ سے روس کے سب گیہوں پیدا کرنے والوں بلکہ سب روسیوں کی حیثیت ایسی ہے کہ ممالک غیر کی اشیا خریدنے میں انھیں نسبتۃً کم فائدہ ہوتا ہے۔ جب دو یا دو سے زیادہ ملک ایک ہی شے کی فروخت میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں تو انھیں تجارت بین الاقوام سے انفرادی طور سے حاصل ہونے والے فائدے کی وسعت کا مدار اس محنت کی اضافی پیداآوری پر ہوتا ہے جو برآمد کردہ اشیا کی تیاری میں صرف ہوتی ہے۔

کسی ملک کی آمدنی متعارفہ اور اجرتوں کی عام شرح کو متعین کرنے والا عام سبب ان صنعتوں میں ملتا ہے جن کی اشیا برآمد ہوتی ہیں۔ وہ اجرت متعارفہ کا اصلی سبب ہیں، نہ کہ اجرت صحیحہ کا۔ ان اشیا کی جو کچھ قیمت وصول ہوتی ہے وہ مقابلے کے اثر کے تحت

503

تمام ملک میں، یعنی نہ صرف برآمد ہونے والی صنعتوں میں بلکہ دوسری تمام صنعتوں میں بھی، عام طور سے رائج ہو جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دوسری صنعتوں میں یہ قیمت کی شرح کوئی خاص اثر نہیں رکھتی؛ اس لیے کہ اجرتوں اور آمدنیوں کے اضافے اور تخفیف کے ساتھ اشیا کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔ اسی قسم کا تغیر برآمد کرنے والی صنعتوں میں بھی ساتھ ساتھ ظاہر ہوتا ہے، یعنی ان اشیا کو تیار کرنے والے مزدوروں کی اجرت اور آمدنیوں کے اضافے اور تخفیف کے ساتھ برآمد کردہ اشیا کی قیمتیں بڑھ اور گھٹ جاتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس اجرت متعارفہ کا ماخذ وہ قیمتیں ہیں جن پر برآمد کردہ اشیا دنیا کے بازاروں میں فروخت کی جاتی ہیں۔ لیکن یہ ہم زمانی تغیر درآمد کردہ اشیا کے بارے میں ظاہر نہیں ہوتا؛ اعلیٰ آمدنی متعارفہ سے جو حقیقی فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ، جیسا کہ کافی واضح طور سے بیان کیا جا چکا ہے، درآمد کردہ اشیا کی ادنیٰ قیمتوں سے حاصل ہوتا ہے۔

۷۔ یہاں پر ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے، اور اس کے بارے میں بھی بہت کچھ غلط فہمی ہے۔ کیا اعلیٰ آمدنیاں (بحوالۂ زر) رکھنے والا، یعنی تجارت بین الاقوام سے خاص فوائد حاصل کرنے والا ملک، ایسا ملک بھی ہے جہاں قیمتیں اعلیٰ ہیں؟ اکثر اشخاص اس سوال کا جواب اثبات میں دیں گے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ کوئی قطعی جواب اس کا نہیں دیا جا سکتا۔ اس کا مدار دیگر امور پر ہوتا ہے۔

اشیا کو عام حیثیت سے دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، یعنی (۱) وہ اشیا جو تجارت بین الاقوام میں شامل ہوتی ہیں؛ اور (۲) وہ اشیا جو تجارت خارجیہ میں شامل نہیں ہوتیں۔ اول الذکر کو ہم اختصار کی خاطر بیرونی اشیا؛ اور موخر الذکر کو داخلی اشیا کہہ سکتے ہیں۔ آزاد مبادلے کے حالات کے تحت اور مصارف نقل و حمل کا کافی لحاظ کرنے کے بعد بیرونی یا خارجی اشیا کی قیمت تمام دنیا میں ایک ہی سطح کی طرف مائل ہوتی ہے لیکن داخلی اشیا کی قیمتیں مختلف ملکوں میں مختلف ہو سکتی ہیں۔ داخلی اشیا کا حلقۂ اثر ارزانی نقل و حمل کے باوجود اور اس ارزانی کی وجہ سے بین الاقوامی تجارت اور بین الاقوامی مقابلے کی توسیع کے باوجود وسیع رہتا ہے۔ اکثر اشیا اپنی قدر کے تناسب سے اس قدر بھاری بھرکم اور بوجھل ہوتی ہیں کہ انھیں پیدائش کے مقام سے کسی دور دراز

مقام پر منتقل کرنا بہت دشوار ہوتا ہے؛ مثلاً اینٹ اور پتھر۔ بعض پر گہری عادتوں کا اس قدر اثر پڑتا ہے کہ صرف قریب کے پیدا کنندے ہی صارفوں کی خواہش کے مطابق انھیں تیار کر سکتے ہیں؛ مثلاً مکان کا فرنیچر۔ بعض اشیا لازمی طور سے اسی مقام پر بنائی جاتی ہیں جہاں انھیں استعمال کیا جاتا ہے؛ مکانات اس کی کھلی ہوئی مثال ہیں۔ طبیبوں، وکیلوں، اداکاروں، گویّوں اور خانگی ملازموں کی خدمات بھی لازمی طور سے مقامی حیثیت سے انجام پاتی ہیں۔ یہ افادے (یا خدمات) خاص کر خوش حال طبقے کے لیے کچھ کم اہمیت نہیں رکھتے؛ ان کی قیمت بظاہر محض خانگی حالات کی بنا پر قرار پاتی ہے۔

اب میز، کرسی، پلنگ، صندوقوں وغیرہ خانگی فرنیچر جیسی اشیا پر غور کیجیے۔ کیا یہ اشیا، جرمنی کے مقابلے میں جہاں آمدنی متعارفہ نسبتہً ادنیٰ ہے، ریاستہائے متحدہ میں جہاں آمدنی متعارفہ زیادہ ہوگی گراں ہوں گی؟ اس کے جواب کا مدار امریکا کی اس محنت کی پیدآوری پر ہے جو ان کے تیار کرنے میں صرف ہوتی ہے۔ اگر امریکا کی محنت اس میدان میں مقابلۃً اتنی ہی موثر ہے جتنی کہ غیر ملکی اشیا کے بارے میں تو وہ اشیا گراں نہ ہوں گی۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ گیہوں کا جہاں تک تعلق ہے، امریکا کی محنت جرمنی کی محنت کے مقابلے میں زیادہ موثر ہے؛ اگر ایسا نہ ہوتا تو گیہوں ریاستہائے متحدہ میں ارزاں نہ ہوتا اور نہ وہاں سے جرمنی بھیجا جاتا۔ لیکن میزوں اور کرسیوں کے معاملے میں بھی امریکا کی محنت جرمنی کے مقابلے میں زیادہ موثر ہو سکتی ہے؛ اور اس طرح میز اور کرسیاں، ریاستہائے متحدہ میں زیادہ گراں نہ ہوں گی، اگرچہ ان کو تیار کرنے والے مزدور اعلیٰ اجرت پاتے ہیں۔ اصول بہت ہی سادہ ہے؛ یعنی یہ کہ وہ خانگی اشیا جن کے بارے میں کسی ملک کی محنت کی پیدآوری کا درجہ ویسا ہی ہے جیسا کہ اشیا برائے برآمد تیار کرنے میں، مقابلۃً ارزاں ہوں گی؛ بالکل اسی طرح جس طرح کہ اشیا برائے برآمد مقابلۃً ارزاں ہیں۔ ایسی داخلی اشیا جن میں اس قسم کا کوئی فائدہ نہیں ہے گراں ہوں گی، اور اس حد تک گراں ہوں گی جس حد تک محنت کی پیدآوری ادنیٰ ہے۔ ناظرین اپنے طور پر اس استدلال میں وسعت پیدا کر سکتے ہیں؛ اس استدلال کی بنیاد یہ واقعہ ہے کہ ہر ملک میں کچھ محنت ایسی ہوتی ہے جو اگرچہ موثر

505

نہیں ہوتی لیکن اس کی اجرت غیر معمولی طور سے ادنیٰ ہوتی ہے۔ داخلی اشیا جو ان بدبخت مزدوروں کے ہاتھوں تیار ہوں گی، نسبتہً بہت ارزاں بھی ہوں گی۔

عام خیال یہ ہے کہ ریاستہائے متحدہ میں، جہاں آمدنی متعارفہ عام طور سے اعلیٰ ہے، قیمتیں بھی اعلیٰ ہوں گی۔ لیکن یہ خیال کسی قطعی و یقینی بنیاد پر مبنی نہیں ہے۔ اس کی بنیاد غالباً یہ واقعہ ہے کہ اکثر اشیا خوش حال طبقے کے لیے حقیقت میں مقابلتہً گراں ہیں۔ جس ملک میں آمدنیاں اعلیٰ ہوتی ہیں وہاں خدمات کی قیمت بھی لازمی طور سے گراں ہوتی ہے مثلاً خانگی ملازم، یورپ کے مقابل ریاستہائے متحدہ میں زیادہ اجرت پاتے ہیں؛ طبیبوں اور وکیلوں کو اعلیٰ فیس ملتی ہے، اور معلموں کو بھی خاصا بیش قرار مشاہرہ دیا جاتا ہے۔ اکثر اشیا ایسی ہوتی ہیں جن میں ذاتی خدمت، اگرچہ صرف وہی واحد عنصر نہیں ہوتی پھر بھی، بڑی حد تک اہم ہوتی ہے؛ جیسے کرائے کی گاڑی یا ہوٹلوں کا قیام۔ خوش حال طبقوں کی آمدنی کا بیشتر حصہ ذاتی خدمت کی مختلف شکلوں پر صرف ہوتا ہے۔ اور ان طبقوں کے لیے "مصارف زندگی" (یعنی زندگی کے ایک مقررہ رسمی طریق کے مصارف) بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اسی لیے ان میں سے وہ اشخاص جن کی آمدنیاں بندھی ہوئی ہیں یہ محسوس کرتے ہیں کہ اگر وہ باہر رہیں تو، ان کی آمدنیاں زیادہ ضروریات خرید سکتی ہیں؛ اسی لیے ان کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ بیرونی ممالک میں تمام اشیا نسبتہً زیادہ ارزاں ہیں۔ لیکن عام صرف کی اکثر داخلی اشیا نسبتہً زیادہ گراں نہیں ہوتیں۔ اکثر اشیائے خورد و نوش بھی اسی قدر ارزاں ہیں۔ ان میں نہ صرف وہ اشیا داخل ہیں جو تجارت خارجہ میں شامل ہوتی ہیں، بلکہ وہ بھی جو محض ملک کے اندر استعمال کی جاتی ہیں۔ ایندھن ملک کے بیشتر حصے میں بہت ارزاں ہے، اگرچہ بحر اطلانتک کے ساحل پر گراں ہے، جہاں بیش خرچ جھوٹا کوئلہ استعمال ہوتا ہے۔ مکان کی اہم مد کے بارے میں (جو مکان کے کرائے سے ظاہر ہوتی ہے) مقابلہ کرنا اس لیے آسان نہیں ہے کہ مکانات کی خوبیوں کا لحاظ کرنے میں بہت دشواری پیش آتی ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ریاستہائے متحدہ کے اکثر علاقوں میں مکانات کی وسعت، آرام اور دلکشی کا لحاظ کرتے ہوئے عوام کے مکانات کے کرائے زیادہ نہیں ہیں؛ گو کہ متمول طبقے کے مکانوں کے کرائے بلا شبہ زیادہ ہیں؛ کیونکہ یہ زمانے کے حالات اور فیشن کے مطابق بنائے جاتے ہیں؛ اور ان میں

کارخانوں کے بنے ہوئے معمولی دروازوں، کھڑکیوں اور چوکھٹوں کو استعمال نہیں کیا جاتا۔ پارچے، خاص کر اونی پارچے، نسبتہً زیادہ گراں ہیں؛ اور یہ زیادہ تر امریکا کے بھاری تامینی محصولات عائد کرنے کے اصول کا نتیجہ ہے؛ جن کی وجہ سے لوگ اپنی اعلیٰ آمدنیوں کو ممالک غیر کا ارزاں اونی پارچہ بکفایت خریدنے میں استعمال نہیں کر سکتے۔[1]

[1] موجودہ اور گزشتہ باب میں یہ امر واضح طور سے فرض کیا گیا ہے کہ ہر ملک کے اندر (جہاں تک داخلی اشیا کا تعلق ہے) محنت کے مصارف کی بنیاد پر مبادلہ عمل میں آتا ہے اور قدر متعین ہوتی ہے؛ یعنی یہ کہ قدر کا مدار "مصارف پیدائش" پر ہے نہ کہ "اخراجات پیدائش" پر لیکن کسی دوسری جگہ یہ فرض کیا گیا ہے کہ قیمت رسد کے معنی، جہاں تک کہ اس کا تعلق قدر سے ہے اخراجات پیدائش ہیں نہ کہ مصارف پیدائش (دیکھو باب ۱۲ فصل ۱)۔ اس تناقض کی توضیح و توجیہ اور اس کو تجارت بین الاقوام کے متعلق استدلال کی عام صحت کے غیر متناقض خیال کرنے کے اسباب پر بعد میں چل کر بحث کی جائے گی۔ (دیکھو باب ۴۷ اور باب ۴۸ اور خاص کر باب ۴۸ فصل ۵ اس مشکل موضوع کی مفصل بحث کے لیے)۔

507

باب سی و ششم

تامین اور تجارت آزاد۔ تجارت آزاد کے موافق استدلال

(۱) تجارت آزاد کی موافقت میں اہم استدلال بہت سادہ ہے۔ تجاریئین کے خیالات اب تک باقی ہیں۔ (۲) تجارت۔ تامین کی موافقت میں چند عام دلائل؛ گھریلو بازار کی تخلیق؛ مبتقلہ کی مثال؛ کام کی تخلیق۔ (۳) اجرت پر تامین کا اثر۔ عام اجرتوں میں کمی ہوجاتی ہے، اگرچہ بعض خاص اجرتیں اعلیٰ رہتی ہیں۔ (۴) تسویۂ مصارفِ پیدائش کا اصول۔ (۵) قیمتوں اور صارفوں پر تامینی محصولوں کا اثر۔ صرف اس صورت میں قومی نقصان ہوتا ہے جبکہ اشیا درآمد کرنے کے بجائے ملک میں ہی تیار کی جائیں۔ ممکن ہے کہ اجارہ، ملکی سرمایہ داروں کے خاص نفع کا باعث ہو، لیکن اس سے قومی نقصان نہیں ہوتا۔ محنت کا اجارہ، ممکن ہے کہ متعلقہ مزدوروں کو خاص نفع پہنچانے کا موجب ہو۔

۱۔ اقوام کی باہمی تجارت آزاد کی موافقت میں اساسی استدلال کو بیان کیا جاچکا ہے۔ یہ 'اصول تقسیم عمل' سے اخذ کردہ ایک سیدھا سادا فرعی نتیجہ ہے۔ افراد کے باہمی مبادلے سے خواہ یہ افراد ایک ہی قریے میں مقیم ہوں یا ایک دوسرے سے الگ تھلگ دور افتادہ مقامات میں، فائدہ ہمیشہ یکساں ہوتا ہے۔ ہر شخص اپنے لیے جتنی سہولت کے ساتھ سامان تیار کرسکتا ہے، اس کے مقابلے میں تجارت اور مبادلے

کی بدولت بہت زیادہ سہولت کے ساتھ اور کثیر مقدار میں اشیا حاصل ہو جاتی ہیں۔ جو استدلال کاشتکار کا قریبے کے آہنگر سے معاملہ کرنا، شہر مین کا فلوریڈا سے اور نیو انگلینڈ کا وادی مسی سی پی سے معاملہ کرنا مفید ثابت کرتا ہے، وہ ریاستہائے متحدہ و انگلستان اور فرانس و جرمنی کے مابین تجارت آزاد قائم کرنے کی موافقت میں بظاہر ایک قوی بنیاد قائم کرتا ہے۔ یہ بجا طور سے کہا جا سکتا ہے کہ اس کا بار ثبوت ان حضرات پر ہے جو برعکس حکمت عملی میں زیادہ فائدہ بتاتے ہیں۔

تجارت پر تامینی محصولوں وغیرہ کے ذریعے سے بندشیں قائم کرنے کی موافقت میں پیش کردہ عام دلائل میں سے اکثر مغالطہ انگیز ہیں۔ اکثر دلائل تو نہایت بھدے تجارتی دلائل ہیں، جن کا مدار اس مفروضے پر ہے کہ ملک کے لیے درآمد مضرت رساں اور برآمد مفید ہے۔ نام نہاد ناموافق توازن تجارت کو بہت زیادہ اہمیت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ درآمد پر خرچ کی ہوئی رقم کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اتنی رقم ضائع گئی یا کھو گئی، یہ فرض کیا جاتا ہے کہ اشیا کی درآمد کی کمی یا برآمد کے اضافے کے سبب سے لازمی طور سے ملک میں زر کی درآمد ہوتی ہے؛ اور یہ تصور اب تک باقی ہے کہ اسی میں فائدہ ہے؛ یعنی یہ فائدہ براہ راست حاصل کردہ زر کے فاضلات کا نتیجہ ہے، اور بیرون ممالک کی قیمتوں اور آمدنیوں (بحوالۂ زر) پر پڑنے والے ان اثرات کا نتیجہ نہیں ہے جن کی تشریح گزشتہ باب میں کی جا چکی ہے۔ برآمد کے نفع کو منفعت بخش تصور کرنے والے اشخاص میں سے بہت کم ایسے ہیں جو موخر الذکر عمل کے متعلق واقفیت رکھتے ہوں یا تیاری کے بغیر اس کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اشیا کی برآمد زر کی درآمد کا موجب ہوتی ہے؛ اور اشیا کی درآمد، زر کو باہر بھیج دیتی ہے؛ اور ان کے تمام معاشی تفکر و تخیل کی زمین اور آسمان صرف زر ہی ہے۔ اگر ان سے یہ بھی کہا جائے کہ اشیا کی برآمد کی مسلسل زیادتی کا باعث اشیا کے کاروبار کے علاوہ دیگر امور ہیں اور یہ زیادتی فلز کی درآمد کا موجب نہیں ہوتی تو بھی، یہ اپنے اس خیال پر استقلال کے ساتھ جمے رہتے ہیں کہ اشیا کی برآمد سے کسی نہ کسی طرح فائدہ اور درآمد سے نقصان ہوتا ہے۔ اس کھلی ہوئی حقیقت کو کہ اشیا کی برآمد، بعض اشیا کو خود ملک ہی میں تیار کرنے کے بجائے بیرونی ممالک سے

508

نسبتہً ارزاں نرخ پر درآمد کرنے کا وسیلہ یا ذریعہ ہے، بہت کم سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے یا اگر ایک مرتبہ اس کو سمجھ بھی لیا جاتا ہے تو فوراً فراموش بھی کر دیا جاتا ہے۔

اگرچہ تجارئیین کے خیالات کو اچھی واقفیت رکھنے والے اشخاص کوئی اہمیت نہیں دیتے؛ لیکن یہ خیالات اقوام کی حکمت عملی پر نہ صرف موافق تاہین تحریک کو تقویت دینے کی صورت میں، بلکہ دوسرے طریقوں سے بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ اکثر ممالک میں سرکاری ریلیں، برآمد کردہ اشیا کے لیے خاص رعایتی شرحیں مقرر کرتی ہیں، اور محض اس نظریے کی بنیاد پر کہ اس قسم کی نقل خاص طور سے خبر گیری و اعانت کی مستحق ہے۔ ریاستہائے متحدہ میں، شرحیں مقرر کرنے والی جماعت[1] نے اس مقررہ اصول کو تسلیم کر لیا۔ اکثر ممالک میں جہاز رانی اور جہازوں پر تجارتی مال روانہ کرنے کے بارے میں مراعات اور مالی امداد مقرر کی گئی ہے، اور اسی مقصد کے مدنظر کثیر مصارف برداشت کر کے نوآبادیات اور مقبوضات حاصل کیئے جاتے ہیں۔ ریاستہائے متحدہ کی حکومت، برآمد کے مواقع اور سہولتوں کے متعلق اطلاعات و معلومات حاصل کرنے اور برآمد کے بازار کو وسیع کرنے اور فروغ دینے پر کثیر رقم بیدریغ صرف کرتی ہے؛ اور اس کے ساتھ ہی متعدد نیم سرکاری ایجنسیاں اور عجائب خانے اور متحف اس مفروضہ مستحسن مقصد کے لیے فعال کرتے ہیں۔ اس قسم کی تقریباً تمام جد و جہد کی تہ میں یہ یقین مضمر ہے کہ تجارت بین الاقوام میں خاص منفعت موجود ہے، جو برآمد کردہ اشیا کی فروخت میں ظاہر ہوتی ہے؛ یہ ایسا عقیدہ اور یقین ہے، جس میں تجارت کی اہمیت کے متعلق بہت زیادہ مبالغے سے کام لیا گیا ہے اور اس کے حقیقی نفع اور فائدہ کی نوعیت کے متعلق غلط اندازہ قائم کیا گیا ہے۔

غالباً اجنبی کو دشمن سے منسوب کرنے کا قدیم اور دقیانوسی تخیل اب بھی باقی ہے۔ جب نیو انگلینڈ، پن سلوانیا سے کوئلہ خرید کرتا ہے تو، لوگ اس کو برا نہیں سمجھتے؛ لیکن جب نوا سکوشیا سے کوئلہ خریدا جاتا ہے تو یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ اس سے سخت مضرت رساں نتائج رونما ہوں گے۔ برطانوی کولمبیا کے نام سے اس وقت جو علاقہ

[1] بین الریاستی تجارتی کمیشن The Interstate Commerce Commission

موسوم ہے اس کے متعلق کم و بیش نصف صدی پیشتر ریاستہائے متحدہ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ ان کے علاقے کا جزو تھا۔ اگر ریاستہائے متحدہ کے مطالبات کے مطابق اور یگوں کا مسئلہ اس وقت حل ہو گیا ہوتا تو، کوئی شخص اس پر اعتراض نہ کرتا کہ لکڑی، کوئلہ، اور مچھلی کی حد تک برطانوی کولمبیا کے مادی ذرائع امریکیوں کے لیے فائدہ مند ہیں۔ لیکن جونہی سرحدی خط فاصل کھینچ دیا جاتا ہے، یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ صورت حالات تبدیل ہو گئی ہے؛ اور کثیر المقدار اور زیادہ ارزاں اشیا کی رسد کی شکل میں جو چیز امریکا کے لیے مفید ہوتی اس کو خطرے سے آلودہ تصور کیا جاتا ہے، اور صرف اس لیے کہ یہ رسد اجنبی اور غیر کے ہاتھوں فراہم ہوئی۔

۲۔ تامین کی موافقت میں جو عام دلائل پیش کیے جاتے ہیں ان میں سے بعض پر اجمالی طور سے غور کرنے کی ضرورت ہے؛ یعنی یہ کہ (۱) تامین ملکی بازار قائم کرتی ہے؛ (۲) کام تخلیق کرتی اور روزگار فراہم کرتی ہے؛ اور (۳) اجرت بڑھا دیتی ہے یا ان کو اعلیٰ رکھتی ہے۔

جب درآمد پر روک قائم کی جاتی ہے اور پہلے جو اشیا درآمد کی جاتی تھیں وہ اب ملک کے اندر تیار کی جاتی ہیں تو، یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ ملکی بازار قائم ہو گیا۔ بازار تو بیشک قائم ہو جاتا ہے؛ لیکن، جیسا کہ تامین کے مدعی عام طور سے کہتے ہیں یا مطلب لیتے ہیں، کوئی زائد بازار قائم نہیں ہوتا؛ بلکہ ایک بازار، دوسرے اور مختلف بازار سے بدل جاتا ہے۔ اس صورت میں بھی اکثر لوگوں کے خیالات اشیا کی فروخت اور زر کے لین دین کے دائرے سے باہر نہیں ہوتے؛ مثلاً جب سوتی مصنوعات کا کارخانہ قائم ہوتا ہے تو، اس میں کام کرنے والے، اشیائے خورونوش اور دیگر سامان خریدکرتے ہیں، اور اس کو اشیائے خورونوش کا زائد بازار فرض کیا جاتا ہے۔ حقیقی "بازار"، یعنی حقیقی مبادلہ اشیائے خورونوش کا سوتی پارچے سے ہوتا ہے۔ یہ بازار اس وقت بھی موجود تھا جب سوتی پارچے کی باہر سے درآمد ہوتی تھی اور ان کے مبادلے میں اشیائے خورونوش اور دیگر سامان باہر بھیجا جاتا تھا۔ درآمد کو روکنے کے معنی برآمد کو بھی روکنے کے ہیں؛ اس کا مفہوم محض یہ ہے کہ بین الاقوامی مبادلے کے بدل کے طور پر داخلی مبادلے کا طریق رائج کیا جائے۔ اساسی سوال یہ ہے کہ آیا اشیائے خورونوش کی مقررہ مقدار کے عوض (یعنی

اس محنت کے عوض جو اشیا کی اس مقدار کی تیاری میں صرف ہوتی ہے) کس طریق میں زیادہ سوتی پارچہ ملتا ہے۔ اِس میں یا اُس میں محض یہ واقعہ کہ سوتی پارچہ درآمد کے ذریعے سے زیادہ ارزاں مل سکتا ہے یہ ثابت کرتا ہے کہ خارجی بازار، داخلی بازار کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے۔ داخلی بازار کا استدلال ریاستہائے متحدہ میں کاشتکاروں کے بارے میں بکثرت استعمال کیا جاتا ہے، جن کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سوتی کارخانوں کے قائم ہو جانے کی وجہ سے زرعی پیداوار کی مانگ بڑھ جانے کی بنا پر وہ زیادہ نفع حاصل کرتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان کو فائدہ نہیں، بلکہ نقصان ہوتا ہے؛ ملک کے اندر قائم شدہ "بازار" بیرونی بازار کے مقابلے میں انکی پیداواروں کے مبادلے میں کم قیمت ادا کرتا ہے۔

510

داخلی بازار کے استدلال کی ایک خاص شکل جو ریاستہائے متحدہ ہی میں زیادہ استعمال کی جاتی ہے، اور زراعتی کھیت کے بارے میں صادق آتی ہے جو اپنی پیداوار بطور راتب گاڑیوں میں تقسیم کرتا ہے۔ فرض کیجیے کہ تامین کی بدولت مصنوعات تیار کرنے والا ایک شہر قائم ہو جاتا ہے؛ اس شہر کے نواح کے کاشتکار، دودھ، ترکاریاں وغیرہ فروخت کرکے منافعہ حاصل کرتے ہیں۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ ان کاشتکاروں کو فائدہ ہوتا ہے؛ لیکن اس کی وجہ محض یہ ہے کہ جہاں وہ اپنی سب پیداوار شہر میں فروخت کر دیتے ہیں وہاں وہ ان شہروں کی بنی ہوئی خاص چیزیں بہت کم مقدار میں خرید کرتے ہیں۔ اگر وہ سابق میں اپنی سب ترکاریاں اور شیر خانہ کی پیداوار برآمد کرتے اور اگر مصنوعات تیار کرنے والا شہر، باوجود محصول کے، ٹھیک ان ہی اشیا کی سربراہی کرتا جو انھیں پہلے درآمد کے ذریعے سے وصول ہوتیں تو، کاشتکاروں کو فائدے کی بجائے نقصان ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ تامین سے جو محدود حلقہ حقیقی فائدہ اٹھاتا ہے اس میں یہ کاشتکار بھی شامل ہوتے ہیں۔ لیکن انھیں فائدہ کاشتکاروں کی حیثیت سے نہیں بلکہ زمینداروں کی حیثیت سے ہوتا ہے۔ ان کی حیثیت ایسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ ان خوش قسمت زمینداروں کی جو کسی نئے شہر میں زمینوں کے مالک ہوتے ہیں۔ کاشتکاروں کے عام طبقے کو یعنی ان لوگوں کو جو مصنوعات تیار کرنے والی آبادی کی اکثر ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں اور ان کی پیداوار کے بیشتر حصے کو خریدتے ہیں، فائدہ نہیں بلکہ نقصان ہوتا ہے۔ مصنوعات تیار کرنے والے شہر کے غیر زمین دار طبقے کو بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ بعد میں چل کر تفصیل کے ساتھ ظاہر ہوگا، نہ تو اُجرتوں کی حالت بہتر ہوتی ہے اور نہ مزدوروں کی حالت مستقل طور سے درست ہوتی ہے۔

انجام کار ان ہی لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے جن کی ذاتی زمینوں کا محل وقوع، خواہ وہ زمینیں مضافات میں زراعت کے لیے ہوں یا شہر میں، آبادی کی نئی تقسیم کے لحاظ سے باموقع اور سہولت بخش ہوتا ہے۔

داخلی بازار کے استدلال کے ساتھ روزگار اور کام کا استدلال بہت گہرا تعلق رکھتا ہے۔ یہ امر کہ تامینی محصول محنت کی طلب کو بڑھا دیتے ہیں، بظاہر ہر شخص اور خاص کر ہر مزدور اچھی طرح جانتا ہے۔ جب درآمد پر بندشیں قائم کی جاتی ہیں تو، کیا یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ان مزدوروں کو جو اشیائے درآمد ملک ہی میں تیار کرتے ہیں زیادہ کام مل جاتا ہے؟ اس صورت میں بھی لوگ محض ابتدائی اور سب سے بدیہی نتائج کو دیکھتے ہیں اور اس پر غور و تامل نہیں کرتے کہ اس سے دوسرے کیا نتائج پیدا ہونے ضروری ہیں۔ اگر درآمد گھٹ جائے تو ظاہر ہے کہ برآمد بھی کم ہوگی؛ اور اگر محنت نئے کاروبار میں زیادہ مصروف ہو تو، قدیم کاروبار میں کم صرف ہوگی۔ معاشی غلطیوں میں سے سب سے بڑی اور عام غلطی یہ تصور ہے کہ مزدور کا برسرکار ہونا مقصود بالذات ہے نہ کہ مقصود بالغرض؛ اور اوسط درجے کے آدمی کے ذہن میں اس خیال کا بٹھانا سب سے زیادہ دشوار ہے کہ کام دھندے کو جس مقصد کی جانب متوجہ کرنا چاہئے وہ قومی آمدنی کا اضافہ ہے؛ یعنی ان قابل صرف اشیا اور خدمات میں کامل نقل پذیری ہونی چاہئے جن پر قوم کی حقیقی آمدنی مشتمل ہوتی ہے۔ اکثر مزدور، ان اسباب کی بنا پر جو کسی دوسرے موقع پر بیان کئے جا چکے ہیں[1]، ایسا ساز و سامان استعمال کرنے کے خلاف ہیں جو محنت میں کفایت کرتا ہے؛ اور ایسے انتظامات کا خیر مقدم کرتے ہیں جن سے بظاہر محنت کی طلب بڑھ جاتی ہے۔ ان میں سے اکثر جبلی طور سے تامین کے مؤید ہیں؛ اس لئے کہ محنت کے شغل کو بڑھانے کی موافقت میں جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں وہ وہی دلائل ہیں جو تامین کی موافقت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ کسی ایک گروہ یا جماعت کے مزدوروں کا تعلق قومی آمدنی کے محض اس جزو سے ہوتا ہے جو ان کو بطور حصہ ملتا ہے۔ کوئی ایسی چیز جو ان کی خاص قسم کی محنت کی طلب کو بڑھا دیتی ہے یا بڑھانے والی معلوم

[1] دیکھو باب ۲۵ فصل (۲)؛ اس موضوع کی بحث کی حد دوسرے تامینی بحث مباحثوں کی حد کے مثل بہت وسیع ہے؛ اور اس کا تعلق عملاً تقسیم دولت کے میدان سے ہے جس کا بیان حصۂ پنجم میں آئے گا۔

ہوتی ہے اس کا وہ یقیناً دل سے خیر مقدم کرتے ہیں؛ اور اس طرح بطریق استقرا ہا آسانی کے ساتھ یہ نتیجہ اخذ کر لیا جاتا ہے کہ چوں کہ حالات اس خاص رخ میں طلب کو بڑھا دیتے ہیں؛ اس لیے ہر قسم کی محنت کی طلب بڑھ جاتی ہے۔

اس استدلال کی ایک شکل یہ ہے کہ شغل محنت کا راستہ کھل جاتا ہے یا کام تخلیق کیا جاتا ہے؛ اس میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مزدور کی بے روزگاری اور اصل کی بے کاری ہمیشہ موجود ہوتی ہے۔ اگر درآمد پر محصول عائد کیا جائے، اور اس محنت و اصل کو یکجا کر کے ان اشیا کو تیار کیا جائے جو پہلے درآمد ہوتی تھیں تو کیا ایسی صورت میں فائدہ نہ ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ تامینی بحث مباحثے سے قطعاً کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ مزدوروں کی بے روزگاری اور بے کاری بہت بڑی معاشری خرابی ہے؛ اصل کی بے کاری ایک بڑا حقیقی نقصان ہے۔ اس میں شک نہیں کہ محنت و اصل کے لیے بے کاری ایک حد تک ناگزیر ہے؛ وہ زیادہ تر پیشوں کے تغیرات و تبدلات کی وجہ سے اور صنعتی ترقی کے انقلابات کے عمل کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ بے کاری کو کم کرنا حکومت کے اہم ترین فرائض میں سے ایک فریضہ ہے؛ اور یہ دشوار ترین کاموں میں سے ایک ہے۔ لیکن یہ فرض کرنا بے بنیاد ہے کہ تامین کا نظام اس کو کسی نہ کسی حیثیت سے متاثر کر سکتا ہے۔

512 اگر کسی ملک میں کسی نئی صنعت کو تامینی محصول کے ذریعے سے ترقی دی جائے تو، اس سے کسی صورت میں یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ جو محنت بے کار ہے وہ اس خاص صنعت کے لیے موزوں ہے یا اس کی حیثیت ایسی ہے کہ وہ نئے مواقع اور سہولتوں سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ بے کار مزدور فوراً نئی خالیہ جائدادوں میں بھرتی نہیں ہو سکتے۔ ان کے منتقل ہونے اور ان میں مناسبت پیدا کرنے میں وقت لگے گا۔ لیکن اگر وقت کافی ملے تو، خود روجد وجہد کی سب قوتیں بے روزگار مزدوروں اور بے کار اصل کو کسی نہ کسی صورت میں مجتمع کرنے کی جانب مائل ہوتی ہیں۔ اور اگر یہ غیر ممکن نتیجہ بھی فرض کیا جائے کہ بے کار محنت اور اصل کسی ایسی صنعت میں مجتمع کئے جا سکتے ہیں جو تامین کی وجہ سے رونما ہوئی ہو تو بھی، مسئلے کا حل عارضی اور سرسری ہوگا۔ ایجاد و اختراع، اصلاح و ترقی صنعتوں اور آبادی کی از سر نو تقسیم، صنعتی بحران مع اپنے تمام خلل ڈالنے والے اثرات کے، بہت جلد اس مسئلے کو دوبارہ پیدا کریں گے۔ اگر کوئی ملک تجارت بین الاقوام سے بالکل بے گانہ ہو اور اپنے ہی حدود کے

اندرِ تجارت کرتا ہو، تو بھی وہاں دوسری خرابیوں کے ساتھ ساتھ بے روزگاری اور بے کاری رونما ہو گی، اور اس وقت تک باقی رہیگی جب تک کہ اس کی صنعت کا مدار خانگی مِلک، پیچیدہ تقسیمِ عمل، محنت و اصل کی آزاد نقل پذیری اور کاروباری دنیا کے بیم و رجا اور اغلاط پر ہوگا۔

۳ - ریاستہائے متحدہ میں تامین کی موافقت میں سب سے زیادہ موثر اور عام استدلال یہ ہے کہ تامین اجرت کو بڑھا دیتی ہے یا اس کے بڑھانے میں ممد ہوتی ہے۔ اکثر لوگوں کا گویا ایمان یہ ہے کہ دوسرے ممالک میں ارزاں محنت سے جو اشیا تیار کی جاتی ہیں اگر ان کے مقابلے میں امریکا کی اشیا کی تامین کی جائے تو، امریکا میں اجرت اعلیٰ رکھی جا سکتی ہے اور امریکا میں معیارِ زندگی کو قائم و برقرار رکھا جا سکتا ہے۔

اس خیال کے ساتھ اسی طرح کا ایک دوسرا خیال بھی وابستہ ہے؛ اور وہ یہ کہ اگر ایسے علاقوں کے مابین آزاد تجارت ہو جن میں اجرت کی عام سطحیں ایک ہی سی ہیں؛ یعنی "معیارِ زندگی" ایک ہی مقررہ ہے تو، ایسی تجارت منفعت بخش ہو سکتی ہے۔ لیکن جب ایسے دو ملکوں کے مابین تجارت ہوتی ہے جن میں سے ایک میں اعلیٰ اجرت ہے اور دوسرے میں ادنیٰ تو، اعلیٰ اجرت والے ملک کو تجارت سے نقصان پہنچے گا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اگر ریاستہائے متحدہ کے مختلف علاقوں کے درمیان یا ریاستہائے متحدہ اور کینیڈا کے درمیان یا برطانیہ اور جرمنی کے درمیان آزاد تجارت ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن ریاستہائے متحدہ اور جرمنی کے مابین اس قسم کی تجارت اول الذکر ملک کے لیے مضر ہوگی؛ اور اگر جاپان یا چین سے ریاستہائے متحدہ کا کہیں مقابلہ ہو جائے تو آفت ہی آ جائے گی! اجرت کی سطح کے سب جگہ یکساں ہو جانے کے متعلق جو خطرہ ہے وہ ان اسباب کی لاعلمی اور غلط فہمی پر مبنی ہے جو متعارفہ اجرتوں، قیمتوں اور عام خوش حالی کے بارے میں مختلف ملکوں میں اختلافات پیدا کرتے ہیں۔ یہاں بھی ویسی ہی لاعلمی اور غلط فہمی ہے جیسی کہ ادنیٰ اجرت والی محنت کے مقابلے کے استدلال میں۔ لیکن تامین کی موافقت میں جو دلائل پیش کئے گئے ہیں ان میں سب سے زیادہ بے بنیاد اور مغالطہ آمیز یہی استدلال ہے۔

بظاہر اس استدلال کا انطباق عام نہیں ہے۔ اگر ادنیٰ اجرت کی وجہ سے غیر ممالک کے باشندوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو، اشیا کی برآمد کس طرح ممکن ہے؟ جتنی مقدار برآمد کی جاتی ہے اتنی ہی تقریباً درآمد بھی ہوتی ہے۔ برآمد کردہ اشیا کو وہی مزدور تیار کرتے ہیں جو

513

ریاستہائے متحدہ میں اعلیٰ اجرت پاتے ہیں؛ پھر بھی یہ اشیا بیرونی اشیا کے مقابلے میں زیادہ قیمت پر فروخت ہونے کی بجائے کم قیمت پر فروخت ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ بہت صاف ہے؛ یعنی یہ کہ برآمد کرنے والے ملکوں میں محنت کی پیداآوری زیادہ ہے، اور اس لیے اجرت اعلیٰ ہے مگر اس کے ساتھ قیمتیں کم ہیں۔ اور یہی پیداآوری اعلیٰ اجرت کا سبب ہے؛ اور ان اجرتوں کے ساتھ ان داخلی اشیا کی قیمتیں، جو بین الاقوامی تجارت کے دائرے سے باہر ہیں، زیادہ یا کم ہوسکتی ہیں۔ یہ تمام بحث اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتی جب تک اضافی فائدے یا تقابلی سہولت کا اصول نہ بیان کیا جائے۔ ان صنعتوں میں جن میں ریاستہائے متحدہ کو پیداآوری کا اضافی فائدہ یا سہولت حاصل ہے، آجر نفع کے ساتھ اعلیٰ اجرت ادا کرسکتے ہیں، اور اس کے باوجود اپنی اشیا کے مبادلے میں کم قیمتیں قبول کرسکتے ہیں۔ ان صنعتوں میں جن میں اس قسم کی کوئی سہولت حاصل نہیں ہے مروجہ اعلیٰ اجرت کی ادائی برداشت نہیں کی جاسکتی موخرالذکر صورت میں، گو محنت اتنی ہی موثر ہو جتنی کہ مقابلہ کرنے والے ممالک غیر میں ہے اور گو صنعتیں اس لحاظ سے اس ملک کے لیے مناسب و موزوں ہیں، پھر بھی ان میں یہ دشواری پیش آتی ہے کہ دوسری صنعتیں ان سے زیادہ مناسب و موزوں ہوتی ہیں، ان سے اور زیادہ ماحصل وصول ہوتا ہے اور اجرت کی مروجہ شرح بھی اتنی اعلیٰ ہوتی ہے کہ کم سہولت رکھنے والی صنعتیں اتنی اعلیٰ اجرت ادا کرنے کا بار برداشت نہیں کرسکتیں۔

یہ یقیناً صحیح ہے کہ جن صنعتوں کو کافی سہولت حاصل نہیں ہوتی اگر وہ تامینِ محصولات کی پناہ کے تحت ایک مرتبہ قائم ہو جائیں تو، ان صنعتوں میں، اعلیٰ اجرت صرف محصولوں کو جاری رکھ کر ہی ادا کی جاسکتی ہے۔ اس قسم کی صورتِ حال، یعنی ایسی صنعتوں کی موجودگی جن کا مدار محصولوں پر ہو، تاریخی اعتبار سے، اجرتوں کے بارے میں تامین کے مؤیدین کے استدلال کا مرکز رہی ہے۔ دوسرے ممالک کے مقابلے میں، ریاستہائے متحدہ میں اجرت کی شرحیں ہمیشہ اعلیٰ رہی ہیں۔ تامینی طریق کے قائم ہونے سے پیشتر یہ کہنا بالکل مہمل ہوتا کہ اجرتوں کی زیادتی کی وجہ اس قسم کا نظام تھا۔ جب تامین کی وجہ سے نئی صنعتیں وجود میں آتی ہیں تو، مزدوروں کو ان میں آنے کی ترغیب دینے کے لیے یہ بلاشبہ ضروری ہے کہ اجرت کی وہی شرح ادا کی جائے جو دوسری صنعتوں میں مروج ہے؛ اور جب ایک مرتبہ صنعتیں اپنے

514

پاؤں پر کھڑی ہو جائیں تو اس وقت البتہ نہایت معقولیت کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مزدوروں کو ادا کردہ اجرت کا مدار تامین پر ہے۔ جب تک یہ مزدوران صنعتوں میں رہیں گے تب تک، ان کو ملنے والی اعلیٰ اجرت تامین پر مبنی ہو گی۔

آزاد تجارت کا حامی یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ اگر تامینی محصول اٹھا دیے جائیں، اور مامون صنعتیں بیرونی مسابقت کی بنا پر میدان سے ہٹ جائیں تو، ان میں کام کرنے والے مزدور دوسری جگہ اس سے کچھ کم اچھی اجرت نہ پائیں گے۔ اغلب یہ ہے کہ وہ اشیا برآمد کرنے والی صنعتوں میں کام کرنے لگیں جہاں محنت فائدے کے ساتھ استعمال کی جاتی ہے۔ تجارت مامون کا حامی یہ جواب دیتا ہے کہ ایسی صورت میں ان صنعتوں میں مفرط پیدائش رونما ہوگی، یعنی اشیا بکثرت تیار ہوں گی، قیمتیں گھٹ جائیں گی اور اس طرح اجرت بھی کم ہو جائے گی۔ آزاد تجارت کا مؤید جواب دیتا ہے کہ نہیں! اشیا کی مقدار تو بیشک زیادہ ہوگی، مگر قیمتیں یا اجرت کم نہ ہوگی؛ اس لیے کہ ان قابل برآمد اشیا کے لیے نئی طلب ہوگی۔ اس نئی برآمد کو درآمد کے ذریعے سے ادا کرنا ضروری ہوگا؛ اس طرح گم شدہ داخلی "بازار" کی جگہ یہ نیا "بازار" لے لیگا۔ ایسی اشیا درآمد ہوں گی جنھیں پہلے مامونہ صنعتیں ملک کے اندر بناتی تھیں۔ غرض آزاد تجارت کا حامی یہ کہتا ہے کہ انجام کار نتیجہ یہ ہوگا کہ منفعت بخش صنعتوں میں زیادہ مزدور متوجہ ہوں گے، اور کثیر درآمد کے مقابلے میں برآمد بھی کثیر ہوگی! ملک کے اندر ہر طرف اجرتوں کی شرح (بحوالۂ اشیا) زیادہ ہو جائے گی، اور یہ محض محنت کو زیادہ پیداآور سمت میں متوجہ کرنے کا نتیجہ ہوگا۔

اس تمام استدلال میں آزاد تجارت کا حامی حق بجانب ہے۔ اجرت متعارفہ پر مفروضہ تبدیلی کے اثر کے متعلق بعض اور سوالات بھی ہیں جن پر آیندہ[1] غور کیا جائے گا؛ لیکن ان سے استدلال کی اساسی بنیادوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ استدلال کا اطلاق یقیناً صرف طویل المدت واقعات پر ہوتا ہے۔ اس استدلال میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ محنت (اور اصل بھی) کم منفعت بخش صنعت سے زیادہ منفعت بخش صنعت میں

[1] دیکھو باب ۳۷، فصل (۱)۔

منتقل ہوتی ہے؛ یہ کہ جب مامون صنعت سے تامین ہٹالی جاتی ہے اور اس میں کام کرنے والوں کو ادنیٰ اجرت قبول کرنے یا اس صنعت سے ہٹ جانے کی دو صورتوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار کرنی پڑتی ہے تو، وہ اس صنعت سے ہٹ کر اور پیشوں میں منتقل ہو جائیں گے جہاں زیادہ اجرت ملتی ہے۔ اس قسم کا مرور بہت ہی کٹھن اور صبر آزما ہوتا ہے۔ اگر یہ عمل بڑے پیمانے پر انجام دیا جائے؛ یعنی تامینی نظام، جس کی پناہ میں اکثر صنعتوں نے ترقی پائی، دفعۃً ہٹالیا جائے تو، اس کے سبب سے ایک زمانے کے لیے کچھ تباہی نمودار ہو سکتی ہے۔ جس حد تک موجودہ صنعتیں فی الحقیقت تامین کے تابع ہیں، اس حد کو تامین کے مؤیّد اور مخالف دونوں عام طور سے مبالغے کے ساتھ بیان کرتے ہیں؛ لیکن پھر بھی حقوق قائمہ اور وابستہ اغراض کا سوال بہت ہی تکلیف دہ ہے۔ بحیثیت مجموعی زیادہ بہتر طریق یہی ہو سکتا ہے کہ بجائے اس کے کہ کامل تبدیلی کر کے خلل پیدا کیا جائے اور نقصان پہنچایا جائے، حالات بدستور قائم رکھے جائیں یا ان میں بہت آہستہ اور احتیاط کے ساتھ تبدیلی کی جائے۔ لیکن ان تمام چیزوں کا اصولی سوال پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اور تاوقتیکہ ہم یہ سوال نہ کریں کہ ابتدا ہی سے بہترین اصول عمل کیا ہونا چاہئے، اس اصولی مسئلے کو واضح طور سے نہیں پیش کیا جا سکتا۔

گو یہ کہنا قبل از وقت ہوگا، لیکن اجرت کا مسئلہ فی الحقیقت پیدا آوری کا مسئلہ ہے[ل]۔ صنعت کی عام پیدا آوری جتنی زیادہ ہوگی، اتنی ہی عام اجرتیں بھی زیادہ ہوں گی۔ اس تعلق کی صحیح نوعیت کے بارے میں، نیز مجموعی ماحصل کے ان حصص کے بارے میں، جو علی الترتیب اجرت، سود، کاروباری منافعہ اور لگان میں تقسیم ہوتے ہیں، بہت ہی پیچیدہ اور نازک مسائل پیدا ہوتے رہیں۔ بعض عملی ضرورتوں کے تحت، یہ خیال کرنا ممکن ہے کہ تامینی محصول، ان حصص کی تقسیم کے عمل پر اثر ڈالیں گے، اور اس طرح مجموعی پیداوار پر ان محصولوں کا جس طریقے پر اثر پڑتا ہے اس سے مختلف طریقے پر وہ اجرت پر اثر ڈالیں گے۔ لیکن ایسی عملی ضرورتیں بہت شاذ پیش آتی ہیں، اور اساسی مسئلے کی بحث میں نظر انداز کرنے کے قابل ہیں۔ ملک کی عام پیدا آوری کو جو چیز گھٹائے گی وہ اجرتوں کو بھی گھٹانے کی جانب

ل۔ دیکھو جلد دوم باب (۵۲)۔

باب ۳۶ تامین زور تجارت آزاد

مائل ہوگی۔ تامین کا مقصد محنت کی جغرافیائی تقسیم پر بندش قائم کرنا ہے؛ اس مقصد کو پورا کرنے میں وہ صنعت کا رخ بالعموم کم منفعت بخش راستوں پر پھیر دیتی ہے، (اس کے ممکنہ مستثنیات پر آیندہ باب میں غور کیا جائے گا)۔ بالعموم وہ عام پیدا آوری، عام خوش حالی اور اجرت کی عام شرحوں کو گھٹا دیتی ہے۔

۴۔ اجرت کے استدلال کا ایک رخ اس اصول میں ظاہر ہوتا ہے، جس پر ریاستہائے متحدہ میں چند سالوں سے بہت زور دیا جا رہا ہے، کہ محصولوں کی ترتیب اس طرح عمل میں لانی چاہئے کہ ریاستہائے متحدہ اور غیر ممالک کے مابین "مصارف پیدائش میں تسویہ" ہو جائے۔ اس کو اس حیثیت سے پیش کیا گیا ہے کہ گویا محصول کے مسئلے کا باقاعدہ اور علمی حل یہی ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ جب ریاستہائے متحدہ میں کسی شئے کی محنت کے مصارف زیادہ ہوں تو، ایسا محصول عائد کرنا چاہئے جس کی بنا پر داخلی پیدا کنندہ اپنے خارجی حریف کا مساوی شرائط پر مقابلہ کرنے کے قابل ہو سکے، اور اس کے بعد انھیں اپنی اپنی حالت پر لڑ کر جیتنے کے لیے چھوڑ دینا چاہئے۔ یہ ثابت کرنے کے لیے زیادہ غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر اس قسم کی پالیسی پر استقلال کے ساتھ عمل کیا گیا تو اس کے معنی تجارت بین الاقوام کے تمام فوائد کو بلکہ خود تجارت بین الاقوام کو کامل طور سے زائل کر دینے کے ہیں۔ کسی مقررہ شئے کے پیدا کرنے میں کسی ملک کو جس قدر کم سہولت ہوگی اسی قدر زیادہ محنت اس کے تیار کرنے میں صرف کرنی ضروری ہے، اور اسی قدر اجروں کے مصارف بڑھ جائیں گے۔ محنت کی کارکردگی یا پیدا آوری جتنی کم ہوگی اسی کے تناسب سے زیادہ اجرت محنت کی اس زیادہ مقدار کو حاصل کرنے کے لیے دینا ضروری ہے جو پیداوار کی ہر اکائی کو تیار کرنے کے لیے درکار ہو؛ اس طرح "محنت کے مصارف" اسی قدر زیادہ ہوں گے؛ اور اگر محنت کے مصارف میں مساوات قائم کرنا ہے تو محصول اسی کے بالمقابل زیادہ عائد کرنے چاہئیں۔ اگر کسی شئے کی قیمت کافی طور سے زیادہ رکھی جائے تو، ہر بدیسی شئے کی پیدائش ممکن ہے، خواہ وہ ملک کے صنعتی امکانات کے مد نظر کتنی ہی ناموزوں کیوں نہ ہو؛ اور اگر ممالک غیر کے مقابلے کو روک دیا جائے تو قیمت کے اضافے کی کوئی حد ہی نہ ہوگی (بشرطیکہ طلب کے موقوف ہونے کا امکان معدوم ہو)۔ اگر تسویۂ مصارف کے اصول کو غیر متناقض طریقے سے بروئے عمل لایا جائے تو، ہمیں اعلیٰ محصولوں کے ذریعے سے اس شئے

کی داخلی پیدائش کو ترقی دینے کی بہت زیادہ شدومد کے ساتھ کوشش کرنی چاہیئے جس کی درآمد میں ہم کو سب سے زیادہ فائدہ اور جس کی داخلی پیدائش میں سب سے زیادہ نقصان ہو۔ اس میں شک نہیں کہ اس اصول کو تجویز کرنے والے اشخاص اس کو اس کے منطقی نتیجے تک کھینچ تان کر لیجانے سے غالباً اجتناب کریں گے۔ وہ محصولوں میں اس قدر اضافہ کرنے کی پالیسی سے پرہیز کریں گے کہ اس کی بنا پر لیموں یہیں میں پیدا کئے جانے لگیں یا (بقول آدم اسمتھ) انگور اسکاٹ لینڈ میں اگائے جانے لگیں؛ اگرچہ یہ سب کچھ کرنا ممکن ہے بشرطیکہ مصارف محنت کامل طور سے ساوی ہو جائیں۔ وہ صرف ان اشیا کا خیال کرتے ہیں جن کی پیدائش میں داخلی مشکلات اور نقصانات زیادہ نہیں ہیں۔ لیکن فرق محض مدارج کا ہے۔ یہ کہنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ مصارف محنت کا یعنی صنعتی پیدا آوری کا نقصان اگر بقدر ۲۰ فی صد ہو تو، اس کو تامینی محصول کے ذریعے سے زائل کر دینا چاہیئے؛ لیکن یہ نقصان اگر ۵۰ فی صد، ۱۰۰ فی صد یا ۲۰۰ فی صد ہو تو، اس کو اس طرح زائل نہ کرنا چاہیئے۔

اس تصور کی موافقت میں ایک بات کا کہہ دینا ضروری ہے؛ اور وہ یہ کہ محصولوں میں ان شرحوں سے زیادہ اضافہ نہ کرنا چاہیئے جو "مصارف محنت میں تسویہ" کرنے کے لیے ضروری ہوں۔ اگر وہ اس سے بڑھ جائیں تو، یہ امکان ہے کہ داخلی اجارہ، صارفوں پر زائد بار عائد کر دے۔ اگر داخلی پیدا کنندوں کے مابین آزاد مسابقت نہ ہو تو یہ امکان پیدا ہوتا ہے۔ اگر داخلی مقابلہ قیمتوں کو گھٹا کر اخراجات پیدائش کی سطح تک لے آئے تو، جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا، مامون پیدا کنندوں کو کوئی نفع وصول نہ ہوگا اور نفع اجارہ بھی نہ ملے گا۔ لیکن جہاں مامون اصل داروں کے لیے اجارے اور غیر معمولی منافعے کا امکان ہو وہاں، یہ کہنا غیر معقول نہ ہوگا کہ (اگر وہ تامینی محصول رکھنا چاہیں) یہ محصول اتنے زیادہ نہ ہونے چاہئیں جتنے کہ صنعت کو چلتا رکھنے کے لیے کافی ہوں۔ لیکن یہ منوانے کی کوشش کرنا مہمل ہوگا کہ یہ تجویز، اس شکل میں بھی، تامینی مسئلے کا باقاعدہ "علمی" حل ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہنا چاہیئے کہ تامین کو اس حد تک نہ بڑھانا چاہیئے جہاں وہ اجارے کی پرورش شروع کر دے۔

۵۔ تامین کے خلاف عام خیالات کی صحت و صداقت کی تشریح و توضیح تامینی

محصولوں کے تفصیلی عمل پر بحث کر کے کی جائے گی۔

جب کسی شے پر محصول عائد کیا جاتا ہے تو، اس شے کی قیمت بالعموم بقدر محصول بڑھ جاتی ہے۔ گو عام طور سے ایسا ہی ہوتا ہے، لیکن ایسا ہونا لازمی نہیں ہے؛ اور ان صورتوں میں بھی جہاں اس معمولی نتیجے کی توقع ہو اضافہ ہمیشہ فوراً نہیں ہوتا، بلکہ بسا اوقات آخر میں جا کر ہوتا ہے۔ سچ پوچھو تو، اس نتیجے کی توقع صرف اس صورت میں کرنی چاہئے جبکہ شے آزاد مسابقت اور استقرار حاصل کے حالات کے تحت تیار کی جائے[1]۔ کسی شے پر معمولاً جو محصول عائد کیا جاتا ہے اس کے مثل تامینی محصول بھی عام طور سے اس شے کو بازار تک لانے کے اخراجات میں اسی قدر اضافہ کر دیتا ہے۔ اگر پیدا کنندے کو اپنا معمولی منافعہ حاصل کرنا ہے تو، اس شے کی قیمت میں تامینی محصول یا ٹکس کی مقدار کا اضافہ کرنا اور یہ سب صارف سے وصول کرنا ضروری ہے لیکن قیمت کے اضافے کا اثر طلب پر پڑتا ہے۔ اس کا بہت قرینہ ہے کہ مقررہ مقدار، زیادہ قیمت پر کل کی کل فروخت نہ ہو سکے۔ پھر بھی، ممکن ہے کہ

518

[1] اگر کوئی شے تقلیل حاصل یا تکثیر حاصل کے حالات کے تحت تیار کی جائے تو صورت بظاہر مختلف ہو گی۔ تقلیل حاصل کے تحت، مقدار کی اکائی کے حساب سے لگایا ہوا محصول، صرف کو روکنے، پیدائش کو گھٹانے، اختتامی مصارف کو کم کرنے اور اس طرح قیمت میں مقدار محصول سے کم اضافہ کرنے کی جانب مائل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس تکثیر حاصل کے تحت، محصول، صرف کو گھٹا کر اختتامی مصارف بڑھانے اور اس طرح قیمت میں مقدار محصول سے زائد اضافہ کرنے کی جانب مائل ہوتا ہے۔ اجارے کے تحت تیار کردہ اشیا کا محصول، اپنے نتائج قدر اجارہ کے اصول کے تحت پیدا کرتا ہے؛ اور یہ خیال کرنا بالکل ممکن ہے کہ اس قسم کا محصول، ایسی شے کی صورت میں جس کی طلب بہت تغیر پذیر ہو، قیمت میں بہت کم اضافہ پیدا کریگا اور اس محصول کا بار زیادہ تر اجارہ دار پر پڑے گا۔ لیکن یہ سب امکانات، محصول درآمد کے بارے میں جس حد تک ظاہر ہوتے ہیں بالکل اسی حد تک داخلی محصولوں کے بارے میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ تجارت خارجہ میں کوئی خاص مسائل نہیں پیش کرتے؛ وہ نظریۂ قدر کا جزو ہیں۔ علاوہ ازیں یہ امکانات کوئی خاص عملی نتائج نہیں پیدا کرتے۔ جیسا کہ متن میں بیان کیا گیا ہے، عام صورت انجام کار استقرار مصارف کی ہوتی ہے۔ عام استدلال کی اہم ترین شرط، غالباً ان اشیا کے لیے قائم کرنی ضروری ہے جو نیک نامی یا نشان تجارت کے نیم اجارے کے تابع ہوں؛ کیونکہ اس صورت میں گو پیدا کنندے کوئی مستقل یا غیر مشروط اجارہ نہیں رکھتے، پھر بھی طویل زمانے تک غیر معمولی منافع حاصل کرتے ہیں اور محصول کے عمل کے ذریعے سے وہ

پیدا کنندہ رسد میں مستعدی کے ساتھ کمی کرنے کے قابل نہ ہو سکے؛ اس لیے کہ ممکن ہے کہ اس کا کارخانہ بڑا ہو اور مخصوص شے کی مقررہ رسد تیار کرنے کا پابند ہو۔ اس لیے ایک مدت تک ممکن ہے کہ قیمت میں محصول کی مقدار کے مقابلے میں کم اضافہ کیا جائے؛ بظاہر یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی اضافہ ہی نہ کیا جائے۔ صرف رسد جیسے جیسے نئی صورت حال کے مطابق آہستہ آہستہ منظم ہوگی ویسے ویسے معمولی حالات عود کرتے آئیں گے؛ اور قیمت بڑھائی جائیگی حتیٰ کہ پیدا کنندوں اور تاجروں کے اخراجات پیدائش کے اضافے کی تلافی ہو جائے گی۔ اس لحاظ سے یہ صحیح ہے کہ محصول درآمد اور فی الحقیقت کسی شے پر عائد کردہ ٹکس بھی، ایک مدت تک پیدا کنندے کو، خواہ وہ خارجی ہو یا داخلی، زیر بار کرسکتا ہے؛ لیکن آخرالامر یہ کل بار صارف پر ڈالتا ہے۔

جب تک یہ شے درآمد ہوتی رہے گی، قیمت کا یہ اضافہ محصول کے باعث رونما ہوگا، لیکن اس سے قومی نقصان نہ ہوگا۔ یہ صحیح ہے کہ صارفوں سے آخر میں ان کی آمدنیوں کا اس قدر حصہ چھن جاتا ہے؛ لیکن ان کے نقصان کے بقدر خزانۂ عامرہ کو نفع یا آمدنی ہوتی ہے۔ ٹکس بظاہر مفادات عامہ کے لیے عائد کئے جاتے ہیں؛ ان کے عائد کرنے سے نقصان یا ضرر نہیں پہنچتا۔ اگر مطلوبہ مداخل چنگی کے ذریعے سے وصول نہ ہوں تو، وہ کسی دوسرے طریقے سے وصول ہو جائیں گے۔ اور یہی ٹکس دوسری شکل میں عوام پر عائد کیا جائے گا۔

لیکن فرض کیجئے کہ محصول عائد کرنے کے بعد داخلی پیدا کنندے، خارجی پیدا کنندوں کو میدان سے ہٹا دیتے ہیں۔ وہ خارجی پیدا کنندوں کے مقابلے میں زیادہ قیمتیں وصول کرتے ہیں؛ اور ان کے لیے زیادہ قیمتیں وصول کرنا ضروری ہے؛ تاکہ منافعہ وصول ہو۔ اگر وہ بازار میں اپنی شے کو اسی قیمت پر فروخت کر سکتے جس پر خارجی پیدا کنندے فروخت کرتے تھے تو، سرے سے کسی شے کی درآمد ہی نہ ہوتی۔ اس واقعے سے کہ محصول عائد ہونے سے بیشتر داخلی پیدا کنندے میدان میں داخل ہی نہیں ہوے، یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ گھاٹے اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اس منافعے کا ایک جزو پانے سے محروم کئے جاسکتے ہیں۔ کچھ مفصل بحث کے لیے جلد دوم باب ۱۷۔

نقصان میں ہیں[1]۔ جب وہ محصول کی بدولت میدان میں آنے کے قابل ہوتے ہیں اور اپنی اشیا کو ان مصارف سے زیادہ قیمت پر فروخت کرتے ہیں جو ان کے درآمد کرنے کی حالت میں تھے تو، صارف بالکل اسی طریقے سے محصول ادا کرتا ہے جس طرح کہ ان اشیا کے درآمد ہونے کی صورت میں، یعنی قیمتوں کی زیادتی کی شکل میں۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس صورت میں سرکاری خزانے کو کوئی آمدنی نہیں ہوتی۔ زائد قیمت اس مالی امداد کی نمائندگی کرتی ہے جو پیداکنندوں کو غیر منفعت بخش صنعت میں تابت قدمی کے ساتھ ٹھیرے رہنے کے قابل بنانے کے لیے دی جاتی ہے۔ اور وہ اس طرح اسی قدر قومی نقصان کی نمایندگی کرتی ہے۔ تامینی محصولوں کے اکثر بحث مباحث میں، کم از کم ریاستہائے متحدہ میں عام مفروضہ یہ ہوتا ہے کہ داخلی صنعت کی تخلیق، اس حیثیت سے کہ وہ ایک ایسی شے تیار کرتی ہے جو پہلے درآمد ہوتی تھی، ملک کے لیے منفعت بخش ہے۔ سچ پوچھو تو، حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ مسلسل درآمد پر ادا کئے ہوئے محصول سے کوئی نقصان نہیں ہوتا؛ نقصان اس وقت ہوتا ہے جبکہ داخلی رسد درآمد کی جگہ لے لیتی ہے اور محصولوں کی ادائی رک جاتی ہے۔

چنانچہ جہاں آزاد تجارت کے اصول پر غیر متناقض طریقے پر عمل کیا جاتا ہے وہاں، کسی شے پر نہ صرف کروڑگیری لی جاتی ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ داخلی پیداوار پر داخلی ٹکس اسی مقدار میں عائد کیا جاتا ہے۔ اس طرح ان دونوں ٹکسوں کا مقصد محض مداخل میں اضافہ کرنا ہوتا ہے، اور ملک کے اندر صنعت کے انتظام پر ان کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ چنانچہ برطانیہ نے اسی نظام پر کامل استقلال کے ساتھ بہت زمانے تک عمل کیا۔ اس کی کروڑگیری عام صرف کی چند اشیا، مثلاً: چائے، کوکو، شکر، شراب، تمباکو وغیرہ تک محدود تھی۔ کروڑگیری کی شرح کی مساوی شرح سے بوزہ (بیر) اور مسکرات پر داخلی ٹکس عائد کیا جاتا تھا۔ دوسری اشیا ایسی تھیں جو ملک کے اندر تیار نہ ہو سکتی تھیں؛ ان پر جو محصول وصول کئے جاتے تھے ان کی نوعیت خالص مداخل کی تھی۔ بعض اوقات عام بحث مباحثے میں یہ کہا جاتا ہے کہ محصولوں کا عائد کرنا خواہ وہ کسی قسم کے کیوں نہ ہوں، اصول آزاد تجارت سے تناقض رکھتا ہے۔

---

[1] لیکن باب ۳۷ کی بحث نوخیز صنعتوں کی تامین کے بارے میں دیکھو۔

بظاہر یہ ایک غلطی ہے ؛ صرف ایسے محصولوں کے عائد کرنے کی صورت میں جن کے سبب سے داخلی اشیا، درآمد کردہ اشیا کی جگہ لے لیں، البتہ اس اصول سے تصادم و تخالف ہوتا ہے۔

اگر کروڑگیری عائد کرنے کا اثر یہ ظاہر ہو کہ کوئی داخلی صنعت وجود میں آئے تو، داخلی پیدا کنندوں کو غیر معمولی منافعہ وصول نہیں ہوتا ؛ یعنی اگر مسابقت کے حالات کے تحت وہ شے بازار میں لائی جائے تو، انھیں منافعہ وصول نہیں ہوتا۔ اس کا بہت قرینہ ہے کہ جدت دکھا کر سب سے پہلے اس شے کو تیار کرنے والے محصول کے پہلی مرتبہ عائد ہونے پر غیر معمولی منافعہ حاصل کریں۔ لیکن مرور زمانہ کے ساتھ یہ منافعہ گھٹ کر معمولی سطح پر آجائے گا ؛ اور اس معمولی سطح پر داخلی قیمتیں، خارجی قیمتوں سے صرف اسی صورت میں نسبتہً زیادہ ہوں گی جبکہ داخلی پیدا کنندے کو کوئی حقیقی نقصان گھاٹے میں ڈال دے۔ دوسرے الفاظ میں، کسی شخص کو نفع نہیں ہوتا اور قوم کا نقصان ہوتا ہے ؛ اور یہ نقصان اس طرح ہوتا ہے کہ قوم کو تامین کے بغیر جتنی قیمت اس شے کی ادا کرنی پڑتی اس سے زیادہ قیمت مامون شے کے لیے ادا کرنی پڑتی ہے۔

جہاں مسابقت کے حالات نہیں ہوتے ؛ یعنی جہاں اجارہ ہوتا ہے، خواہ کامل ہو یا جزوی، دائمی ہو یا عارضی، وہاں، ممکن ہے کہ داخلی پیدا کنندے غیر معمولی منافعہ حاصل کریں۔ جس حد تک وہ منافعہ حاصل کرتے ہیں اسی حد تک، ایک اور مد حساب میں شامل ہو جاتی ہے۔ نہ صرف کچھ قومی نقصان ہونا ممکن ہے، بلکہ محاصل کا ایک قسم کے اشخاص سے دوسری قسم کے اشخاص کی جانب منتقل ہونا بھی ممکن ہے۔ وہ شے ملک کے اندر زیادہ اخراجات کے ساتھ تیار ہو سکتی ہے، اور اس طرح درآمد کرنے کے مقابلے میں ممکن ہے کہ وہ نسبتہً زیادہ قیمت پر فروخت ہو ؛ بلکہ ممکن ہے کہ وہ اس سے بھی زیادہ قیمت پر اس لیے فروخت ہو کہ داخلی پیدا کنندوں کی حیثیت، مقابلے کو روکنے اور غیر معمولی منافعہ حاصل کرنے کی ہوتی ہے۔ اس امر کا بھی امکان ہے کہ محصول کے عائد ہونے کی وجہ سے داخلی پیدا کنندے، جو کسی طرح نقصان اور گھاٹے میں نہیں ہیں اور جو غیر ممالک کے پیدا کنندوں کی طرح اس شے کو بازار میں بہت ارزاں لا سکتے ہیں، اتحاد قائم کرلیں اور مسابقتی قیمت سے زیادہ قیمت وصول کرلیں۔ ایسی صورت میں

کسی طرح کا قومی نقصان نہ ہوگا۔

قدرتی طور سے یہ موخرالذکر صورت بالکل ویسی ہی ہے جیسی کہ وہ صورت جس میں تامین بہت کم مقبول ہے، اگرچہ ایک لحاظ سے بہت کم نقصان رساں ہوتی ہے۔ جہاں مامون پیداکنندے غیر معمولی منافعہ حاصل نہیں کرتے وہاں، یہ خیال کیا جاتا ہے کہ نظام اچھی طرح کام کر رہا ہے۔ لیکن براہ راست زید کا نقصان کر کے عمر کو فائدے پہنچانے کا طریق، جو عام طور سے اجارے میں ظاہر ہوتا ہے، عوام کے خیالات میں ہیجان پیدا کرتا ہے اور اس طرح عوام اس کے خلاف غم وغصہ کا اظہار کرتے ہیں؛ اگرچہ انتقادی نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ عمر فائدے میں رہتا ہے اور زید گھاٹے میں، قوم کی حالت بحیثیت مجموعی بہتر نہیں ہوتی۔ صحیح معاشی تحلیل عام صنعتی پیدآوری پر جو بعید اثرات ڈالتی ہے ان سے مقابلۃً بہت کم اشخاص واقف ہوتے ہیں۔

اجارے کے خلاف عوام کے جذبات جس آسانی کے ساتھ ابھارے جاسکتے ہیں اس کی بنا پر تامین کے مخالف اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تامین، اجارے کی پرورش کرتی ہے۔ ایک دفعہ کانگریس کی مقرر کردہ تحقیقاتی کمیٹی میں یہ بات کہی گئی تھی کہ "محصول ہی تمام ٹرسٹوں یا جتھابندی کی جڑ ہے"؛ اور یہ مقولہ تجارت آزادی وکالت وحمایت کا لب لباب بن گیا۔ اس کی صداقت محدود ہے۔ اتحاد اور جتھابندی کے اسباب موجودہ زمانے کی صنعتوں میں بہت گہری بنیاد رکھتے ہیں۔ وہ زیادہ تر پیدائش برپیمانۂ کبیر کی ترقی میں پائے جاتے ہیں؛ اس قدر دور رس میلان کسی ایک خارجی سبب کی جانب منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

لیکن یہ صحیح ہے کہ تامینی محصولوں نے اتحاد بعض اوقات بہت آسانی کے ساتھ اور ابتدائی حالت میں پیدا کردیا، اور بعض اوقات اس کے منافعہ کو بہت بڑھادیا۔ یہ صورت وہاں پیدا ہونے کا قرینہ ہے جہاں حالات ملک کے اندر اتحاد کے لیے تیار ہوں، لیکن بین الاقوامی اتحاد کے لیے تیار نہ ہوں؛ اس قسم کی ترقی کی حالت خاص کر موجودہ زمانے میں ریاستہائے متحدہ میں بہت عام ہے۔ اگرچہ اتحاد کا میلان بہت قوی اور دور رس ہوتا ہے، اس کے نتائج بلالحاظ موافق اسباب اور آئینی اثرات کے خود بخود رونما نہیں ہوتے۔ گزشتہ نسل میں تامینی محصول موافق سبب کا کام دیرہے تھے۔ اگرچہ

521

ٹرسٹ یا جتھابندی کا مسئلہ فی نفسہٖ تامین کے مسئلے سے بہت مختلف ہے؛ یعنی نہ صرف اس سے بہت زیادہ سنجیدہ مسئلہ ہے بلکہ اس کے معاشری نتائج بھی نسبتۂ بہت زیادہ وسیع ہوتے ہیں؛ لیکن بعض صنعتوں میں یہ دونوں ملے جلے پائے جاتے ہیں۔

جس طرح تامینی محصولوں سے بعض اصل داروں کو غیر معمولی منافعہ ہو سکتا ہے، بشرطیکہ وہ مسابقت کرنے والوں کو زیر کر سکیں، بالکل اسی طرح بعض مزدوروں کو بھی غیر معمولی طور سے اعلیٰ اجرتیں مل سکتی ہیں بشرطیکہ وہ بھی اسی طرح مقابل حریفوں سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ ایسا کرنا مزدوروں کے لیے نسبتۂ آسان نہیں ہے؛ لیکن کم از کم طویل مدت کے لیے ناممکن نہیں ہے۔ سب سے زیادہ دستکاری کے پیشوں میں، جن میں مخصوص اکتسابی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے اور جو کلوں کے عمل کے تابع نہیں ہوتے، ایسا کرنا ممکن ہے۔ چنانچہ ابھی کچھ زمانہ ادھر تک شیشے کی صنعت کا یہی حال رہا۔ بعض قسم کے شیشوں، خاص کر دریچوں کے شیشے، کے لیے ماہر فن شیشہ گروں کی خدمات کی ضرورت تھی جن کے ہنر کا سیکھنا آسان نہ تھا۔ اس پیشے میں بہت گہرا اتحاد موجود تھا اور دوسروں کے داخلے کے لیے دروازے بند تھے؛ نتیجہ یہ کہ اس میں اجرتوں کی شرح غیر معمولی طور سے اعلیٰ تھی۔ اس صنعت کے آجروں نے بھی آپس میں سمجھوتا کر لیا؛ اس طرح اصلداروں اور مزدوروں کا دہرا اجارہ موجود تھا، اور یہ محض بہت ہی اعلیٰ محصول درآمد کا نتیجہ تھا۔ ان دونوں گروہوں میں کبھی آپس میں کشمکش ہوتی تھی اور کبھی دونوں مل جاتے تھے؛ اور آخر میں، جیسا کہ ایسی صورتوں میں بالعموم ہوتا ہے، آجروں ہی کو فائدہ ہوتا تھا۔ اس صورت میں بھی، دوسری صورتوں کے مثل، نئی ایجادیں اور اختراعیں کی گئیں؛ اور کلوں کا روز افزوں استعمال، دستکار مزدوروں کو انکی خاص سہولتوں اور فوائد سے محروم کرنے لگا۔ لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب تک قدیم حالات باقی رہیں، محصولی طریق اجرتوں کو اعلیٰ رکھے گا؛ یعنی عام مزدوروں کی اجرت نہیں بلکہ ایک محدود گروہ کی اجرت کو سرکاری صنعتوں کے مثل ان صورتوں میں یہ امکان[1] ہے کہ مزدور عام طور سے ایک مختصر گروہ کو فائدہ پہنچنے کے خیال کو پسند کریں؛ خواہ اس کے معنی صارفوں کے لیے اور بحیثیت صارفوں کے مزدوروں کی

522

[1] مقابلہ کرو باب ۴۶ فصل ۵ جلد دوم کے بیان سے۔

بڑی جماعت کے لیے، اعلیٰ قیمت ادا کرنے کے کیوں نہ ہوں۔ جو چیز دستی مزدوروں کی کسی جماعت کو اعلیٰ اجرت دلانے والی ہو نہ صرف مزدوروں کے سرگروہ اس کا خیر مقدم کرتے ہیں، بلکہ عام طبقہ بھی اسے خوش آمدید کہتا ہے؛ اس کی وجہ ایک حد تک تو فرقہ دارانہ ہمدردی ہے لیکن سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ایسے اسباب میں جو سب کے لیے حقیقی فائدہ رساں ہوتے ہیں اور ان اسباب میں جو صرف معدودے چند خوش قسمت اشخاص کے لیے فائدہ رساں ہوتے ہیں، وہ فرق و امتیاز کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔

523
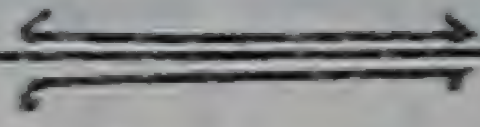
باب سی و ہفتم

تامین اور تجارت آزاد (بسلسلۂ سابق)

تامین کی موافقت میں چند دلائل

(۱) تامینی محصول، عام آمدنیوں (بحوالہ اوزر) پر اثر ڈال کر بین الاقوامی مبادلے کے زیادہ نفع بخش شرائط پیدا کر سکتے ہیں۔ (۲) نوخیز صنعتوں کی تامین۔ زیادہ تر صرف مصنوعات کی حد تک کی جا سکتی ہے۔ خاص صورتوں میں اس کی کامیابی کا اندازہ مشکل ہے۔ (۳) سیاسی امور کا لحاظ؛ باربرداری کے جہازوں کی مالی امداد کی مثال کے ذریعے سے اس کی تشریح۔ (۴) معاشری ملحوظات تامین کو مصنوعات کے لیے مفر قرار دیتے ہیں، لیکن لازماً ایسا نہیں ہے۔ جرمنی میں بحث مباحثہ؛ حامی زراعت مملکت بمقابلہ حامی صنعت مملکت۔ اشیاء خورونوش کی رسد کے رک جانے کے بارے میں استدلال۔ (۵) انگلستان کا عجیب و غریب انحصار تجارت بین الاقوام اور برآمد پر بطور اشیا برآمد کرنے والے کے اس کی حیثیت کو نوآبادیوں کے ساتھ معاہدات اور انتقام کی دھمکیوں کے ذریعے سے قوی بنانے کا امکان۔ (۶) گزشتہ ۵۰ سال میں تامین کی ترقی۔ (۷) ریاستہائے متحدہ میں تامین کے اثرات؛ صحیح اندازہ مشکل بلکہ ناممکن ہے، لیکن عام مباحث میں یقیناً مبالغے سے کام لیا جاتا ہے۔ (۸) کن حالات میں صناع اپنے آپ کو تامین کے بغیر قائم رکھ سکتے ہیں۔ تقابلی مصارف کے سلسلے میں کلوں کا اثر۔ (۹) ریاستہائے متحدہ میں تامینی طریق کے عمل پر آخری نظر۔

باب ۳۸ تامین کے موافق دلائل

ا۔ تامین کے بحث مباحثے کے سادہ پہلوؤں پر گزشتہ باب میں بحث کی جا چکی ہے، یعنی ان پہلوؤں کو بیان کیا جا چکا ہے جو آزاد تجارت کے موافق استدلال کو بہت قوت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تامینی محصول کے باعث قیمت کا اضافہ خالص نقصان کے مرادف ہے۔ لیکن ایسے طریقے موجود ہیں جن سے اس نقصان کو زائل کیا جا سکتا ہے۔ نقصان کو زائل کرنے کے متعدد ممکنہ طریقوں کا لحاظ کرنے سے تامین کی موافقت میں وہ دلائل نمودار ہوتے ہیں جو ایک حد تک صحیح ہیں۔

سب سے اول بین الاقوامی مبادلے کے شرائط پر اثر پڑنے کا امکان ہے[۱]۔ محصول کا پہلا اثر تقریباً لازمی طور سے یہ ہوتا ہے کہ درآمد گھٹ جاتی ہے۔ اگر وہ ایسا محصول بھی ہو جو خالص مداخل میں اضافہ کرنے کے خیال سے عائد کیا گیا ہو تو بھی، درآمد گھٹ جائے گی، تاوقتیکہ طلب اتفاقیہ طور سے بالکل غیر تغیر پذیر نہ ہو، اضافۂ قیمت صرف کی کمی کا موجب ہوگا۔ اگر محصول، تامینی ہے اور داخلی پیدائش کے حق میں مہمیز کا کام کرتا ہے تو، درآمد کی کمی بہت زیادہ اور بہت یقینی طور سے ہوگی۔ اسی وجہ سے ملک میں فلز کی درآمد ہوگی۔ اس کے بعد سلسلہ وار وہ سب نتائج و عواقب رونما ہونگے (ہمیشہ یہ فرض کرتے ہوئے کہ فلز کی نقل کثیر مقدار میں اور مسلسل ہو رہی ہے) جن سے قاری بخوبی واقف ہے۔ ملک کے اندر قیمتوں اور آمدنیوں میں اضافہ ہوگا اور بیرونی ممالک میں تخفیف ہوگی۔ مرور زمانہ کے ساتھ جوں جوں برآمد کردہ اشیا کی قیمت بڑھتی جائیگی ویسے ویسے برآمد میں رکاوٹ پیدا ہوگی؛ اور جیسے جیسے درآمد کردہ اشیا کی قیمت گھٹتی جائیگی ویسے ویسے درآمد کی مقدار بڑھتی جائے گی۔ اس مروری دور کی مدت کا اور اس کے اختتام سے قبل کی تبدیلی کی وسعت کا مدار طلب متکافی کے عمل پر ہے۔ اگر کسی ملک کی برآمد کردہ اشیا ایسی ہوں، جن کی طلب بیرونی ممالک میں بہت قوی ہو؛ اور اگر اس کے برخلاف اس کی درآمد کردہ اشیا ایسی نہ ہوں کہ قیمت گھٹنے پر ان کی طلب بڑھ جائے تو ایسی صورت میں عظیم تبدیلی واقع ہو سکتی ہے۔ انجام کار توازن از سر نو قائم ہو جائے گا؛ برآمد میں کمی اور

524

---

[۱] بین الاقوامی مبادلے کا یہاں وہی مفہوم لیا گیا ہے جس مفہوم میں اس کو باب ۳۵ میں استعمال کیا گیا، اور اس کی تشریح کی گئی۔

درآمد میں اضافہ ہوگا یہاں تک کہ ادائیوں میں پھر توازن قائم ہوجائے گا۔ جب آخر میں یہ حالت رونما ہو تو، اس ملک میں جہاں محصول عائد کیا گیا ہے آمدنی متعارفہ اور قیمتیں بڑھ جائیں گی۔ جہاں تک داخلی خریداریوں کا تعلق ہے وہاں تک، اعلیٰ آمدنیوں سے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا؛ اس لیے کہ ملک کے اندر اسی تناسب سے قیمتوں میں اضافہ ہوگیا ہے۔ لیکن درآمد کردہ اشیا کی خریداری میں اعلیٰ آمدنیوں سے فائدہ پہنچے گا۔

اس صورت میں نقصان فائدے کو متوازن کردیتا ہے۔ مامون اشیا (یعنی ایسی اشیا جو محصولوں کے اثر کے تحت ملک میں تیار کی جائیں) کے خریداروں کی حیثیت سے صارفوں کو نقصان ہوگا؛ لیکن ایسی اشیا کے خریدار جن کی درآمد جاری ہے فائدہ میں رہیں گے۔ اگر ان خاص اشیا کی درآمد جن پر محصول عائد کیا گیا ہے بالکل بند بھی ہوجائے تب بھی، دوسری اشیا کی درآمد ہوتی رہے گی۔ چنانچہ ریاستہائے متحدہ میں گزشتہ نسل میں تامینی محصولوں کا اثر یہ ہوا کہ اکثر مصنوعات کی درآمد کامل طور سے رک گئی؛ لیکن چائے، قہوہ، شکر اور گرم ممالک کی ہر قسم کی پیداواریں، مختلف اشیائے خام اور بعض اعلیٰ قسم کے مصنوعات کی درآمد کا سلسلہ جاری رہا۔ اگر گزشتہ پارہ کا استدلال صحیح ہو تو، یہ سب اشیا محصولوں کی وجہ سے فی الحقیقت بہت زیادہ ارزاں ملیں گی۔ یہ صحیح ہے کہ بعض درآمد کردہ اشیا کی قیمت جن پر محصول بدستور عائد ہو، قطعاً بڑھ جاتی ہے؛ لیکن اس اضافے کی تلافی ان مداخل سے ہوجاتی ہے جو سرکاری خزانے میں وصول ہوتے ہیں، اور دوسرے ٹکسوں سے بھی غالباً نجات مل جاتی ہے۔ بایں ہمہ ان اشیائے درآمد میں بھی محصولوں کی پوری مقدار تک اضافہ نہیں ہوتا؛ زیادتی کا کچھ حصہ اس وجہ سے زائل ہوجاتا ہے کہ ممالک غیر کی قیمتوں میں عام طور سے تخفیف ہوگئی اور داخلی آمدنی متعارفہ بڑھ گئی ہے۔

525

اس قسم کا استدلال حقیقی واقعات پر کس حد تک صادق آسکتا ہے؟ بالکل اسی حد تک جس حد تک بین الاقوامی تجارت کے نفع کی تقسیم کا عام استدلال صادق آتا ہے۔ اس کو تفصیل کے ساتھ منطبق کرنا جس قدر مشکل ہے وہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ خانہ جنگی کے بعد نصف صدی کے دوران میں ریاستہائے متحدہ کی حالت کو لیجئے، جبکہ اعلیٰ تامینی محصولوں کا نظام قائم تھا۔ اس کل دور میں دوسرے عاملین مسلسل تجارت بین الاقوام پر متضاد طریقوں پر اثر ڈالتے رہے۔ تامینی طریق، جس حد تک کہ وہ اشیا کی درآمد پر بندشیں قائم کرتا تھا، ان عاملین میں سے

تھا جو مبادلے کے شرائط میں فائدہ پہنچاتے تھے۔ اعلیٰ محصول کی وجہ سے متعارفہ آمدنیوں میں بھی ایک حد تک اضافہ ہوا۔ اب اس امر کے متعلق اندازہ قائم کرنا ناممکن ہے کہ اس ذریعے سے جو نفع ہوا اس نے ان داخلی اشیا کے نقصان کو کس حد تک زائل کیا جو مصارف کثیر سے تیار اور فروخت کی گئیں۔ بہر صورت عام بحث مباحثے میں اس قسم کے امکان کے متعلق کوئی اندازہ قائم نہیں کیا جاتا۔ اکثر لوگ، جو عوام کو محصول کے مسئلے کے کسی نہ کسی پہلو پر اپنے ذاتی خیالات کی جانب مائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ صرف اس نقطۂ نظر سے استدلال کرتے ہیں کہ "کاروبار کا فائدہ کس میں ہے" "کتنی محنت صرف کرنی چاہیئے، صارفوں کے لیے قیمت میں کس حد تک اضافہ کرنا چاہیئے اور اجارے سے کتنا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اور ایسے سیدھے سادے سوالات ان کے ذہن میں بہت ہی مبہم طریقے پر موجود ہوتے ہیں جو محنت کی جغرافی تقسیم کے عام اثرات سے متعلق ہوتے رہیں؛ اور جن پیچیدہ سوالات پر یہاں غور کیا گیا ہے وہ نہ صرف اوسط درجے کے آدمی، بلکہ تامین پر لکھنے والے اوسط درجے کے مصنف کی فہم سے بھی بالکل بالاتر ہوتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ سب ملک اس قسم کے اصول عمل اختیار نہیں کر سکتے۔ ان میں سے کسی کو محصولات درآمد عائد کرنے کا اجارہ حاصل نہیں ہوتا۔ یہ خیال کرنا ممکن ہے کہ ان سب میں آپس میں کشمکش ہوتی ہے، وہ ایک دوسرے کو زک دینا چاہتے ہیں، اور ہر ملک، دوسرے ملک سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آخر میں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس کی آمدنی متعارفہ بڑھ جاتی ہے، اور منفعت بخش تقسیم عمل کے کم ہو جانے کی وجہ سے اس ملک کو اور باقی ملکوں کو نقصان عظیم ہوتا ہے۔ موجودہ زمانے میں تجارتی کشمکش اس خطرناک حالت تک پہنچ گئی ہے؛ لیکن کشمکش کرنے والوں کا قریبی مقصد کبھی یہ نہیں رہا ہے کہ بعض اشیائے درآمد ارزاں نرخ پر حاصل کریں۔ ان کے مقاصد اور محرکات بلا اختلاف نیم تجارتی قسم کے رہے ہیں؛ یعنی یہ کہ درآمد کو روکنا اور زیادہ سے زیادہ مقدار میں اشیا برآمد کرنا۔ ایک دوسرے کے مقابلے میں مختلف جوابی تدابیر اختیار کرنا ایک قسم کی مصالحت ہے جو اس طرح کی عام کشمکش سے رونما ہوتی ہے۔

۲۔ ان صنعتوں کو تامین دینے کا استدلال جو اپنی ابتدائی حالت میں ہوں ایک دوسرے

طریق کی جانب اشارہ کرتا ہے، جس میں تجارت آزاد کے موافق اصلی دلیل کا بخوبی مقابلہ کیا جاسکتا ہے، اور تامین کے ابتدائی نقصان کو زائل کیا جاسکتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک صنعت، جو کسی ملک کے لیے حقیقت میں مفید ہو، لاعلمی، تجربے کے فقدان اور ان تمام موانع کی وجہ سے پھلنے پھولنے سے روکی جاسکتی ہے جو غیر مانوس کاروبار کی کامیابی میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ اگر اس کو دوسرے طریقے سے بیان کیا جائے تو استدلال یہ ہے کہ ماموں شے کی قیمت محصول کی وجہ سے عارضی طور سے بڑھ جاتی ہے، لیکن انجام کار گھٹ جاتی ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ مسابقت شروع ہوتی ہے اور انجام کار قیمتوں کو گھٹانے کا باعث ثابت ہوتی ہے۔ آزاد تجارت کا حامی یہ سوال کرتا ہے کہ اگر داخلی پیداکنندہ، خارجی پیداکنندے کے مقابلے میں، فی الحقیقت کم قیمت پر فروخت کرنے کے قابل ہے تو، پھر محصول کی ضرورت ہی کیا ہے؟ تامین کے حامی کا جواب یہ ہے کہ اشیا کی داخلی قیمت میں صرف ایک مدت بعد کمی واقع ہوتی ہے۔ ابتداءً داخلی پیداکنندے کو دشواریاں پیش آتی ہیں اور وہ بیرونی مسابقت کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ انجام کار اس کو معلوم ہوجاتا ہے کہ بہترین فائدے کے ساتھ شے تیار کرنا کس طرح ممکن ہے؛ اور اس طرح وہ شے کو بیرونی پیداکنندے کی طرح ارزاں نرخ پر بلکہ اس سے بھی کم نرخ پر بازار میں لاسکتا ہے۔ اکثر لوگ، جو استدلال کی اس دوسری شکل کو استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ داخلی قیمت انجام کار گھٹ جاتی ہے، اس واقعے سے بہت مبہم طریقے سے واقف ہوتے ہیں کہ یہ استدلال نوجار یہ صنعتوں کی تامین کے استدلال سے ملتا جلتا ہے۔ لیکن یہ دونوں استدلال ایک ہی قسم کے ہیں، اور ان کا انحصار دو قیاسات پر ہے یعنی موانع عارضی ہیں اور انجام کار کامیابی ہوگی۔

اس استدلال کی نظری صحت کو تقریباً کل معاشیئین تسلیم کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس عمدہ نتیجے کو حاصل کرنے کی توقع کے ساتھ کس حد تک اور کن حالات میں تامینی طریق استعمال کیا جاسکتا ہے؟ یہ استدلال سب سے پہلے بہت شد و مد کے ساتھ انیسویں صدی کے ابتدائی حصے میں ریاستہائے متحدہ میں استعمال کیا گیا، جبکہ اس ملک میں زرعی اور تجارتی حالت بدل کر موجودہ طرز کی صناعی کے حالات پیدا ہو رہے تھے۔ اس استدلال کو ریاستہائے متحدہ سے جرمنی پہنچانے والا جرمنی کا تامین کا سب سے مشہور حامی فریڈرش لسٹ تھا؛

جس نے اس طریق کو، اسی صدی کے وسط میں جبکہ حالات جو کسی قدر ازمنہ وسطیٰ کے سے تھے موجودہ زمانے میں مبدل ہو رہے تھے جرمنی پر منطبق کیا۔ اس زمانے میں ریاستہائے متحدہ ایک "نوخیز" ملک تھا؛ اور جرمنی میں، اگرچہ وہ قدیم ملک تھا، جہاں تک پیدائش کے جدید طریقوں کا تعلق تھا، صنعتیں نوخیز حالت میں تھیں۔ دونوں ملکوں میں نہایت شد و مد کے ساتھ یہ استدلال کیا جا رہا تھا کہ اگر مصنوعات، کلوں اور طبعی قوت کے ذریعے سے اور پیمانہ کبیر کے طریق پر تیار کئے جائیں تو، کسی صورت میں بھی ان کی ترقی یا کم از کم ان کو فائدے کا موقع ملنا یقینی تھا؛ اور یہ کہ اگر قدیم ملکوں کے ترقی یافتہ مسابقت کرنے والوں کی راہ میں عارضی طور سے مزاحمت پیدا کی جائے تو تغیر اور ترقی کا عمل بہت زیادہ آسانی کے ساتھ انجام پا سکتا اور مفید نتیجہ بہت جلد نکل سکتا ہے۔ اس زمانے میں انگلستان سب سے زیادہ ترقی یافتہ تھا، جس کے مقابلے میں تامین کی کوشش کی جا رہی تھی۔

لسٹ اور تامینی طریق کے اجرا کے دوسرے معتدل حامی یہ کہتے تھے کہ اس غرض کے لیے محصول معتدل اور عارضی ہونے چاہئیں۔ معتدل، یعنی زیادہ سے زیادہ ۲۵ فی صد، اس وجہ سے ہونے چاہئیں کہ اگر داخلی صنعت ابتدا ہی میں گھاٹے میں رہی تو، اس کو آگے چل کر اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کا کم موقع ملے گا۔ محصول عارضی، یعنی زیادہ سے زیادہ ۲۰ یا ۳۰ سال تک اس وجہ سے عائد کرنے چاہئیں کہ، جیسا کہ فرض کیا جاتا تھا، انجام کار ان کی ضرورت باقی نہ رہے گی اور نہ باقی رہنا چاہئے؛ اس لیے کہ صنعتوں کو بیرونی مسابقت کا مقابلہ کرنے کے قابل اور اس کے لیے تیار ہونا ضروری ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ زرعی اشیا اور اشیائے خام میں اس قسم کی تامین کی گنجائش نہیں ہے۔ ان کی جغرافی تقسیم، زیادہ تر غیر تغیر پذیر طبعی حالات کی بنا پر متعین ہوتی ہے۔ واضع قانون، عمدہ نتائج کے ساتھ صرف مصنوعات تیار کرنے والی نوخیز صنعتوں کی حوصلہ افزائی کرنے کی توقع رکھ سکتا ہے۔

استدلال پر اس قسم کی حد بندیاں معقول ہیں؛ خاص کر زرعی اشیا کا استثنا بہت معقول ہے۔ یوں تو زراعت میں کارکردگی کو بڑھانے کے لیے حکومت بہت کچھ کر سکتی ہے؛ لیکن اس کا طریقہ زیادہ تر اشاعت تعلیم، حقیت اراضی کے حالات کی اصلاح و ترقی، اور سائنٹی فک طریقوں کے استعمال کی ترغیب ہے۔ اس قسم کی اشیا پر محصول عائد کرنے کے بارے میں، جیسا کہ آگے معلوم ہوگا، بعض قابل قدر دلائل پیش کئے جاتے ہیں، لیکن وہ اس دلیل سے

جس کے پیش نظر انجام کار قیمتوں کی ارزانی کو ترقی دینا ہے بہت مختلف ہیں ـــــ ریاستہائے متحدہ میں اون پر ایک مدت دراز تک تامینی محصول عائد کئے جاتے رہے، لیکن اس کا مقصد کبھی یہ نہ رہا کہ اون نسبتًا ارزاں مہیا کیا جائے؛ چنانچہ ۱۹۱۳ء میں جب محصولوں پر نظر ثانی ہوئی تو اون کی درآمد پر سے سب بندشیں اٹھالی گئیں۔ جرمنی اور فرانس غلہ پر محصول لگاتے ہیں، اسی طرح جس طرح کہ انگلستان ۱۸۴۶ء تک لگاتا تھا؛ لیکن یہ توقع نہ تو انگلستان میں ابتدائی زمانے میں تھی اور نہ اب براعظم کے ممالک میں ہے کہ داخلی رسد زیادہ مقدار میں اور زیادہ ارزاں نرخ پر مہیا ہو سکے گی۔

دوسرے تحدیدات بھی بظاہر معقول معلوم ہوتے ہیں؛ لیکن حقیقی تجربے میں یہ اس قدر واضح نہیں ہوتا کہ مطلوبہ نتیجے کو حاصل کرنے کے لیے تحدیدات عائد کرنے چاہئیں۔ نہ صرف معتدل محصولوں کی وجہ سے بلکہ بھاری محصولوں کی وجہ سے بھی داخلی صنعتیں ترقی کر سکتی، اور اس طرح بالآخر اپنے پاؤں چل سکتی ہیں۔ اس امکان کے متعلق ریاستہائے متحدہ کے ریشمی مصنوعات کی حالیہ تاریخ ایک مثال پیش کرتی ہے۔ ۱۸۶۴ء کی خانہ جنگی کے زمانے میں ریشم پر ۶۰ فی صد محصول عائد کیا گیا۔ اس کا مقصد ابتدائً مداخل میں اضافہ کرنا تھا۔ اس طرح ایک داخلی صنعت رونما ہوئی؛ اور محصول برابر جاری رہا بلکہ بڑھا دیا گیا (خاص کر ۱۸۹۷ء میں) مسابقت کی وجہ سے گرما گرمی بڑھ گئی اور بہت کچھ اصلاح و ترقی عمل میں آئی۔ حقیقت یہ ہے کہ پارچہ بافی کی صنعتوں میں ریشم کے مصنوعات سب سے آخری صنعت ہیں جن میں کلوں کا استعمال کیا گیا؛ لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تامین کے تحت صنعت کو قائم کرکے یہ ترقی وجود میں لائی گئی۔ یہ صحیح ہے کہ مصنوعات تیار کرنے کے طریقوں میں ترقی ہوئی ہے؛ اور یہ اغلب ہے کہ صنعت کی بعض شاخیں (نہ کہ سب) ایسی حالت پر پہنچ گئی ہیں جہاں مصنوعات کو بازار میں درآمد کردہ اشیا کی طرح ارزاں بھیجا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ صورت اس نتیجے سے بھی تناقض نہیں رکھتی کہ داخلی پیدا کنندے اب بھی تامین کے طالب ہیں۔ پیدا کنندے تو ایسا کرنے کے خوگر و عادی ہیں۔ اکثر کاروباری اشخاص اپنے کاروبار کے قریبی دائرے سے باہر کے حالات سے بہت کم واقف ہوتے ہیں۔ اگر اعلیٰ محصول کی وجہ سے خارجی مقابلہ مدت سے موقوف ہو گیا ہو تو، وہ اس کے ممکنہ اثرات و نتائج سے ناواقف ہوتے ہیں؛ اور اگر اس مقابلے کو از سر نو جائز قرار دینے کے متعلق تجویز ہو تو وہ عام اصول پر

اعتراض کرتے ہیں، خواہ مقابلہ کرنے کے لیے خود کتنے ہی تیار کیوں نہ ہوں۔ تامینی طریق، خاص کر اس صورت میں جبکہ اس پر فرقہ وارانہ سیاسیات کے ذریعے سے بہت مبالغے کے ساتھ زور دیا جاتا ہے، تمام بیرونی مقابلے کے متعلق نہایت پست کن خوف پیدا کرتا ہے۔ داخلی پیدا کنندوں کی اس عام حالت کے باوجود، یہ بالکل ممکن ہے کہ نوخیز صنعتوں کی تامین کرنے کا مقصد فی الحقیقت حاصل ہو گیا ہو؛ اگرچہ اس کو معلوم کرنے کا واحد یقینی طریقہ یہ ہے کہ محصول ہٹا دیئے جائیں اور داخلی پیدا کنندوں کو بیرونی پیدا کنندوں کے ساتھ مساویانہ مسابقت کرنے کا موقع دیا جائے۔

اگرچہ یہ ممکن ہے کہ نوخیز صنعتوں کی تامین کا طریق ان صورتوں میں کامیابی کے ساتھ استعمال کیا جائے جہاں پیدائش کے فوائد اور سہولتوں کا مدار قدرتی بنیادوں پر نہیں ہے، بلکہ اکتسابی مہارت پر ہے؛ لیکن یہ کہنا نہایت مشکل ہے کہ اس کامیابی کا کس حد تک امکان ہے۔ یہ مسئلہ دوسرے وسیع تر مسئلے 'یعنی صنعتوں کی ترقی کے عام اسباب کے مسئلے' کا جزو ہے۔ معاشی تاریخ بتاتی ہے کہ مختلف ملکوں میں متعدد پیشے اور مصنوعات پھیلے ہوئے ہیں تو، وہ کسی "قدرتی عمل" کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ بڑی حد تک "مصنوعی" عوامل یعنی حکومت کی جانب سے ہمت افزائی، ماہر دستکاروں کی نقل پذیری، اور ملک کی معاشری و سیاسی تنظیم کا نتیجہ ہے۔ دور وسطیٰ کے حالات اور جدید دور کے ابتدائی حصہ کے حالات پر فطری فوائد اور سہولتوں کے نظریے اور اضافی فوائد اور سہولتوں کے مقررہ اختلافات کے نظریے کا اطلاق کرنا مہمل سا ہوگا۔ اس کے برعکس بظاہر تاریخ یہ سبق سکھاتی ہے کہ تامینی محصولوں کے مقابلے میں ہمت افزائی کے دوسرے طریق مثلاً باقاعدہ تعلیم، آزاد صنعت، معاشری مزاحمتوں کا استیصال اور پیٹنٹ اور نشان تجارت (ٹریڈ مارک) کے ذریعے سے ایجادوں کی ترقی وغیرہ بہت زیادہ موثر ثابت ہوئے ہیں۔ موجودہ زمانے میں جبکہ صنعتی تعلیم کی بہت وسیع پیمانے پر اشاعت ہوئی ہے، وسائل آمد و رفت میں سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں، فنی و برقی طباعت کا انتظام ہو گیا ہے اور اصل کو منافعے کے ساتھ مشغول کرنے کے تمام ممکنہ ذرائع بہت شوق کے ساتھ تلاش کیے جا رہے ہیں، نوخیز صنعتوں کی تامین کا استدلال بہت کمزور معلوم ہوتا ہے۔ پھر بھی، جیسا کہ ریشم کے مصنوعات کی مثال میں ابھی بیان کیا گیا، اب بھی اس کے امکانات موجود ہیں۔ محصولوں کو بالآخر

ہٹا دینے کی قطعی کسوٹی بدقسمتی سے ایسی ہے جس کی داخلی پیدا کنندوں کی جانب سے ہمیشہ مخالفت ہونے کا امکان ہے؛ اور جہاں تک ان کی مخالفت کامیاب ہو وہاں تک کسی مخصوص صورت میں یہ معلوم کرنا دشوار ہوگا کہ آیا قوم بالآخر اتنا فائدہ حاصل کرتی ہے یا نہیں جو ابتدائی نقصان کو زائل کرنے کے لیے کافی ہو۔

۳۔ تامینی محصولوں کی موافقت میں بالعموم سیاسی ملحوظات کو پیش کیا جاتا ہے۔ اس کی سب سے نمایاں مثال جہاز رانی میں ملتی ہے۔ اس زمانے میں جبکہ جہاز لکڑی کے بنائے جاتے تھے، تجارتی جہاز، جنگی جہاز سے زیادہ مختلف نہ ہوتا تھا اور ہر صورت میں ان دونوں جہازوں کے چلانے کی تعلیم ایک ہی سی تھی۔ علاوہ ازیں تجارتی جہازوں سے جنگ کے زمانے میں بہت بڑی مدد ملتی تھی۔ ان میں سے پہلا سبب ہمارے زمانے میں جبکہ آہن پوش جنگی جہاز پیچیدہ اور مخصوص قسم کی کلوں سے چلائے جاتے ہیں؛ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ دوسرا سبب اتنا ہی اہم ہے جتنا کہ گزشتہ زمانے میں تھا۔ موجودہ زمانے میں جہازی بیڑے کے لوازم میں کشاف جہاز، رسدی جہاز، کوئلے کے جہاز اور نقل و حمل کے جہاز شامل ہیں۔ تجارتی جہازوں کا بڑا بیڑا یہ سب ضرورتیں پوری کرتا ہے، یا کم از کم جنگ کے باعث اچانک پیدا شدہ زائد ضرورتوں کو پورا کرنے میں بہت بڑی حد تک مدد دیتا ہے۔ اگر بقول آدم اسمتھ مدافعت (بلکہ جارحانہ کارروائی بھی!) تمول سے زیادہ اہم ہو تو، تجارتی بیڑے کو ترقی دینا فائدہ مند ہوگا؛ اگرچہ وہ اپنے کام اس قدر ارزاں طریق سے انجام نہیں دے سکتا جس قدر کہ بیرونی ممالک کے جہاز دے سکتے ہیں۔ اگر تجارتی بیڑے کو ایسے شرائط کے تحت مالی امداد دی جائے کہ جنگ کے زمانے میں بلا پس و پیش تجارتی جہازوں کی سربراہی کرے تو اس میں اور زیادہ کفایت ہو سکتی ہے۔ جنگ شروع ہوتے ہی فوراً امدادی بیڑا تیار کرنے کی بجائے یہ طریقہ غالباً بہت زیادہ ارزاں ہوگا۔

محض کسی ملک کی پیداآور قوتوں کے تطابق کی حیثیت سے نظر ڈالنے پر تجارتی جہازوں کی تامین، اصول کا کوئی نیا سوال نہیں پیش کرتی۔ آزاد تجارت کا حامی یہ کہتا ہے کہ اگر بیرونی جہاز داخلی جہازوں کے مقابلے میں زیادہ ارزاں طریق پر سامان کی نقل و حمل کر سکتے ہیں تو، انھیں ایسا کرنے دو۔ کسی ملک کا اپنے ذاتی جہاز رکھنا کوئی حیرت انگیز کرشمہ

530

باب ۳۷ تامین کے موافق دلائل

نہیں ہے۔ جہاز محض سامان کے نقل و حمل کے لیے ہوتے ہیں جن اسباب کی بنا پر غیر ممالک کے پیدا کنندوں کا اشیا پیدا کرنا اور تمھارے ہاتھ فروخت کرنا بشرطیکہ وہ ارزاں نرخ پر فروخت کریں، جائز ہوسکتا ہے ان ہی اسباب کی بنا پر غیر ممالک کے لوگوں کا تمھاری اشیا کی نقل و حمل کرنا بھی جائز ہوسکتا ہے، بشرطیکہ وہ نسبتہً ارزاں کرایہ پر یہ کام انجام دیں۔

تجارتی جہازوں کی صورت حالات کی واحد معاشی خصوصیت یہ ہے کہ محصولوں کے ذریعے سے اسی طریق پر تامین کرنے کا طریقہ یہاں نہیں چل سکتا؛ کم از کم یہ ان جہازوں کیلئے ناقابل عمل ہے جو تجارت خارجہ میں مصروف ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ محصول عائد کرنے میں ترجیح کا طریق اختیار کیا جا سکتا ہے۔ جہاز کے وزن کے حساب سے بمقابلہ داخلی جہازوں کے خارجی جہازوں پر زیادہ محصول عائد کئے جا سکتے ہیں؛ یا ایسی اشیا کی درآمد پر زیادہ محصول عائد کیا جا سکتا ہے جو بیرونی ممالک کے جہازوں میں لد کر آئیں۔ لیکن اس قسم کا امتیازی طریق اختیار کرنا دوسروں میں بھی انتقامی جذبہ پیدا کر دیتا ہے۔ اس طرح جن داخلی جہازوں کے ساتھ رعایت کی جائیگی وہ لازمی طور سے کبھی نہ کبھی بیرونی بندرگاہوں کو جائیں گے، اور ان بندرگاہوں میں ان سے بھی اسی قسم کا معاندانہ سلوک کیا جائے گا۔ یہی نہیں کہ ایسے سلوک کا امکان ہے، بلکہ ان کے ساتھ یقیناً ایسا ہی سلوک کیا جائے گا۔ اس قسم کی انتقامی کارروائیوں کی عام طور سے مثالیں موجود ہیں۔ اس وجہ سے سب ملک مجبوراً ایسے معاہدات کرتے ہیں جن میں تجارتی نقل و حمل کرنے والے جہازوں کے بارے میں جانبین مساوی شرائط طے کرتے ہیں اور سب جہاز، خواہ داخلی ہوں یا خارجی، مساوی حیثیت کے قرار دئے جاتے ہیں۔ ساحلی جہاز جو ایک ہی ملک میں بہ شمول مقبوضات ایک بندرگاہ سے دوسرے بندرگاہ تک نقل و حمل کرتے ہیں، یقیناً اس قسم کے تحدیدات کے تابع نہیں ہوتے؛ اور اس صورت میں کسی رکاوٹ کے بغیر تامین اختیار کی جا سکتی ہے۔ اکثر ملک جو کسی شکل میں تامین کو قائم رکھتے ہیں، اس کو ساحلی تجارت کے بارے میں استعمال کرتے ہیں اور عام طور سے ہمیشہ کے لیے غیر ممالک کے لوگوں کو اس سے خارج کر دیتے ہیں۔

531

تجارت خارجہ میں استعمال ہونے والے جہازوں کے لیے واحد تامینی پالیسی براہ راست مالی امداد کا طریقہ ہے۔ اس طریقے اور تامینی محصول کے طریق کا باہمی فرق محض طریقے کا فرق ہے۔ مالی امداد کی صورت میں کسی خاص صنعت کو ترقی دینے کی غرض سے

باب ۳۷
تامین کے موافق دلائل

قوم سے براہِ راست زر ادا کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اور تامینی محصولوں کی صورت میں، قوم سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اعلیٰ قیمتوں کی شکل میں ان لوگوں کو جو کسی خاص صنعت میں مصروف ہیں بالواسطہ زر ادا کریں۔ مالی امداد کا طریق جہازوں کے علاوہ دوسری صورتوں میں بھی استعمال کیا گیا ہے؛ قدیم زمانے میں وہ بہت عام طور سے استعمال کیا جاتا تھا؛ مگر موجودہ زمانے میں بہت ہاتھ روک کر استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً ریاستہائے متحدہ میں سنہ ۱۸۹۰ء میں یہ طریق استعمال کیا گیا، جبکہ یہاں شکر کا محصول اٹھا لیا گیا اور داخلی پیدا کنندوں کو، جنھیں پہلے محصول درآمد کی وجہ سے زیادہ قیمتیں ملتی تھیں اور فائدہ ہوتا تھا اب براہ راست اسی مقدار کی حد تک یعنی فی پونڈ ۲ سینٹ داخلی پیداوار پر مالی امداد دی جانے لگی۔[۱] لیکن امداد دینے کے طریق سے حوصلہ افزائی اور ترغیب و تحریص بہت کم ہوتی ہے؛ بلکہ اس کے غیر مقبول ہونے کا زیادہ امکان ہے۔ محصول درآمد گو اساسی حیثیت سے مالی امداد کے مانند ہے؛ تاہم متعدد موثر (گو مغالطہ انگیز) دلائل سے اس کی مدافعت کی جا سکتی ہے؛ لیکن کسی خوش قسمت صنعت کی براہ راست مالی امداد کرنے کا طریق بلاشبہ یہ سوال پیش کرتا ہے کہ آیا اس طرح قوم کو محض سے زیر بار کرنا فی الحقیقت کوئی فائدہ مند شے ہے۔ تجارت آزاد کے حامی کے نقطۂ نظر سے یہی سادگی تمام صورتوں میں محصول درآمد کی بجائے امداد کا طریق استعمال کرنے کی موافقت میں ایک بہت بڑی دلیل ہے۔

532

یوں تو قومی خود بینی اور تعصب، تامینی خیالات کو ترقی دینے میں ہمیشہ بہت اہم عامل رہے ہیں، لیکن جہازوں کے بارے میں خاص کر اہم عامل ہیں۔ تجارتی جہازوں کو امداد مقرر کرنے کی تائید میں عوام کی جانب سے جو سب سے زیادہ موثر دلیل پیش کی جاتی ہے یہ ہے کہ سمندروں میں امریکی جھنڈا[۲] نہیں لہراتا۔ اسی دلیل کے ساتھ دوسرے دلائل بھی مبہم طریقے پر منسوب کئے جاتے ہیں اور وہ ایک ایسا تجارتی بیڑا قائم کرنے کی موافقت میں ہیں جس سے جنگی بیڑے میں اضافہ ہو۔ قومی جذبات، فوجی شان و شوکت اور سنجیدہ سیاسی ملحوظات کا یہ اتحاد

---

[۱] یہ امداد سنہ ۱۸۹۴ء میں روک دی گئی، اور دوبارہ شکر پر محصول درآمد عائد کر دیا گیا۔ اس کے بعد سے تمام صنعتوں میں صرف جہازوں کو اس طرح کی امداد دینے کی بارے میں بہت زور دیا جا رہا ہے۔

[۲] ریاستہائے متحدہ کا قومی نشان یعنی تارے اور دھاریاں۔

باب ۳۷
تامین کے موافق دلائل

معاشیات کے خالص دائرے سے باہر کی چیز ہے۔ لیکن تمام معقول معاشی خیالات کا میلان تجارتی جہازوں کو امداد دینے کے خلاف ہے، اور یہ میلان صرف اسی حلقہ تک محدود نہیں ہے، بلکہ ہر قسم کے کاروبار اور صنعت کے بارے میں بھی پایا جاتا ہے۔ سچ پوچھو تو تجارتی جہاز محض تقسیم عمل کو ترقی دینے کا ایک آلہ ہیں اور ان پر "ستاروں اور دھاریوں" (یہ امریکن جھنڈے کی علامات ہیں) کے جو قومی نشان بنائے جاتے ہیں وہ محض اسی وقت قومی شکوہ و جلال کا سبب ہیں جبکہ جہاز قوم کے حقیقی فائدے کے لیے بنائے اور استعمال کئے جائیں۔ حقیقت پوچھو تو، جنگی جہاز محض تضیع یا ایک مد فضول ہیں؛ اور اگر ان کی کوئی ضرورت ہے تو اندوہناک ضرورت ہے؛ اور حقیقی ضرورت کے ماورا ایک کشتی بھی نہ بنانی چاہئیے۔

۴۔ بعض لوگ عام معاشری استحکام و درستی سے متعلق ملحوظات کو تجارت آزاد کے مسئلے کو تقویت پہنچانے والی اور بعض لوگ تامین کے مسئلے کو تقویت پہنچانے والی چیز خیال کرتے ہیں۔ لیکن یہ مشتبہ ہے کہ آیا ایسی بنیادوں سے مسئلے کے کسی رخ کو بھی تقویت پہنچائی جا سکتی ہے یا نہیں۔ تجارت ماموں کے حامی یہ کہتے ہیں کہ صنعت کی گوناگونی میں معاشری و تعلیمی فوائد ہیں؛ اور یہ کہ ہر ایسی قوم میں، جس کے پیشوں کا دائرہ بہت محدود ہے، ذہانت اور موزونیت و مناسبت کا فقدان ہوگا۔ صنعتی گوناگونی کے مدارج پر نظر کرتے ہوئے جن کا موجودہ زمانے کے ہر تہذیب و ترقی یافتہ ملک میں ہر حالت کے تحت ظاہر ہونا یقینی ہے، اس قسم کے مبہم خیالات کوئی تحریکی قوت نہیں رکھتے۔ غالباً تجارت آزاد کے حامیوں کے اس استدلال میں زیادہ قوت موجود ہے کہ زراعت کے بل بوتے پر مصنوعات کو ترقی دیکر جو صنعتی گوناگونی حاصل کی جاتی ہے وہ معاشری و سیاسی نقائص سے خالی نہیں ہوتی۔ مصنوعات کے معنی یہ ہیں کہ پیدائش بر پیمانہ کبیر کی جائے، انتظام اور غالباً ملکیت کو مقابلتہً معدودے چند ہاتھوں میں مرتکز کر دیا جائے، مزدوروں کا انحصار اجرت بذریعہ محنت پر قائم کیا جائے اور عدم مساوات بڑھائی جائے۔ مصنوعات کے یہ بھی معنی ہیں کہ شہروں کو گنجان بنایا جائے اور عورتوں اور بچوں سے کام لینے کی ترغیب ہو۔ انیسویں صدی کے اوائل میں ریاستہائے متحدہ میں تامین کے خلاف اسی قسم کے متعدد دلائل استعمال کئے جاتے تھے۔ یہ دلائل غیر معقول یا غیر اہم نہ تھے؛ اور اب بھی وہ غیر اہم یا غیر معقول نہیں ہیں۔ امریکن قوم کے سب سے صحت و راحت اشتمال کے ان علاقوں میں ہیں جہاں زراعت اب بھی سب سے بڑی اور فائق صنعت ہے۔ لیکن

واقعہ یہ ہے کہ خود صنعت کی نوعیت کے مقابلے میں صنعت کو انجام دینے کا طریق اور اس میں کام کرنے والوں کے خصائل بدرجہا زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ لنکاشائر، یارک شائر اور اسکاٹلینڈ کے مصنوعات تیار کرنے والے علاقوں میں انگریز دستکاروں کی معاشری حالت وحیثیت مغربی جرمنی کے زرعی مزدوروں اور فرانس کے اکثر خود کاشت زمینداروں کے مقابلے میں بدرجہا بہتر ہے۔ تعلیم کی اشاعت، ذہانت کے عام معیار، دولت و آمدنی کی تقسیم، جماعتوں کی معاشری تقسیم اور سیاسی و صنعتی آزادی کے مقابلے میں، تجارت آزاد اور تامین، بہت ہی ادنیٰ درجے کے عامل ہیں۔

لیکن موجودہ زمانے میں جرمنی میں ٹھیٹ معاشی قسم کے استدلال کے ساتھ ساتھ معاشری و سیاسی استدلال کو بھی خاص طور سے استعمال کیا گیا ہے۔ یہاں زرعی مملکت اور صنعتی مملکت[1] کے حامیوں کے درمیان زیادہ تر بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ اول الذکر طبقہ غلہ اور دیگر زرعی پیداواروں پر محصول عائد کرنے کے موافق ہے اور موخر الذکر طبقہ ان کی مخالفت کرتا ہے۔ اول الذکر طبقہ یعنی تامین کے وکیل یہ کہتے ہیں کہ ناگزیر اشیاے خورونوش کے لیے غیر ممالک پر انحصار کرنا بظاہر خطرات اور خرابیوں سے خالی نہیں ہوسکتا۔ اگر آبادی زراعت پیشہ ہو یا کم ازکم اس کا معقول حصہ زمین پر کام کرتا ہو تو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اس آبادی سے معاشری لحاظ سے بہت بہتر ہے جو زیادہ تر مصنوعات تیار کرے۔ علاوہ ازیں مصنوعات کی عظیم ترقی اور بیرونی بازاروں پر اس پیداوار کے فروخت کرنے کا انحصار، دونوں، عدم تیقن اور عدم اطمینان کی حالت پیدا کرتے ہیں۔ معاندانہ محصولوں یا پیدائش دولت کے اس منافع کا غائب ہوجانا جس پر برآمد کا مدار ہوتا ہے، یہ دونوں تجارت کا خاتمہ کرسکتے ہیں اور قائم شدہ صنعتوں کے وجود کو معرض خطر میں ڈال سکتے ہیں۔ آخر میں یہ کہ (اور یہی سب سے اہم استدلال ہے) یورپ کے مصنوعات تیار کرنے والے ممالک اور یورپ کو اشیاے خورونوش مہیا کرنے والے ممالک کے موجودہ باہمی تعلقات لازمی طور سے عارضی ہیں، یعنی قوم کی تاریخ حیات کا مقابلہ کرتے ہوئے وہ بالکل عارضی ہیں۔ ریاستہائے متحدہ، ارجن ٹائن اور کینیڈا سے اشیاے خورونوش اور خاص کر

[1] Agrarstaat and Industriestaat

باب ۳۷ تامین کے موافق دلائل

گیہوں کی رسد کا مدار طریقہ ہائے کاشت پر ہے جو مستقل طور سے قائم نہیں رہ سکتے[1]۔ ایک ہی قسم کی فصلوں کے لیے زمین کو صرف اس وقت مسلسل استعمال کیا جا سکتا ہے جبکہ نئی زمینیں بھی کاشت کے لیے دستیاب ہو سکیں۔ تامین کے یہ حامی کہتے ہیں کہ بہت جلد یا دیر سے سب نئی زمینیں زیر کاشت آجائیں گی؛ اور اس طرح ایک وقت آئے گا جبکہ مزید زمینوں کا ملنا دشوار ہو جائے گا اور محدود زمینوں پر ہی مختلف فصلیں بونی پڑیں گی۔ اس اثنا میں نوآباد ملکوں میں آبادی سرعت کے ساتھ بڑھ جائے گی اور خود ان کے صرف میں جو اشیا آئیں گی ان کی قیمت بڑھ جائے گی، اور ان کی معاشی حیثیت بتدریج ایسی ناموافق ہو جائے گی کہ وہ غلہ اور دیگر پیداوار کی برآمد نہ کرسکیں گے۔ اس قسم کی تبدیلی ریاستہائے متحدہ میں، جو زرعی پیداوار سب سے زیادہ مقدار میں برآمد کرتی ہیں، شروع ہو چکی ہے۔ مرور زمانہ کے ساتھ اسی قسم کے دوسرے ممالک میں بھی اس کا شروع ہونا ضروری ہے۔

اسی وجہ سے ان قدیم ممالک کو، جن میں مصنوعات بڑی حد تک ترقی پا چکے ہیں اور جو اپنے مصنوعات کا مبادلہ درآمد کردہ اشیائے خورونوش سے کرتے ہیں، بالآخر اس تغیر کا جو نہ صرف امکانی بلکہ اغلب ہے مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا جبکہ اشیائے خورونوش درآمد کے ذریعے سے حاصل نہ ہو سکیں گی۔ اس طرح مصنوعات تیار کرنے والی آبادی کو کم از کم ایک حد تک پھر زراعت کی جانب متوجہ ہونا پڑے گا۔ لیکن یہ آبادی، کام دھندے کی کثرت اور اشیائے خورونوش کی ارزانی کے اثر کے تحت بہت بڑھ جائے گی اور اس کثیر آبادی کی غذا کی ضرورتوں کو ملک کے اندر پورا کرنے کی جدوجہد کو زمین کے تقلیل حاصل کے تمام موانع کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ انگلستان کی مثال انتباہاً پیش کی جاتی ہے۔ برطانیہ کی کثیر آبادی کی غذا اور دیگر اشیا کی ضرورتیں خود ملک کے ذرائع سے پوری نہیں کی جا سکتیں۔ اس لیے اس کا مدار لازمی طور سے تجارت خارجہ پر ہے، اور اسی لیے اس کو ہمیشہ یہ فکر بے چین رکھتی ہے کہ مبادا دوسرے ممالک سے اس کی تجارت کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔

اس قسم کے سلسلۂ استدلال میں بہت کچھ صحت موجود ہے۔ محتاط مفکرین نے اس کو

[1] دیکھو باب ۲۸ فصل (۵)

جس حیثیت سے پیش کیا ہے اس حیثیت سے اس میں تامین کے ظاہری نقصان کو تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ موجودہ نسل میں تجارت خارجہ کے ذریعے سے اشیائے خورونوش نسبتہً ارزاں مل جاتی ہیں، اور اشیائے خورونوش سے مصنوعات کا مبادلہ فی الوقت بہت فائدہ رساں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ تامین کے بعض پرجوش وکیل اس کا اقبال کرنے میں اسی طرح پس و پیش کرتے ہیں جس طرح کہ لوگ اپنے مخالفین کے ساتھ مراعات ملحوظ رکھنے میں عام طور سے تامل کرتے اور ان کے ساتھ کم سے کم رعایتیں کرنا چاہتے ہیں؛ لیکن ان امور کا تسلیم کرنا ضروری ہے۔ یہ بھی تسلیم کرنا چاہئے کہ اشیائے خورونوش کو گراں کرکے مصنوعات کی ترقی کو روکنے کا عمل بہت سخت اور آزمائش طلب ہے۔ یہ گویا مستقبل بعید کے لیے ایک طرح کا ایثار ہے اور اس لحاظ سے موجودہ نسل میں اس کا غیر مقبول ہونا لازمی ہے۔ لیکن جہاں قومیت کا جذبہ قوی ہے اور آنے والی نسلوں کی خوش حالی کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہے اس قسم کا ایثار کرنے کی ضرورت ہوگی۔

زرعی مملکت اور صنعتی مملکت کے بحث مباحث کے تمام تفصیلات میں جانا اس کتاب کے حدود سے تجاوز کرنا ہے۔ تجارت آزاد کے وکیل یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جرمنی جیسے وسیع ملک میں، جہاں آب و ہوا مختلف مقامات پر مختلف ہو انگلستان کی طرح مصنوعات کی انتہائی ترقی کی توقع نہیں کی جا سکتی؛ یہ کہ اشیائے خورونوش برآمد کرنے والے ملکوں سے رسد کے رک جانے کے امکان کو بہت مبالغے سے بیان کیا جاتا ہے؛ یہ کہ اگر مصنوعات اور اشیائے خورونوش کے باہمی مبادلے میں بالآخر کوئی رکاوٹ پیدا ہوگی بھی تو، دفعتہً اور نقصان رساں وقفے کے ساتھ نہ ہوگی، بلکہ تدریجی عمل کے ذریعے سے ہوگی اور اس تدریجی عمل کے مطابق آبادی اور صنعت اپنے آپ کو مطابق کرلے گی؛ اور آخر میں یہ کہ موجودہ زمانے میں محصولات درآمد کا بار بہت زیادہ ہے اور ان محصولوں سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھانے والے معدودے چند مالکان زمین ہیں۔ تامین کے وکیلوں کا سب سے بڑا معاشی استدلال اشیائے خورونوش کی رسد کے مستقبل میں رک جانے کے بارے میں ہے، اور ایک ایسا سوال اٹھاتا ہے جو اکثر حیثیتوں سے بہت دشوار ہے؛ وہ سوال یہ ہے کہ بعید اور کم و بیش غیر یقینی مستقبل کی خاطر فوری تمتعات پر بندشیں قائم کرنا کس حد تک قرین دانشمندی ہوگا؟ کیا ہمیں اب اپنے کوئلے کی رسد پر جس کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ

محدود ہے تحدیدات عاید کرنے ہوں گے؟ یا ہم موجودہ ضرورتوں کے لحاظ سے انھیں آزادی کے ساتھ استعمال کر سکتے ہیں؟ اور مستقبل کے متعلق کچھ بے پروائی برتیں اور حرارت وقوت کے دیگر ذرائع کے اکتشافات اور اصلاح وترقی پر ایک حد تک بھروسا کریں؟ کیا جرمنوں کو (اور انگریزوں کو بھی) تجارت آزاد کی پالیسی پر جمے رہنا چاہئے اور آئندہ کی فکر کئے بغیر، مطلوبہ غذا اور اشیا کے لیے غیر ممالک پر انحصار رکھنا چاہئے؟ آیندہ نسلوں کے لیے بہت زیادہ احتیاط کے ساتھ انتظام واہتمام کرنے کی کوشش میں غلطی سرزد ہونا آسان اور ممکن ہے۔ جرمنی جیسے ملک میں، تامین کے بحث مباحثے سے رونما ہونے والے بڑے بڑے مسائل مشتے نمونہ از خروارے ہیں، یہ مسائل اختلاف خیالات کا خاصا موقع اور گنجائش بہم پہنچاتے ہیں اور ایسے ملحوظات پر مشتمل ہیں جو ریاستہائے متحدہ کے تامین کے حامیوں کے پیش کردہ ملحوظات سے عام طور سے بہت زیادہ اہم اور وزنی ہیں۔

536

۵۔ محصولوں کے بحث مباحثے نے انگلستان میں کسی قدر مختلف شکل اختیار کی۔ یہاں قوم کو صنعتی (صنعتی مملکت) بنانے کے لیے بہت باضابطہ تدابیر اختیار کی گئی ہیں؛ اور سوال یہ ہے کہ اس انتہائی ترقی یافتہ حالت میں امن اور خوش حالی کے ساتھ زندگی گزارنے کے بہترین ذرایع کیا ہیں۔ بادی النظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں محض تجارت آزاد کا اصول استوار ہو سکتا ہے۔ تاہم اس کے خلاف انگلستان میں بھی ردعمل ظاہر ہوا ہے، اور اس کی تائید میں بہت ہی محکم دلائل ہیں۔ جہاں تک یہ دلائل فی الحقیقت کوئی اہمیت رکھتے ہیں یہاں تک سب کا مدار تکافی انتظامات کی عملی ضرورت پر ہے۔

گزشتہ صفحات میں متعدد دفعہ کہا گیا ہے کہ عموماً کسی ملک کی برآمد کو بہت مبالغے کے ساتھ اہمیت دی جاتی ہے۔ لیکن ایک ایسے ملک کے لیے جس کی حیثیت انگلستان کی سی ہو، برآمد کی خاص احتیاط اور غالباً کسی قدر تشویش کے ساتھ نگرانی کرنے کی معقول وجہ ہے۔ برآمد ناگزیر اشیائے درآمد حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ دوسرا طریق کار یعنی اشیائے درآمد کو ملک کے اندر تیار کرنا، اور اس طرح برآمد کردہ اشیا کی تیاری میں جو محنت صرف ہوتی تھی اس کو ان اشیا کی تیاری میں صرف کرنا، جو اب درآمد کی جاتی ہیں، بمشکل ممکن ہے۔ انگلستان کے لیے اشیا کا درآمد کرنا لازمات سے ہے؛ اور اشیا درآمد کرنے کی غرض سے

یہ ضروری ہے کہ وہ اشیا برآمد کرے۔ اس لحاظ سے ہر وہ واقعہ جو برآمد کے بازار کے دائرے کو کم کردے فکر و تردد پیدا کر سکتا ہے۔ ان ہی واقعات میں سے ایک واقعہ دوسرے ممالک میں تامینی محصولوں کا عائد کیا جانا ہے۔ انگلستان کے لیے یہ امر بہت اہمیت رکھتا ہے کہ وہ دوسرے ممالک میں اپنی تجارت کو آزاد رکھے۔ اسی وجہ سے شہنشاہی وفاق یا شاہی ترجیح کے محصولوں کی وکالت کی جاتی ہے کہ ان کی بنا پر نوآبادیات کو ترغیب دی جائے کہ وہ انگلستان کی اشیا پر اگر محصولوں کو بالکل اٹھا نہ دیں تو کم از کم گھٹا تو دیں؛ اور اسی وجہ سے انگلستان میں ممالک غیر کی اشیا پر محصول عائد کرنے کے لیے زور دیا جاتا ہے، تاکہ دوسرے ممالک میں محصولوں کی جو اونچی دیواریں قائم ہیں ان کو نیچا کرنے کے لیے باہمی گفت و شنید کے ذریعے سے دباؤ ڈالا جائے۔ جرمنی اور فی الحقیقت دوسرے تمام ممالک کے مثل، انگلستان میں، تامین کی موافقت میں بھدے اور مغالطہ انگیز دلائل عام بحث مباحثے پر بڑی حد تک اثر ڈالتے ہیں؛ مثلاً یہ کہ داخلی محنت کی کھپت اور اس کا روزگار سے لگ جانا، داخلی صنعت کی دست گیری و سرپرستی، درآمد کردہ اشیا کے لیے رقوم ادا کرنے میں ممالک غیر کے لوگوں کو خراج کی ادائی وغیرہ۔ لیکن دوسرے کسی ملک کے مقابلے میں انگلستان میں یہ دلائل بہت زیادہ خطرناک ہیں۔ اس ملک کا وجود اور بقا مصنوعات تیار کرنے والی صنعتوں پر منحصر ہے، جو کل دنیا کی مسابقت کا مقابلہ کرنے کی قابلیت رکھتی ہیں۔ اگر خود اس کی صنعتیں غیر ممالک کے مقابلے میں تامین پر فی الحقیقت تکیہ کر بیٹھیں تو، یہ اس کے لیے پیام موت ہوگا۔ محصول عائد کرنے کی وکالت کی سب سے ٹھوس بنیاد محض یہ ہے کہ سیاسی مدبرین کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ دوسرے ممالک میں محصول کم کرانے کی کوشش کر سکیں۔ اور نوآبادیات کے ساتھ شاہی ترجیح کے بارے میں معاہدات طے کرنے کی واحد بنیاد یہ ہے کہ ان کو اس بات کی ترغیب دی جائے کہ وہ انگلستان کی اشیا کی درآمد اپنے علاقوں میں بلا محصول یا کم محصول کے ساتھ کریں۔

کسی ملک کی برآمد پر دوسرے ملک میں عائد کردہ محصول کے جواب میں انتقام کی غرض سے درآمد پر محصول عائد کئے جائیں تو، ان محصولات درآمد کا راست معاشی اثر صورت حال کو بہتر بنانے کی بجائے بدتر بنا دیتا ہے۔ اگر جرمنی، انگلستان کی اشیا پر محصول عائد کرتا ہے تو، ان دونوں ملکوں کے باہمی تقسیم عمل کے فوائد میں اسی حد تک کمی ہو جاتی

537

ہے۔ اگر اسی طرح انگلستان، جرمنی کی اشیا پر محصول عائد کرے تو، ان فوائد میں اور بھی زیادہ کمی ہو جاتی ہے۔ اگر فی الحقیقت کوئی شخص تجارت خارجہ کے بارے میں تجارتی نقطۂ نظر رکھے اور یہ فرض کرے کہ اس کا اساسی مقصد اشیائے برآمد کے لیے بازار مہیا کرنا ہے تو، اس صورت میں مکافات اور تکافیت بالکل مختلف صورت اختیار کرتی ہے۔ اس طرح ہر ملک اپنی اشیائے برآمد میں اضافہ کرنے کے لیے ہمیشہ سرگرم رہتا اور اپنی اشیاے درآمد میں اضافہ کرنے کے لیے پس وپیش کرتا ہے؛ اور زیادہ مقدار میں اور زیادہ آزادی کیساتھ اشیا درآمد کرنے پر غالبًا صرف اسی وقت رضامند ہوگا جبکہ زیادہ آزادی کے ساتھ اشیا برآمد کرنے کا بھاؤ اس کو ترغیب وتحریص دے۔ جب تک خیالات کی ایسی صورت حال موجود ہوگی اس وقت تک، ابتدائے بندشیں عائد کر کے کم از کم بالآخر بندشوں میں کمی کرانے کا امکان موجود ہوگا۔

یہ کہنا مشکل ہے کہ انگلستان کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک، اس عمل کے ذریعے سے تجارت بین الاقوام میں حقیقی توسیع واقع ہونے کی توقع کی معقول مادی بنیاد کیا ہو سکتی ہے۔ آدم اسمتھ کا قول تھا کہ یہ معاملہ معاشیات داں سے متعلق نہ تھا، بلکہ اس مکار حیوان سے، جس کو مدبر سلطنت یا ماہر سیاست کہا جاتا ہے۔ تجارت آزاد کے پرجوش حامی یہ کہتے ہیں کہ دوسرے ممالک اور انگلستان کی نوآبادیات بھی انتقامی محصول یا ترجیحی محصول کے باوجود کسی خلل کے بغیر اپنا راستہ چلیں گی یا ایسی مراعات کریں گی جو محض برائے نام ہوں گی؛ اور یہ کہ خود انگلستان اپنی قائم کردہ بندشوں سے بہت جلد نقصان اٹھائے گا؛ اور بالآخر کسی طرح کا فائدہ حاصل نہ کرے گا۔ دوسری طرف یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ تجارئیین کے خیالات بہت مضبوطی کے ساتھ قائم اور باقی ہیں۔ کثیر التعداد اشخاص یہ خیال کرتے ہیں کہ محصولوں کی تخفیف، خود ان کے ملک کے لیے مفید نہیں ہے؛ بلکہ غیر ممالک کے اشخاص کے ساتھ عنایت وکرم ہے؛ اور اس کے برعکس غیر ممالک میں محصولوں کی کمی کو وہ زیادہ اشیا برآمد کرنے اور اس طرح منافعہ حاصل کرنے کا ایک عمدہ موقع خیال کرتے ہیں۔

۶- انیسویں صدی کے اختتامی سالوں اور بیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں تامین کی ترقی ایک عجیب وغریب واقعہ تھی؛ خاص کر ان معقول خیالات کی

اہمیت کے مدنظر جو اکثر موافق تامین دلائل کے خلاف عام طور سے پیش کئے جاتے تھے۔ سنہ ۱۸۴۶ء میں انگلستان کے قانون غلہ کی تنسیخ کے بعد کی نسل میں قرائن بظاہر یہ بتلا رہے تھے کہ یا تو تجارت آزاد تمام مہذب دنیا میں جاری و ساری ہو جائے گی یا کم از کم روڑ گیری کی مزاحمتوں میں بڑی حد تک کمی ہو جائے گی۔ لیکن سنہ ۱۸۷۰ء تا سنہ ۱۸۸۰ء کے عشرے میں لہر کا رخ دوسری سمت میں پلٹا؛ چنانچہ متعدد ممالک نے یکے بعد دیگرے تامینی پالیسی اختیار کرنی شروع کی؛ حتیٰ کہ خود انگلستان میں بھی جو تجارت آزاد کا مرکز ہے، ردعمل کے آثار ظاہر ہوئے۔ تامینی پالیسی کی تحریک کی متعدد اسباب سے توجیہ و تشریح کی جاسکتی ہے۔ قومی جذبہ و احساس کی ترقی ایک اہم سبب ہے۔ اکثر لوگ تامین کو ایک "قومی" پالیسی خیال کرتے ہیں؛ اور اس مفہوم میں واقعاً ایسا ہی ہے کہ وہ مبادلات کو بین الممالک بنانے کی بجائے ملک کے اندر عمل میں لانے کا موجب ہوتی ہے۔ تجارت آزاد کے اصول میں کسی حد تک "عالمی" شائبہ پایا جاتا ہے، اور وہ قوموں کے درمیان امن پسندی اور نیک دلی کا رنگ اختیار کرتا اور اس کو فروغ دیتا ہے۔ دوسرا سبب برطانیہ کے مکتب معاشیات کی شکست اور معاشی نظریے کی از سر نو مکمل ترتیب کی مسلمہ ضرورت ہے۔ اس نے تجارت آزاد کے بارے میں تشکیک کو ترقی دی ہے، جو اس مکتب یا مسلک کے اساسی اصول میں سے ایک تھا؛ اگرچہ قدیم معاشیین کے نظام کا کوئی جزو زمانے اور انتقاد کی کسوٹی پر اس قدر پورا نہ اترا جس قدر کہ تجارت بین الاقوام کے بارے میں ان (قدیم معاشیین) کا استدلال۔ اس کے علاوہ ایک اور سبب براعظم یورپ کے زرعی پیدا کنندوں کے ساتھ ماورائے بحر ممالک کی مسابقت ہے۔ براعظم کے زمیندار، جو سابق میں محصولوں کے خلاف یا ان سے بے پرواہ تھے، غیر ممالک کی مسابقت کے خلاف تامین کرنے کے مطالبے میں شریک ہو گئے ہیں۔ بہرحال جنگ عظیم سے قبل کی نسل میں تجارت آزاد کی بجائے تامین کے طریق کا دور دورہ رہا۔

۷۔ ریاستہائے متحدہ میں خانہ جنگی کے بعد نصف صدی تک ایک شدید قسم کا تامینی محصول عائد کیا گیا۔ جنگ کی عملی مالی ضرورتوں کے سبب سے بڑے بڑے محصول عائد کرنے پڑے اور بعد کے سالوں میں بھی انھیں بدستور قائم رکھا گیا۔ اس طرح ایک سخت اور ہمہ گیر تامینی نظام رونما ہوا اور کسی تبدیلی کے بغیر (بجز ایک خفیف سے

ردعمل کے جو ۱۸۹۶ء تا ۱۸۹۷ء میں واقع ہوا) ۱۹۱۳ء تک باقی رہا، جبکہ محصولوں میں عام طور سے تخفیف کی گئی۔

اس نظام کے معاشی اثرات کو تجربی طور سے معلوم کرنا ناممکن ہے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ بین الاقوامی تجارت پر اس کے اثرات دوسرے عاملین کے اثرات کے ساتھ اس قدر گتھے ہوئے ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے علٰحدہ کرنا ناممکن ہے۔ اس سے زیادہ مشکل کام، عام خوش حالی پر اس کے اثرات کا معلوم کرنا یا اس کی پیمائش کرنا ہے۔ اجرت کی شرحوں کے مثل اس موضوع کے بارے میں بھی تامین کے وکیلوں نے یہ اعلان اور احتجاج کیا ہے کہ ان کے محصولات کی وجہ سے تمام عمدہ نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ اس قسم کی گفتگو، قدرتی نتیجہ ہے فرقہ وارانہ کشمکش کی عملی ضرورتوں کا اور نیز اس ضرورت کا، کہ عام رائے دہندوں کے لیے سیدھا سادہ استدلال استعمال کیا جائے۔ یہ اصول اس قدر بلند آہنگی اور استقلال کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کہ اکثر لوگ بلکہ وہ اشخاص بھی جو غبی اور جاہل نہیں ہیں اس کا یقین کامل رکھتے ہیں کہ اس ملک کی خوش حالی کا مدار تامینی محصولوں پر ہے۔ پھر بھی اس سے زیادہ کوئی پر فریب چیز نہیں ہو سکتی۔ امریکہ کی خوش حالی کی توجیہ متعدد عاملین سے کی جا سکتی ہے، یعنی وسیع ذرائع، ملک کے اندر بہت وسیع تقسیم عمل، اور آزاد، مستعد اور ذہین آبادی وغیرہ۔ کیا شمالی امریکا کے علاقے کو ہر قسم کے معاشی و سیاسی حالات کے تحت صدیوں تک تمام دنیا رشک و حسد کی نگاہ سے نہیں دیکھتی رہی؟ لیکن کسی ایک ایسے عامل کا تفصیل کے ساتھ سراغ لگانا تقریباً ناممکن ہے جس نے اس قابل رشک نتیجے کو پیدا کرنے اور روکنے میں حصہ لیا۔ جہاں تک محصولوں کا تعلق ہے، یہ صحیح ہے کہ ہمیں عام استدلال پر بھروسا کرنا چاہئے۔ تامین کا ابتدائی اور ظاہری اثر صنعت کو غیر منفعت بخش راہ پر لیجانا ہے؛ اور میرے خیال میں اس عام نتیجے کو مسترد کرنے اور اس تامینی نظام کو جو ریاستہائے متحدہ میں خانہ جنگی کے بعد سے موجود ہے نفع بخش بتانے کی کوئی معقول بنیاد نہیں ہے۔

پھر بھی یہ کہنا چاہئے کہ اکثر اشیا پر محض برائے نام محصول عائد تھے۔ یہی وہ اشیا ہیں جو ملک کے اندر بھی ارزاں تیار کی جاتی تھیں اور شدید مسابقت کی صورت میں ارزاں فروخت کی جاتی تھیں۔ محض محصول عائد کرنے سے اشیا کی قیمت میں اضافہ نہیں ہوتا۔ قیمت

کا اضافہ محض اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ بیرونی رسد گھٹا دی جائے اور اس طرح زیادہ گراں داخلی رسد کی خریداری کی ترغیب دی جائے، یا داخلی اجارے کی پرورش کی جائے۔ محصولی نظام پر ریاستہائے متحدہ کے مصنوعات کا جس حد تک مدار ہے، اس کو تاپین کے وکیل بہت مبالغے کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ ان کی دردناک پیشین گوئیوں کی بنا پر لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ تاپینی محصول کے بغیر ایک دودکش سے بھی دھواں نہیں نکل سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر حال میں ریاستہائے متحدہ کا ایک بڑا صنعتی ملک ہونا یقینی ہے؛ اور یہ یقین محض ان کے کوئلے اور معدنیات کے حیرت انگیز ذرائع اور ان کے باشندوں کی ذہانت، اولوالعزمی و حوصلہ مندی کی بنا پر ہوتا ہے۔ اس کا اضافی فائدہ اور سہولت صرف زراعت تک کسی صورت میں محدود نہیں ہے۔ لیکن اسی امر سے ظاہر ہوتا ہے کہ تجارت آزاد کے حامیوں نے تاپینی نظام کے ہر جزو سے خرابیاں منسوب کرنے میں بہت زیادتی سے کام لیا تھا۔ جہاں تک ان کے الزامات کے اطلاق کا تعلق ہے وہاں تک "تاپینی نظام نے صنعت کی رفتار میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کی۔ اعلیٰ محصولوں کے بغیر ملک کی خوش حالی کی زیادتی اور صنعتوں کی گوناگونی اسی طرح یقینی ہے جس طرح کہ محصول عائد کرنے کی صورت میں۔

۸۔ ریاستہائے متحدہ جیسے ملک میں مصنوعات کے قیام و دوام کا مدار جن شرائط و حالات پر ہوتا ہے ان پر لمحہ بھر غور کرنا ضروری ہے۔ زراعت اب بھی ملک کے بہت بڑے حصے کا پیشہ ہے، اگرچہ اس کا دائرہ اس قدر زیادہ وسیع نہیں ہے جس قدر کہ زمانۂ سابق میں تھا۔ زراعت کے ساتھ ساتھ عملی ضرورتوں کی وجہ سے بعض صنعتیں ہمیشہ سے موجود رہی ہیں۔ یہ صنعتیں وہ اشیا تیار کرتی ہیں جن کا نام ہم نے داخلی اشیا رکھا تھا؛ یعنی ایسی اشیا جو کسی حال خارجی مقابلے کے تابع نہیں ہوتیں۔ صرف ان مصنوعات کے بارے میں محصولی سوالات پیش ہوتے ہیں جن کی پیداوار بظاہر درآمد کے ذریعے سے مہیا ہو سکتی ہے۔ وسائل نقل و حمل کی ارزانی کی وجہ سے اور خاص قومی طریقوں اور تعصبات کے بتدریج مٹ جانے کی وجہ سے ان تقابلی مصنوعات کا دائرہ روز بروز وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ وہ اپنے آپ کو آزاد حالت میں صرف اس وقت قائم رکھ سکتے ہیں جبکہ زراعت کی طرح ان میں بھی اضافی فائدہ اور سہولت زیادہ ہو۔ وہ بیرونی اشیا کا صرف اس وقت مقابلہ کر سکتے ہیں جبکہ ان کی محنت اسی حد تک

زیادہ موثر ہو جس حد تک کہ زراعت میں ہے؛ یا اس وقت جبکہ وہ محنت غیر معمولی طور سے ارزاں شرائط پر حاصل کر سکیں۔ محنت یا تو اس وقت زیادہ موثر ہو سکتی ہے جبکہ قدرتی حالات زیادہ فائدہ رساں یا سہولت بخش ہوں، یا اس وقت جبکہ محنت کی عمدگی کے ساتھ نگرانی کی جائے اور اس کو عمدگی کے ساتھ صرف کیا جائے؛ اور بظاہر فائدے کی انہی صورتوں کی آرزو بھی کرنی چاہئے۔ فائدے اور سہولت کے یہ دونوں اسباب، یعنی قدرتی ذرائع اور محنت کے استعمال میں ذہانت، ریاستہائے متحدہ کو زراعت میں فائدۂ فائقہ دینے میں اثر انداز ہوتے ہیں۔ لیکن مصنوعات پر بھی دونوں کا اثر پڑتا ہے۔

541 ریاستہائے متحدہ سے گیہوں، روئی، اور غلہ کی پیداوار کی برآمد، اگرچہ بڑی حد تک آب وہوا اور زمین کے موافق حالات کا نتیجہ ہے، آلات کشاورزی، عمدہ منتخب تخم، ریلوں اور دیگر وسائل نقل وحمل کے ارزاں کرایے پر منحصر ہے۔ بعض مصنوعات (یا ایسی اشیا جنھیں ریاستہائے متحدہ کے اعداد وشمار میں مصنوعات شمار کیا جاتا ہے) جیسے تانبا اور مٹی کے تیل کی برآمد کا مدار قدرتی ذرائع اور بامہارت محنت کے اسی اتحاد پر ہے۔ لیکن اکثر برآمد کردہ مصنوعات میں خاص فائدہ محض مہارت میں مضمر معلوم ہوتا ہے؛ مثلاً سینے کی مشینیں، آلات کشاورزی، برقی ساز وسامان، انجن وغیرہ۔ یہ محض اہل امریکا کی ذکاوت طبع کی وجہ سے عمدہ بنائے جاتے ہیں اور اعلیٰ درجے کی کلوں کے ذریعے سے بہت ارزاں تیار کئے جاتے ہیں۔ اور اکثر صنعتیں ایسی ہیں جو اپنی پیداوار، اگرچہ کثیر مقدار میں برآمد نہیں کرتیں، لیکن اسی سبب سے داخلی بازار میں کامل تسلط رکھتی ہیں، اور درآمد کی مسابقت کے خطرے سے باہر ہوتی ہیں؛ مثلاً جوتے، دبلے ہوئے شیشے کے ظروف، اور معمولی درجے کی سوتی اشیا وغیرہ۔ یہی وہ مصنوعات ہیں جو بیرونی مسابقت کے سامنے بخوبی ٹھیر سکتے ہیں اور جن کی تیاری میں ریاستہائے متحدہ کے لوگ خاصا معقول منافعہ حاصل کر لیتے ہیں؛ اور ان کی وسعت، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، اس سے بہت زیادہ ہے جتنی کہ تامین اور تجارت آزاد، دونوں کے وکیلوں کے دعووں کی بنا پر ظاہر ہوتی ہے۔

مصنوعات میں فائدے کا عام سبب عمدہ کلیں اور بہتر طریق پیدائش ہے۔ کفش سازی کی صنعت کی مثال لو، جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ امریکا کی سب سے زیادہ

موٹر اور آزاد صنعتوں میں سے ایک ہے۔ جوتے درآمد نہیں کیے جاتے؛ بلکہ کثیر تعداد میں ان کی برآمد شروع ہو چکی ہے۔ ان کو تیار کرنے کی کلوں کو ایجاد کرنے اور کامل بنانے میں اہل امریکا نے دوسری قوموں کی رہبری کی ہے۔ لیکن کلوں کی خریداری یا نقل کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ اہل جرمنی غالباً ان کی نقل کر سکتے ہیں اور اس طرح زیادہ ارزاں محنت کے ساتھ ان پر کام کر کے اہل امریکا کے مقابلے میں کم قیمت پر جوتے فروخت کر سکتے ہیں۔ اہل جرمنی کے متعلق یہ بات بالعموم صادق آتی ہے، یا کم از کم صادق آتی تھی کہ نقالی میں وہ مہارت تامہ رکھتے ہیں، اگرچہ ایجاد کے میدان میں بہت پیچھے ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ امریکی فولادی اسکیٹ یا رقص کی کھڑاؤں (Skate) جن کا خاکہ ریاستہائے متحدہ میں تیار ہوا تھا اور جو ریاستہائے متحدہ میں مکمل کیے گئے تھے، جرمنی میں ان کی ہو بہو نقل اتاری گئی؛ اور چونکہ وہ وہاں نسبتاً ارزاں محنت سے تیار کیے گئے تھے اس لیے امریکا میں بھی ان کی درآمد ہوئی۔ اس قسم کی نقالی ہمیشہ ممکن نہیں ہے؛ اس لیے کہ کلوں کے چلانے کے لیے ماہر اور ذکی الطبع کاریگروں کی جماعت کی بالعموم اسی طرح ضرورت ہے جس طرح کہ خود کلوں کی، بلکہ اس کا حاصل کرنا نسبتاً بہت زیادہ دشوار ہے۔ لیکن یہ چیز اگر ہمیشہ نہیں تو کم از کم اکثر صورتوں میں ممکن ہے؛ اور اگر کلیں خود بخود چلنے والی ہوں تو یہ امکان اور زیادہ ہوتا ہے۔ اس طرح صنعت کی نجات ریاستہائے متحدہ جیسے ملک میں اسی میں ہے کہ کلوں میں مسلسل ترقی ہوتی رہے۔ اضافی فائدے اور سہولت کو قائم رکھنے کی شرط یہی ہے کہ ترقی برابر ہوتی رہے۔ اگر تمام دنیا میں طریق پیدائش، یعنی محنت کی پیدآوری یکساں ہو تو، ایسا ملک جہاں اجرت کی شرح اونچی ہو ارزاں نرخ پر اشیا فروخت کر سکتا ہے[1]۔

عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ ریاستہائے متحدہ کو ان مصنوعات میں فائدہ ہونے کا قرینہ ہے جن میں کلوں کا بکثرت استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ صحیح ہے؛ لیکن اس کی حقیقی توجیہ

542

[1] یعنی کسی ایک صنعت کے بارے میں یہ بات صادق آتی ہے۔ اگر کل دنیا میں سب صنعتوں میں طریق پیدائش اور کارکردگی یکساں اور مقررہ ہو تو اغلب یہ ہے کہ اجرتوں کی شرحوں میں کسی جگہ فرق و اختلافات نہ ہوں گے؛ اور اسی وجہ سے کسی ایک ملک کو ارزاں محنت کے سبب سے کوئی تجارتی فائدہ نہ ہوگا۔ اس طرح تجارت بین الاقوام رک جائے گی۔ دیکھیے باب ۳۴ فصل ۳۔

بالعموم نہیں پیش کی جاتی۔ محض محنت کو گھٹانے والی کلوں کے استعمال سے سہولت اور فائدہ نہیں ہوتا۔ کل، محنت کو استعمال کرنے کے محض ایک طریق کی نمائندگی کرتی ہے۔ اگر محنت کو گھٹانے والی کلوں کا استعمال بڑے پیمانے پر یا زیادہ ذکاوت طبع کے ساتھ کیا جائے تو، اس کی بنا پر پیداوار مقابلۃً ارزاں تیار ہوتی ہے خواہ مزدوروں کی اجرت زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ ان صنعتوں میں جو کلوں کے عمل سے مناسبت و مطابقت رکھتی ہیں، امریکی محنت کے زیادہ پیداآور ہونے کا "قرینہ" ہے۔ یہ کون سی صنعتیں ہیں، اس کا کسی قاعدے کی رو سے تصفیہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایجاد کی رفتار بہت بے قاعدہ ہوتی ہے۔ بعض اوقات امریکی سب سے پیش پیش ہوتے ہیں، بعض اوقات انگریز سب کی رہنمائی کرتے ہیں، بعض اوقات جرمن یا فرانسیسی سب کے لیے مثال قائم کرتے ہیں۔ لیکن یہ امر ضرب المثل ہے کہ اس قسم کی مسابقت میں سب سے زیادہ قابل قدر اور عدیم النظیر کارنامہ امریکیوں کا ہے؛ اور معاشی اعتبار سے اس کا فرعی نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنی مصنوعات سازی کی جدوجہد کو ان صنعتوں تک محدود رکھتے ہیں جن میں وہ بظاہر سب سے پیش پیش رہنے کے قابل نظر آتے ہیں۔

بعض صورتوں میں ریاستہائے متحدہ کی مصنوعات سازی کی حالیہ صنعتی تاریخ میں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ پیش پیش رہنے کے اس عمل کی بنیاد بظاہر تامین رہی ہے: یعنی یہ کہ نوخیز صنعتوں کے بارے میں تامینی طریق کا استعمال بہت کامیابی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اگرچہ اس مقصد کو ایک بھدے، غلط اور بیش خرچ طریقے سے حاصل کیا گیا ہے؛ لیکن یہ حاصل ضرور ہوا ہے۔ چنانچہ ریشمی مصنوعات کی صورت بطور مثال پیش کی جا چکی ہے؛ غالباً اس کی دوسری مثال فولادی مصنوعات ہیں۔ لیکن یہ موخرالذکر شکل زیادہ مشتبہ ہے، اس لیے کہ ہمیشہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس قسم کی صنعت جو ملک کے لیے فی الحقیقت نئی نہ ہو (جیسے کہ ریشمی مصنوعات) کسی حالت کے تحت بھی ترقی کر کے آزاد ہو سکے گی یا نہیں۔ گنجان اور بڑھتی ہوئی آبادی اور بلا محصول زمین کی روز افزوں قلت، کا یہ میلان ہوتا ہے کہ وہ زرعی صنعت کے سوا دوسری صنعت کی ترقی کا ہر صورت میں باعث بن سکتی ہے۔ بیرونی ممالک سے جو کثیر التعداد لوگ ہجرت کر آتے اور توطن داخلی اختیار کرتے ہیں اور اس سے محنت کی

بار ۲۷ تا مین کے موافق دلائل

رسد کے حالات میں جو تغیرات ہوتے ہیں وہ اس میلان کو اور بھی زیادہ تقویت دیتے ہیں۔ محصولی نظام نے، ایسی صورت میں بھی جہاں وہ نوخیز صنعتوں کی تامین کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے، بالعموم محض اس ترقی کی رفتار کو بہت سریع بنادیا ہے جو اس کے بغیر بھی بہت جلد نمودار ہوتی۔

۹۔ جن مختلف طریقوں سے ریاستہائے متحدہ میں ابتدائی بار کو ٹھکانے لگایا گیا ان کی گنجائش رکھنے کے بعد بھی تامین کے نقصانات ہی کا پلہ جھکتا ہوا نظر آتا ہے؛ اس لیے کہ ایسی صنعتیں وجود میں آتی ہیں جن کا مدار تامین پر ہوتا ہے۔ ان سے جو اغراض وابستہ ہوجاتے ہیں وہ ہمیشہ مشکل مسائل پیش کرتے ہیں۔ کوئی شخص یہ تجویز پیش نہیں کرتا کہ اطلاع کے بغیر دفعتہً ان اشخاص کو تامین سے محروم کردینا چاہیئے جو کامل اطمینان کے ساتھ اس معقول مفروضے پر کارخانوں میں کثیر رقم مشغول کرتے ہیں کہ تامینی پالیسی کا سلسلہ قائم رہے گا۔ یہ صحیح ہے کہ محصولوں کے متعلق ان کی "مطلوبہ" شرحوں کے بارے میں انکے بیانات ہمیشہ مبالغہ آمیز ہوتے ہیں، اور یہ کہ وہ جتنی تخفیف تسلیم کرنے کے لیے آمادہ ہیں اس سے بہت زیادہ تخفیف وقفے کے بغیر بالعموم قابل عمل اور ممکن ہوتی ہے؛ پھر بھی وقفے کو روکنا ضروری ہے۔ اگر تامین کے خلاف کوئی ردعمل ضروری ہے تو، اس کو تدریجی طور سے اور امتحاناً عمل میں لانا چاہیئے۔ پھر بھی اکثر ایسی اشیائے خام کے بارے میں، جن کی تیاری کے لیے کوئی بڑا کارخانہ اور پلانٹ درکار نہیں ہوتا، اس قسم کا لحاظ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ اس کی مثال اون ہے جس پر ریاستہائے متحدہ نے ایک زمانے تک بھاری محصول عائد کیا تھا، اور جس کے عائد کرنے کی کوئی تائید کسی ٹھوس معاشی بنیاد پر نہیں کی جاسکتی۔ سنہ ۱۸۹۴ء کا قانون محصول (ٹیرف ایکٹ)، جس حد تک اس نے ہمیشہ کے لیے اون کے محصول کو کالعدم کردیا، بہت ہی عاقلانہ طریق پر مرتب کیا گیا تھا؛ اس بدقسمت اور عارضی تدبیر میں یہی ایک دلیرانہ تجویز تھی جس پر عمل کیا گیا۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں اون کا محصول پھر موقوف کیا گیا، اور اسی کے ساتھ ساتھ کوئلا، لکڑی، کھال اور دوسری اشیا پر سے بھی محصول اٹھالیا گیا۔

محصول کے مسئلے کے اس تبصرے میں ان پہلوؤں پر کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی جو بدا ہتہً خراب ہیں؛ یعنی یہ کہ غرض مند پیداکنندے اپنے موافق قوانین منظور کرانے میں کیا دباؤ

باب ۳۰ تامین کے موافق دلائل

ڈالتے ہیں، اپنی ٹولی کے لوگوں کے لیے ناواجب مراعات، عام کشمکش میں ہر واضع قانون کی یہ کوشش کہ ایسے محصول جاری کرے جو اس کے حلقۂ انتخاب کنندگان کے لیے مفید ہوں یا کم از کم مفید خیال کئے جاتے ہوں۔ عمومی یا جمہوری حکومت میں ہر نمایندے کا یہ رجحان کہ اپنے مخصوص موکلوں کے حقیقی یا مفروضہ اغراض کی تائید کرے جمہوریت کے بدترین نقائص میں سے ہے۔ جہاں تک محصولوں کے متعلق وضع آئین وقوانین کا تعلق ہے، ان خرابیوں کا پوری طرح تجربہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ میلان اکثر معاملات میں ظاہر ہوتا ہے، خواہ وہ اچھے ہوں یا مشتبہ نوعیت رکھتے ہوں، یعنی تعلیم میں، بندرگاہوں کی اصلاح وترقی میں، ڈاک میں اور ریلوں اور دیگر صنعتوں کے سرکاری انتظام میں بھی یہی میلان رونما ہوتا ہے۔ ایسے معاملات کی تنظیم ونگرانی میں جن سے براہ راست معاشی اثرات مترتب ہوتے ہیں حکومت کو عام طور سے کچھ اسی قسم کے میلان کا مقابلہ کرنا ضروری ہے۔ سیاسی نظام کی موجودہ صورت کی وجہ سے جو عملی حالات وشرائط رونما ہونے ممکن ہیں ان کے تحت ہمیں زیادہ تر عام نتیجے کو ذہن میں رکھنا چاہئے؛ اور اسی نقطۂ نظر سے تامین کے مسئلے کو بھی جانچنا چاہئے۔

تعلیقات حصۂ چہارم

مبادلات خارجہ کے بارے میں دیکھو (۱) جی، جے گوشن کی کتاب موسوم بہ "نظریۂ مبادلات خارجہ" (The Theory of the Foreign Exchanges) شائع شدہ ۱۹۰۱ء؛ (۲) جی کلیر کی کتاب موسوم بہ "ابجد مبادلات خارجہ" (The A B C of the Foreign Exchanges) شائع شدہ ۱۸۹۵ء؛ (۳) ایچ وتھرس کی کتاب موسوم بہ "مبادلۂ زر" (Money-changing) شائع شدہ ۱۹۱۳ء؛ اور (۴) سب سے مفصل اور اعلیٰ درجے کی تصنیف موسوم بہ "مبادلات خارجہ" (Foreign Exchanges) شائع شدہ ۱۹۱۹ء مصنفہ اے، سی وھٹیکر ان کتابوں میں زیادہ تر اور بلا استثنا ان ملکوں کی تجارت خارجہ کے مسئلے پر بحث کی گئی ہے جہاں معیار طلا رائج ہے۔ تجارت بین الاقوام کے بارے میں جے، یس، مل کی کتاب موسوم بہ "اصول معاشیات" (Principles of Political Economy,) کا حصۂ سوم باب ۱۷ و متعاقب ابواب لاجواب ہیں، اگرچہ بعض مقامات میں حد سے زیادہ تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ جدید قسم کی جامع بحث سی، یف، بیسٹیبل کی کتاب موسوم بہ "نظریۂ تجارت بین الاقوام" (The Theory of International Trade) چوتھے ایڈیشن شائع شدہ ۱۹۰۳ء میں ملتی ہے۔ یف، وائی ایج ورتھ کے تین مضامین بعنوان "نظریۂ قدر بین الاقوام" (The Theory of International Values,) ایک رسالہ موسوم بہ اکنامک جرنل جلد چہارم ۱۸۹۴ء میں شائع ہوئے؛ ان میں ریاضی طریق پر بحث کی گئی ہے۔

اگرچہ تجارت آزاد اور تامین کے مباحث کے بارے میں متعدد کتابیں موجود

باب ۳۷ تعلیقات

ہیں، لیکن ان میں سے ایک کتاب بھی ایسی نہیں ہے جو اس بحث مباحثے پر
اطمینان بخش حد تک حاوی ہو۔ ایچ، فاسیٹ کی کتاب موسوم بہ "تجارت آزاد و تامین"
Free Trade and Protection شائع شدہ ۱۸۸۵ء میں تجارت آزاد کی موافقت
میں سیدھے سادے دلائل پیش کئے گئے ہیں اور تامین کے خام مغالطوں کا ابطال
کیا گیا ہے۔ ایچ، جی، براؤن کی کتاب موسوم بہ "بین الاقوامی تجارت و مبادلہ"
International Trade and Exchange شائع شدہ ۱۹۱۴ء میں مبادلات خارجہ
اور محصولی مباحثے کی تہ میں مضمرہ اصول کی نہایت عمدہ اور جامع تشریح کی گئی ہے۔
R. Schüller, کی کتاب موسوم بہ (Schutzzoll und Freihandel) شائع
شدہ ۱۹۰۵ء میں تامین کی موافقت میں نہایت قابلیت کے ساتھ دلائل پیش کئے گیے ہیں؛
مگر یہ کتاب جس قدر توجہ کی مستحق ہے اس سے بہت کم توجہ اس پر صرف کی گئی ہے۔
تامین کے بارے میں آسٹریلیا کے ایک اور باشندے J. Grunzel, کی لکھی ہوئی ایک
کتاب (جس کا انگریزی ترجمہ بنام Economic Protectionism (معاشی تامینیت
۱۹۱۶ء میں شائع ہوا) مختصر و مفید معلومات بہم پہنچاتی ہے، اگرچہ اس کا استدلال بہت
زیادہ سطحی ہے۔ اس موضوع پر خود مصنف (یعنی ٹاسگ صاحب) کی دو کتابیں یہ ہیں:
(۱) مسئلۂ محصول کے بعض پہلو Some Aspects of the Tariff Question (شائع
شدہ ۱۹۱۵ء دوسرا ایڈیشن) جس میں اساسی اصولی مسائل پر بحث کی گئی ہے اور
ریاستہائے متحدہ کی صنعتی ترقی پر ان کے انطباق و اطلاق کی تفصیلی تشریح و تحلیل پیش
کی گئی ہے؛ اور (۲) Free Trade, The Tariff and Reciprocity شائع شدہ
۱۹۱۹ء جو متعدد مضامین کا مجموعہ ہے۔

545

ریاستہائے متحدہ کی تاریخ محصولات پر دیکھو (۱) ای، اسٹین ووڈ کی کتاب موسوم بہ "انیسویں صدی میں امریکی محصولی مباحثے"
American Tariff Controversies in the Nineteenth Century (
شائع شدہ ۱۹۰۳ء، جس میں تامین کے وکیل کے نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے اور وضع کردہ
آئین و قوانین پر نظر ڈالی گئی ہے؛ (۲) ٹاسگ کی کتاب موسوم بہ "ریاستہائے متحدہ امریکا
کی محصولی تاریخ" Tariff History of the United States شائع شدہ ۱۹۱۴ء؛ (۳)
ڈبلیو جے ایشلے کی کتاب موسوم بہ "مسئلۂ محصول" The Tariff Problem شائع شدہ

سنہ ۱۹۰۳ء، جس میں انگریز "مصلحین محصولات" (وہ لوگ جو برطانیہ عظمیٰ میں تجارت آزاد کی پالیسی کے حامی و مؤید ہیں) کے نقطۂ خیال کو بیان کیا گیا ہے؛ (۴) اے، سی پیگو کی کتاب موسوم بہ "تامینی و ترجیحی محصولات درآمد" (Protective and Preferential Import Duties) جو اس کی برعکس سمت میں میلان ظاہر کرتی ہے۔ سنہ ۱۹۰۰ء تا سنہ ۱۹۱۰ء کے جرمن بحث مباحثوں کے لیے دیکھو منجملہ دیگر مصنفین کے یل پوہل (L. Pohle,) کی کتاب موسوم بہ (Deutschland am Scheidewege) شائع شدہ سنہ ۱۹۰۲ء اور اے، واگنر کی کتاب موسوم بہ "زرعی مملکت و صنعتی مملکت" (Agrar-und Industriestaat) شائع شدہ سنہ ۱۹۰۲ء یہ دونوں زراعت کی تامین کی موافقت میں ہیں؛ تجارت آزاد کی موافقت میں دیکھو یل، برنٹانو کی کتاب موسوم بہ Die Schrecken des Industriestaats شائع شدہ سنہ ۱۹۰۱ء اور ایچ ڈیٹ زیل کی کتاب موسوم بہ (Weltwirtschaft und Volkswirtschaft) شائع شدہ سنہ ۱۹۰۰ء۔

تمت